تاریخ

اولیائے

ٹمل ناڈو

ڈاکٹر جاویدہ حبیب

ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی، (اردو) ایم اے، (عربی)

ٹمل ناڈو اردو پبلی کیشنز

26 - امیر النساء اسٹریٹ - چنئی - 002 600

فون : 8588467, 8133126, 8528466

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

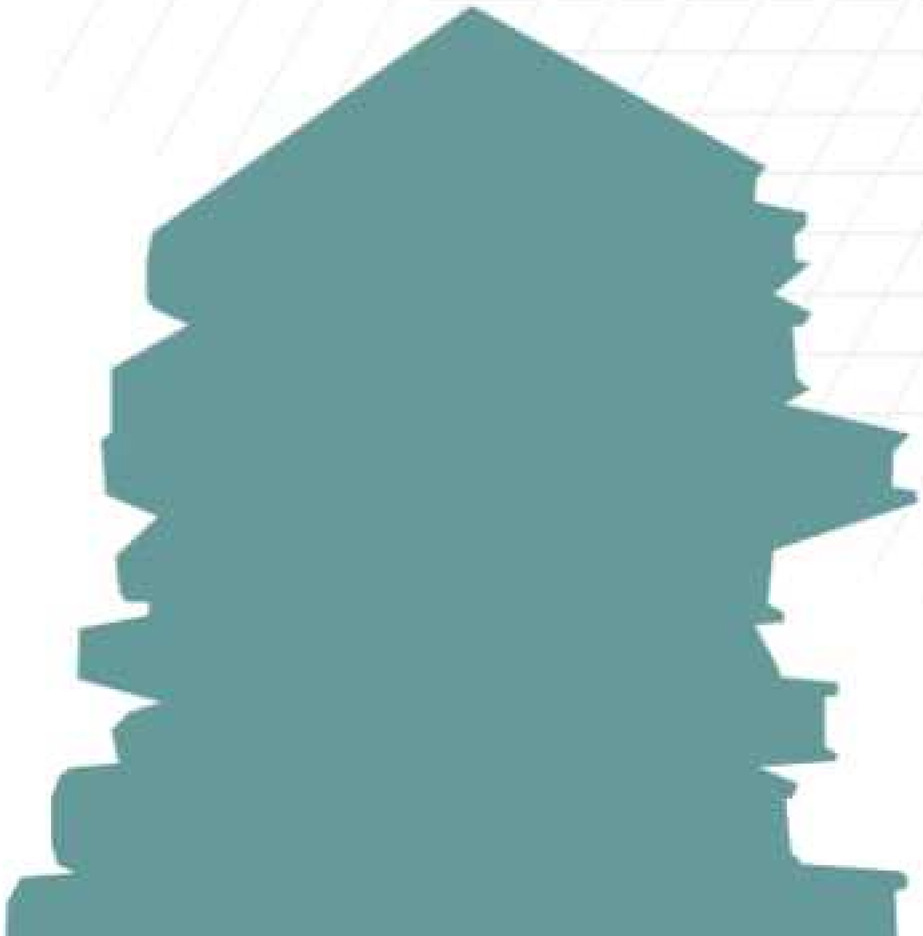

Marfat.com

تاریخ اولیائے تمل ناڈو

ڈاکٹر راہی فدائی

ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی (اردو) ایم اے (عربی)

تمل ناڈو اردو پبلیکیشنز

امیر النساء ... سٹریٹ۔ چینئی 600 002

8588467 8133126 8528466

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

129501

کتاب کا نام	تاریخ اولیاء ٹمل ناڈو
موضوع	تحقیق
تعداد	786
قیمت	-/400 روپے (چارسو روپے)
سن اشاعت	مارچ 2002ء
مطبع	ٹمل ناڈو اُردو پبلی کیشنز، چنئی 600002
مصنف	ڈاکٹر جاویدہ حبیب
	ایم-اے، ایم-فل، پی ایچ-ڈی (اُردو) ایم-اے (عربی)
پتہ	26، امیر النساء بیگم اسٹریٹ، مونٹ روڈ، چنئی 600002
کمپیوٹر کتابت	الاکرم گرافکس فون : 040-6552456
	ڈاکٹر ذاکر حسین کالونی، سعید آباد، حیدر آباد 500059

ملنے کے پتے

1) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ — دہلی، ممبئی، علی گڑھ

2) مکتبہ شب خون — 313، رانی منڈی، الہ آباد (یو-پی)

3) اسٹار پبلی کیشنز — 4/5B آصف علی روڈ، نئی دہلی

4) مکتبہ کسہار جرنل — براہ پورہ، بھاگلپور (بہار)

5) شگوفہ پبلی کیشنز — معظم جاہی مارکٹ، حیدر آباد

6) ٹمل ناڈو اُردو پبلی کیشنز — 26، امیر النساء بیگم اسٹریٹ، چنئی 600002

Marfat.com

انتساب

نسبی شرافتوں کی تمثیل اور محافظ

میری محترمہ خلد آشیاں دادی اماں صاحبہ **شرف النساء** عرف **گوری ماں** صاحبہ

میرے دادا ابا **سید غوث بادشاہ حسینی قادری** غفرلہ

زندگی کی نورانی رہبر میری والدۂ ماجدہ

محترمہ **سعیدہ النساء** صاحبہ

اور

علم وادب کے ذوق کے میر کارواں میرے والدِ بزرگوار

حضرت **علیم صبا نویدی** صاحب

کے

نام

جن کی بدولت مجھے ورثے میں بزرگانِ شریعت و طریقت کی پرنور عقیدتوں کی خوشبوئیں نصیب ہوئیں جو ہر لمحہ میری روحِ فکر اور احساس کو مہکاتی رہتی ہیں۔

جاویدہ حبیب

ذخیرہ محمد اقبال مجددی

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

1)	وجہِ ترقیم	ڈاکٹر جاوید حبیب	9
2)	جائزہ	حضرت علیم صبا نویدی	11
3)	الف	ترچناپلی	15
4)	ب	تنجاور	32
5)	ج	آرکاٹ (شمالی و جنوبی)	48
6)	د	مدورائی	101
7)	ھ	کنیا کماری	105
8)	و	سیلم	106
9)	ز	کوئمبتور	108
10)	ح	چنگل پیٹ، کانچی پورم	109
11)	ط	مدراس (چینئی)	113

Marfat.com

Marfat.com

فہرست اولیاء

اسمائے گرامی

الف (ترچنا پلی)

1) حضرت نطہر ولیؒ (الموسوم بہ طبل عالم و نطہر اولیاء)	15
2) حضرت سید فتح اللہ نوریؒ	16
3) حضرت بابا فخر الدینؒ	16
4) حضرت بابا حیدر صفدرؒ	17
5) حضرت شمس گویاںؒ	17
6) حضرت شمس پراںؒ	17
7) حضرت شاہ نصیر الدینؒ	18
8) حضرت سید عبدالوہاب قادریؒ	18
9) حضرت شاہ فیض اللہ قادریؒ	18
10) حضرت شاہ فرید الدین شہیدؒ	19
11) حضرت جاء مستانؒ	19
12) حضرت سید زین العابدینؒ	20
13) حضرت سید کریم محمد قادریؒ	21
14) حضرت علیم اللہ شاہ قادریؒ	21
15) حضرت سید عماد الدین قادریؒ	21

Marfat.com

اسمائے گرامی

(16) حضرت سید شاہ رحمت اللہ قادریؒ 22
(17) حضرت سید شاہ عبدالرحیم قادریؒ 22
(18) حضرت خواجہ احمد شاہ حسینی چشتیؒ 22
(19) حضرت شاہ بھیکاؒ 23
(20) حضرت شیخ بھیکاؒ 23
(21) حضرت شاہ جمال الدین حسینی چشتیؒ 24
(22) حضرت تمیم شاہؒ 24
(23) حضرت منصف شاہ سہروردیؒ 24
(24) حضرت اتفاق شاہؒ 25
(25) حضرت ولایت شاہؒ 25
(26) حضرت مینڈا شاہؒ 25
(27) حضرت سید جلال کدریؒ 25
(28) حضرت محی الدین سرمستؒ 26
(29) حضرت مہتاب شاہ شیرازی سہروردیؒ 26
(30) حضرت عارف اللہ شاہ سہروردیؒ 26
(31) حضرت حافظ شاہ مصطفےٰ قادریؒ 26
(32) حضرت سید مصطفےٰ شہیدؒ 27
(33) حضرت سید رستم شہیدؒ 27
(34) حضرت سید مستان صاحبؒ 27
(35) حضرت سید فخر الدین شہید اولیاءؒ 27
(36) حضرت سید فخر الدین 28
(37) حضرت سید عارف اللہ ظفر شاہ ہجویریؒ 28
(38) حضرت روشن علی داداؒ 28
(39) حضرت نظام الدین اولیاءؒ 28
(40) حضرت شاہ رحمت اللہ شطاریؒ 29

Marfat.com

اسمائے گرامی

41) حضرت سید معروفؒ	29
42) حضرت سید شاہ قدر عالمؒ	29
43) حضرت سید میر منصور علی اولیاء	31
44) حضرت سید محمد میر جملہ اولیاء	31
45) حضرت درویش علی شاہ	31
46) حضرت جلال فقیر اولیاء	31
47) حضرت سید شہید اللہ اولیاء	31
48) حضرت میر حسن اللہ شاہ قادری	31
49) حضرت مخدوم الٰہی شاہ ولی	31
50) حضرت علی اکبر شاہ ولی	31
51) حضرت حاجانی بی ماں صاحبہ	31
52) حضرت سید فتح اللہ شاہ نوری	31

ب (مجاور)

53) حضرت توکل شاہ	32
54) حضرت حافظ حسین قادریؒ	32
55) حضرت سید حاجی شاہ عالم، علی امام دیوان مستانؒ	34
56) حضرت شیخ داؤد اولیاءؒ	35
57) حضرت دو برے مستانؒ	35
58) حضرت عبد العلیم بیجاپوری	35
59) حضرت سید محمد شاہ قادریؒ	36
60) حضرت اشرف شاہ قادریؒ	36
61) حضرت سلطان سید ابراہیم شہیدؒ	36
62) حضرت منصورؒ	37
63) حضرت ذچہ بی بیؒ صاحبہ	38
64) حضرت شیخ علاؤالدین صاحبؒ	38

Marfat.com

اسمائے گرامی

(65) حضرت عبدالرحمن ولیؒ 39

(66) حضرت سید عبدالکریمؒ 39

(67) حضرت ولی محمد اولیاء 39

(68) حضرت سید شاہ الحمید عبدالقادرؒ المعروف بہ قادر ولی گنج سوائیؒ 39

(69) حضرت سید یوسف صاحبؒ 48

ج (آرکاٹ) شمالی وجنوبی

(70) حضرت قاضی نظام الدین صغیرؒ 48

(71) حضرت انتر جانیؒ 49

(72) حضرت ٹیپو اولیاءؒ 50

(73) حضرت شاہ ناصرؒ 51

(74) حضرت سید علی محمد قادریؒ 53

(75) حضرت سید شاہ محمد الثانی حسینی قادری صبغتہ اللہیؒ 53

(76) حضرت ثانی سید شاہ صبغتہ اللہ الحسینی القادری صبغتہ اللہیؒ 54

(77) حضرت ثانی سید شاہ علی محمد الحسینی القادریؒ 54

(78) حضرت حکیم عثمان خان سرورؒ 55

(79) حضرت سید شاہ میراں حسینیؒ 56

(80) حضرت شاہ محمد علیؒ 57

(81) حضرت یاد اللہ شاہ قادریؒ 57

(82) حضرت امین پیرؒ (عرف امین صاحب چاہو) 58

(83) حضرت کامتو شاہؒ 58

(84) حضرت کاسکے میاں صاحبؒ 60

(85) ترتارت بی بیؒ 60

(86) حضرت نور محمد قادریؒ 61

(87) حضرت شاہ علی حسینی چشتیؒ 62

(88) حضرت علی سلطانؒ 62

Marfat.com

اسمائے گرامی

(89) حضرت امین پیرؒ 64
(90) حضرت شاہ لطیف اللہ قادریؒ 64
(91) حضرت صاحب پادشاہ قادریؒ 64
(92) حضرت بخشی بیگم صاحبہؒ 65
(93) حضرت عطا شاہ مجذوبؒ 65
(94) حضرت سیدانی بیؒ 66
(95) حضرت سید محمد ابراہیم گدائے عالمؒ 66
(96) حضرت سید شاہ برہان الدین الحسینی القادری العطاری صبغۃ اللہیؒ 67
(97) حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری قدس سرہؒ 69
(98) حضرت مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قربی قدس سرہؒ 71
(99) حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف ذوقیؒ 76
(100) حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری محویؒ ویلوری 79
(101) حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی 81
(102) حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری 86
(103) حضرت سید شاہ قاسم الحسینی القادری صبغۃ اللہی قدس سرہ 89
(104) حضرت سید شاہ شہاب الدین قادریؒ 91
(105) حضرت سید عکاشہ ابن محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ 93
(106) حضرت شیخ عبدالقادر صدیقؒ 93
(107) حضرت محمد شریعت پناہؒ المعروف بہ حضرت چلبی القاہری 94
(108) حضرت سید شاہ وجیہ الدین عبدالقادر حقی قادری حقانی اولیاء 94
چار مزارات
(109) حضرت خاکی صاحبؒ 95
(110) حضرت برخوردار صاحبؒ 95
(111) حضرت تاج الدین صاحبؒ 95
(112) حضرت ننگے صاحبؒ 95

Marfat.com

اسمائے گرامی

(113) حضرت پیر ابراہیم کاکاؒ 95
(114) حضرت عبدالرسولؒ 95
(115) حضرت القریش بی بیؒ 95
(116) حضرت مدوی صاحبؒ 96
(117) حضرت بنگلہ صاحبؒ 96
(118) حضرت سید زین العابدینؒ 96
(119) حضرت سید احمد خاکیؒ 96
(120) حضرت مدبد قلندرؒ 97
(121) حضرت سید شاہ علی اولیاءؒ 97
(122) حضرت سید جن صاحبؒ 97
(123) حضرت شاہ علی گنجؒ 97

دو مزارات

(124) حضرت حافظ سید میرؒ صاحب 98
(125) حضرت سید اسمٰعیلؒ صاحب 98
(126) حضرت شاہ عباس پیرانیؒ 98
(127) حضرت نور محمد شاہؒ 98
(128) حضرت سید امین قلندر سہروردیؒ 99
(129) حضرت سید شاہ رحمت اللہ جعفری شطاریؒ 99
(130) حضرت صاحب زادی بی بیؒ 99
(131) حضرت خواجہ سید امین الدین حسنی چشتیؒ 100
(132) حضرت سید شاہ ثانی سلطان حسنی چشتیؒ 100
(133) حضرت مخدوم علی شاہؒ 100
(134) حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر صدیقی 100
(135) حضرت مخدوم میراں ولیؒ 101

Marfat.com

و (مدورائی)

136) حضرت قاضی سید تاج الدینؒ	101
137) حضرت مینا نورالدینؒ	103
138) حضرت سید سلطان علاؤالدین و حضرت خواجہ سید سلطان شمس الدین	103
139) حضرت ظہور اللہ شاہ قادریؒ	104
140) حضرت سلطان سکندرؒ	104
141) حضرت لقمانؒ	105

ھ (کنیا کماری)

142) حضرت پیر محمد صاحبؒ	105
143) حضرت شیخ محی الدین مالکؒ	105

و (سیلم)

144) "تکیہ" تالی قریہ قریب حضرت سید گلشن شاہؒ	106
145) حضرت سید خان باباؒ	106
146) حضرت شیخ پیر اللہ ہادی عرف شیر سوارؒ	106
147) حضرت بستر شاہ ولیؒ	107
148) حضرت شاہنشاہؒ	107
149) حضرت سید فتح شاہ ولیؒ	107
150) حضرت مقیم شاہؒ (یا مقاعد شاہ)	108

ز (کوئمبتور)

151) حضرت جنگل پیرؒ	108
152) حضرت جمیعت شاہ ولیؒ	108

ح (چنگل پیٹ، کانچی پورم)

153) حضرت سید شاہ حمید اولیاءؒ	109
154) حضرت عاشق شاہ قادریؒ	111
155) حضرت تمیم الانصاریؓ صحابی رسولؐ	111

Marfat.com

ط (مدراس)

(156) حضرت خواجہ سید موسیٰ شاہ قادری 113

(157) حضرت سید شاہ مرتضیٰ بادشاہ قادری المعروف بہ کمبل پوش 114

(158) حضرت سید شاہ گل محمد نقشبندی خراسانی 114

(159) حضرت سلطان عبدالقادر المعروف بہ گھنڈی مستان 115

(160) حضرت سور شاہ نائب کمبل پوش چشتی 116

(161) حضرت خواجہ سید غلام دستگیر المعروف بہ موتی بابا 116

(162) حضرت سید فرید الدین شہید 116

(163) حضرت سید حسین شاہ قادری شطاری المعروف بہ دادا شاہ پیر 116

(164) حضرت سید شاہ صفدر ولی 117

(165) حضرت فتح شاہ مستان 117

(166) حضرت سید امین شاہ قادری 118

(167) حضرت مولانا سید حبیب محمد حسن القادری بغدادی 118

(168) حضرت سید افتخار علی شاہ مدنی قادری چشتی 125

(169) حضرت مولانا ملا عبدالعلی بحر العلوم فرنگی محلی 127

(170) حضرت مفتی قاضی محمد حبیب اللہ 131

(171) حضرت پپو مستان 135

(172) حضرت عبدالرحیم شیر شاہ قادری 136

(173) حضرت سید شاہ حیات پاشا قادری 136

(174) حضرت مولانا مولوی محمد باقر آگاہ قادری شافعی 136

(175) حضرت اسمٰعیل خان ابجدی 139

(176) حضرت سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری 142

(177) حضرت غلام اعز الدین خان نامی 143

(178) قطب مدراس حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ساوی 144

(179) حضرت مستان اولیاء (والاجاہی) 151

(180) حضرت سید شاہ رحمت اللہ قادری سہروردی (ترپاتور) 153

Marfat.com

وجہ ترقیم

ڈاکٹر جاویدہ حبیب

اچھا انسان اور اچھا فن کار اُسے سمجھنا چاہیے جو اپنے قارئین کو تحریروں کے ذریعے کسی طرح کا فریب نہیں دیتا اور غلط بیانیوں سے قارئین کو اندھیروں کے لامتناہی سلسلوں میں نہیں بھٹکاتا۔

تحقیق کا جہاں تک تعلق ہے میں سمجھتی ہوں کہ کوئی بھی تحقیق حرف آخر نہیں ہوسکتی۔ صحیح تحقیق بعد کے محققین کو بھی صحیح راہ دکھاتی ہے۔ اگر ایک سچا محقق تحقیق میں مسلسل عرق ریزی، پاکیزہ لگن اور درست راہ اختیار کرے تو تحقیقی ادب میں نئے ابواب کا اضافہ ہوگا۔ یہ رویہ محقق کو بھی زندہ جاوید بنائے گا اور تحقیقی روش کو بھی معتبر کرے گا۔

میری یہ کوشش رہی ہے کہ میں مستحسن رویہ ہی اختیار کروں میں نے ایک ایسا موضوع تلاش کیا ہے جو بہت ہی دقیق اور تحقیق طلب ہے۔ میرے آگے "تاریخ اُدب اُردو" کے قابل ترین مصنف ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ قول بار بار آتا رہا اور یہی مجھے اس کتاب کی تصنیف کی طرف مائل کیا۔ موصوف کے قول کا ماخذ یہ ہے کہ جنوبی ہند کی سرزمین ایک ایسی متبرک سرزمین ہے جس میں جید علماء، بزرگ ترین صوفیاء، قدسی صفات عارفین اور نور باراں مشائخین سلاسل کلیہ نے سانسیں بھی لیں اور آسودہ خواب بھی ہوئے۔ ان بزرگوں کے آستانے تمل ناڈو کے چپے چپے میں موجود ہیں یہ وہ بزرگ ہیں جن کے وجود سے کفرستان، اسلام کی روشنی پا کر پاک سرزمین بنا۔ اگر یہ بزرگ نہ ہوتے تو اس برصغیر کا یہ علاقہ آج بھی کفر کی تاریکی میں ڈوبا رہتا۔ ان ہی کے طفیل سے ہم سب مسلمان ہیں۔ ان پر اگر ہم کچھ نہ لکھیں تو ہماری تحقیق ناقص اور ایک بہت بڑے خلاء والی تحقیق ہوگی۔ اس خلاء کو پر کرنے میں کبھی کبھی کسی نے کوشش ضرور کی ہے مگر کلی طور پر کسی نے پورا احاطہ نہیں کیا۔ اللہ کا فضل ہے کہ وہ اپنے حبیبؐ کے واسطے سے مجھ میں ایک ایسی ہمت پیدا کی کہ میں اس کام پر کمر بستہ ہوگئی۔ مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا اور متعدد وسائل کی کھوج کی۔ میری یہ کوشش رہی کہ کوئی بزرگ تذکرے میں چھوٹ نہ جائے۔ بعض بزرگوں کے تفصیلی حالات پورے اسناد کے ساتھ میسر ہوئے اور بعض کے حالات اُدھورے ملے جن میں ان بزرگوں کی زندگی کے صحیح حالات کا پتہ نہ چلا مثلاً تاریخ پیدائش، تاریخ وفات اور ولدیت وغیرہ وغیرہ۔ تاہم ان کو بھی لینے میں تامل نہ کیا۔ ہزاروں بزرگ اس سرزمین میں پردہ پوش ہیں جن

Marfat.com

کی تفصیل مقامی لوگوں کے پاس بھی موجود نہیں ہے نہ ہی ان کے مجاوروں کے پاس۔ان کو بھی اشارتاً میں نے جگہ دی ہے۔اسی اُمید پر کہ آئندہ تحقیق سے کام لے کر کوئی بھی اقدام کرسکتا ہے۔ان کا حوالہ ہی کافی سمجھا گیا میری کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے۔میری تحسین یا تنقیص جو بھی ہو مجھے ان بزرگوں کے لئے گوارا ہے۔

جاوید حبیب

(نوٹ : یہاں ایک خاص بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں وہ یہ کہ جن اولیاء کے حالات میں نے پیش کئے ہیں ان کی فہرستی ترتیب میں زمانی و مکانی قرب و بعد کی طرف بالکل دھیان نہیں دیا نیز ہر بزرگ اپنی جگہ فضیلت کے اعتبار مسلّم ہے اس لئے ترتیب میں میرے نزدیک بڑے چھوٹے کا کوئی سوال ہی نہیں۔صرف جغرافیائی مقامات کے اعتبار سے ان کو ہجائی ترتیب میں پیش کیا ہے۔)

Marfat.com

جائزہ

علیم صبا نویدی

ہندوستان میں عربوں کی آمد "حیات النبی ؐ" ہی کے دور میں شروع ہو چکی تھی (تمل ناڈو میں صحابہ کرام ؓ کی آمد ہی کو اولیت کا درجہ دیا جاسکتا ہے حضرت عکاشہ ؓ نے محمود بندر کو اور حضرت تمیم انصاری ؓ نے کولم شریف نزد مدراس کو اور حضرت مالک بن دینار تابعی مغربی ساحل (ملیبار) کو اپنا مستقر بنایا اور نور ہدایت سے کفر کو پامال کیا) مگر باقاعدہ طور پر عرب تاجروں کے گروہ جب ہندوستان آنے لگے تو ان کے قدم شمال سے پہلے جنوب ہی میں پڑے اور جنوب میں ان کی آمد بندرگاہوں کے شہروں میں ہوئی کیوں کہ وہ بحری راستوں سے ہندوستان آئے تھے عبداللہ بن انور نامی ایک اسلامی مبلغ کا نام لیا جاتا ہے جو چولا دور حکومت میں تمل ناڈو کے مشہور شہر ترچناپلی (یہ موجودہ نام ہے) میں آئے تھے۔ ترچناپلی کا قدیم نام اورے یور (Uraiyur) تھا جو چولاؤں کا پایہ تخت تھا۔ اس مقام پر عبداللہ بن انور کے زمانے کی ایک قدیم مسجد بھی ہے جو آج کھنڈروں میں تبدیل ہو گئی ہے۔ یہیں ہمیں یہاں کے ابتدائی دور کے بزرگ حضرت نطہر ولی (عرف حضرت مظہر اولیاء طبل عالم بادشاہ) سے روشناسی ہوتی ہے جن کی وفات 673ھ م 1274ء میں ہوئی تھی ڈاکٹر شعیب عالم نے اپنی انگریزی تصنیف "عربک اروی اینڈ پرشین ان سرندیپ اینڈ تمل ناڈو" میں یہ اطلاع دی ہے کہ 442ھ میں دو عرب مسلم عالم مالک الملک اور علی شاہ تمل ناڈو آئے اور مدورئی میں قیام پذیر ہوئے تھے اس وقت سندرا پانڈیا المعروف بہ "کن پانڈین" کی حکومت تھی انھوں نے بادشاہ سے دس ہزار سونے کے سکوں کے عوض چھے گاؤں خریدے تھے جہاں مسلم آبادی قائم ہوئی۔ مراوانا سندر پانڈین ثانی کے دور حکومت (636 تا 649ھ م 1238ء تا 1251ء) میں لوگوں کے اپنی مرضی سے اسلام قبول کرنے کی مثال ملتی ہے۔ یہاں ستار (Sittar) نامی دانش ور عالم اور طب پیشہ خاندان کے افراد نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کیا تھا ان میں ایک مشہور شخصیت یعقوب ستار کی تھی۔ جس کا نام قبول اسلام سے پہلے "رام دیوا" تھا۔ سوال یہ ہے کہ ان کو اسلام کی طرف رغبت دینے میں کونسے عناصر کارگر ہوئے تھے یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ شمال میں جب محمد بن قاسم کی آمد ہوئی اور سندھ میں اسلام کی روشنی پہنچی تھی تو اس سے پہلے ہی جنوب کے ساحلی علاقوں میں نہ صرف اسلام پھیل چکا تھا بلکہ اس کی جڑیں بھی مضبوط ہو چکی تھیں 1300ھ م 1882ء

Marfat.com

میں جب ابن بطوطہ نے جنوبی ہند کا سفر کیا تھا تو ساحل ملیبار سے لگے ہوئے علاقوں کا اس نے بھرپور جائزہ لیا اس کی حیرت تھی کہ یہاں کہ لوگ اتنے وسیع النظر اور زود اثر پذیر تھے اُنھوں نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کرلیا تھا نہ صرف مسلمانوں کی آبادی بڑھ گئی تھی بلکہ مسلم سلاطین کا بھی دور شروع ہو چکا تھا نیز ان کے سکے بھی رائج الوقت تھے۔

تاریخ کی مختلف کتابوں میں عرب۔ ہند تعلقات کے بہت سارے تاریخی واقعات مل جاتے ہیں ساحل کرناٹک اور ساحل ملیبار وغیرہ میں ان عربوں کے تعلقات نہ صرف تجارتی تھے بلکہ مذہبی اور علمی بھی تھے آج سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ہی قرآن پاک کے تراجم کئی زبانوں میں ہوگئے تھے "نقوش سلیمانی" میں سید سلیمان ندویؒ نے بہت سے عرب جہاز رانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عراقی النسل عربوں کی آمد کا بھی تذکرہ کیا ہے اور اس تذکرے میں آپ نے ایک شہر منصورہ کے بادشاہ عبداللہ اور "الرا" (الور) کے راجہ کے درمیان 270ھ م 883ء میں تعلقات کا تذکرہ کیا ہے اس راجہ کو اسلام کی دعوت بھی دی گئی تھی اور اسی کے دور میں قرآن شریف کا ہندی (ہندوستانی) میں ترجمہ ہوا تھا۔ عرب ہندوستان کو براہ راست نہیں آئے تھے بلکہ وہ تجارتی غرض سے دیگر ممالک سے ہوتے ہوئے ہندوستان آئے اس وجہ سے ان کے ساتھ دیگر ممالک کے افراد بھی ہندوستان میں آنے کا باعث بنے مثلاً ایرانی، ترکی، فلسطینی، مصری، یمنی، شامی، عراقی وغیرہ۔

شمال کے مدبرین اور صوفیاء کرام نے خصوصی طور پر محمد بن تغلق کے دور میں جنوبی ہند کے ٹمل تلگو اور ملیالم بولنے والے علاقوں کا جائزہ لیا ہے۔ حضرت امیر خسرو (خلیفہ حضرت محبوب سبحانی خواجہ نظام الدین اولیاء) نے اپنے سفر نامہ میں ٹمل علاقوں میں مسلمانوں کی بود و باش کا ذکر کیا ہے آپ نے ملیبار کے سلسلے میں ایک شعر بھی کہا ہے۔

به بے نیازی او کعبه خسته و خوار است
بیاد بیں که خرابش چوں ملیبار است

800ھ م 1397ء میں تیمور لنگ کے ہندوستان پر حملے میں دہلی کو تاخت و تاراج کیا اسی وقت مسلمان صوفیاء علماء اور عارفین کی بہت بڑی تعداد منتشر ہو کر اِدھر اُدھر کے علاقوں میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور ہوگئی تھی۔ تغلق خاندان کے آخری تاجدار سلطان ناصر الدین محمود نے تیمور لنگ کا زبردست مقابلہ کیا مگر اس کو شکست ہوئی۔ اسی شکست و ریخت کے دور میں امام الاولیاء سید السادات حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسودرازؒ خلیفہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ" دہلوی (المتوفی 8/رمضان 757ھ م 1356ء) دہلی میں سجادہ نشین تھے اُنھوں نے بھی مجبور ہو کر دہلی چھوڑ کر دکن کا رُخ کیا (سلطان فیروز شاہ بہمنی نے حضرت

Marfat.com

گیسودراز کو گلبرگہ میں سکونت پذیر ہونے کی درخواست کی جسے آپ نے منظور کرلی۔ آپؒ نے اپنی عمر کا زیادہ تر حصہ گلبرگہ ہی میں بسر کیا اور 16 ذی القعدہ 825ھ م 1421ء بروز دوشنبہ ایک سو سال کی عمر میں رحلت پائی)

دہلی سے ہجرت کرنے کے معاملے میں صرف تنہا آپ کاربند نہیں ہوئے تھے بلکہ بہت سے صوفیاء کرام اور اہل بصیرت کو بھی یہ مشورہ دیا کہ ان کے لئے اشاعت اسلام کا بہترین اور پرسکون ماحول دکن اور اس کے اطراف کے جنوبی علاقوں میں مل سکتا ہے۔ یہ دور سلطان فیروز شاہ بہمنی کا دور بھی تھا اور اس رحم دل سلطان کی نظر عنایت بھی ان نورانی شخصیتوں کو سہارا دے رہی تھی۔ یہاں یہ بھی کہتا چلوں کہ "تاریخ فرشتہ" میں ملا محمد قاسم نے یہ اطلاع دی ہے کہ بہمنی سلاطین میں محمود شاہ السنہ مشرقیہ میں ایک ماہر اور فیاض بادشاہ تھا اسی کی دعوت پر حضرت خواجہ حافظ شیرازیؒ بھی دکن آئے تھے اور اس مٹی کو سعادت بخشی تھی۔ حضرت گیسودرازؒ کی دکن میں آمد سے چشتیہ سلسلے کی بنیاد اور استوار ہوئی اور غالباً جنوب میں اور خصوصاً ٹمل ناڈو کے علاقوں میں قادریہ سلسلے کے بعد اگر کسی سلسلے کو پہنچنے کا موقع ملا تو بھی چشتیہ سلسلہ ہے اس طرح ہم حضرت گیسودراز کو اس چشمے کا منبع و ماخذ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اس تذکرے میں کئی بزرگ ہستیاں سلاسل اربعہ کے خرقہ پوش و دستار بند پائے جاتے ہیں۔ ٹمل ناڈو میں تصوف اور عرفان کی روشنی کسی ایک خاص فرد کی بدولت نہیں بلکہ مختلف ادوار سے تعلق رکھنے والی متعدد بزرگ شخصیتوں کے باعث ہے جو اعزاز ٹمل ناڈو کو حاصل ہوا وہ کسی اور ہندوستانی خطہ ارض کو حاصل نہ ہو پایا۔

بہمنی دور کے زوال کے بعد بہت سارے علماء صوفیاء اور اولیاء کرام نے جنوب کا جب رُخ کیا تھا اس وقت عادل شاہی دور کو پوری تقویت مل چکی تھی اس دور میں اور اس کے ساتھ ہی قطب شاہی دور میں بہمنی دور کے پھوٹے ہوئے دینی علمی و ادبی سوتے، مزید روانی پاکر جنوب کی طرف بہنے لگے تھے۔ بیک وقت عادل شاہی اور قطب شاہی دور میں بڑی تعداد میں دینی و علمی خانوادے مدراس، آرکاٹ، ویلور، ترپاتور، سیلم، کرشنا گری، تنجاور میں مستقل طور پر اپنی اپنی خانقاہوں کے ساتھ ترویج مذہب و طریقت میں منہمک ہو گئے۔ ان عظیم المرتبت اولیاء کرام میں اکثریت قادریہ سلسلے سے تعلق رکھنے والوں کی تھی۔ انھی بزرگانِ دین میں حضرت نور قادری ویلوری، حضرت قادر ولی گنج سوائی ناگوریؒ، حضرت شیخ سلطان ابراہیم شہید، حضرت عبدالحق مخدوم ساویؒ، حضرت ابوالحسن قربی ویلوریؒ، حضرت سید موسیٰ قادریؒ، حضرت سید تراب علی شاہ قادریؒ، حضرت سید کریم اللہ شاہ قادریؒ، حضرت سید رحمت شاہ قادری، حضرت سید فضل اللہ قادریؒ اور تاج پورہ میں صبغتہ اللہی کے بزرگ حضرت سید شاہ صبغتہ اللہ الحسینی والقادریؒ نائب رسول کے خانوادے کے جانشین حضرت سید شاہ روح اللہ حسینی القادریؒ کا سلسلہ وار اولیاء کا خاندان وغیرہم نے اس دینی علمی اور طریقتی

Marfat.com

دھارے کو ایک رودِ تیز رفتار میں جاری وساری کر دیا۔ آج بھی تمل ناڈو کے چپے چپے میں ان بزرگانِ دین کی نور آور اور فرحت بخش خوشبوئیں ایک عالم کو مہکا رہی ہیں۔

اس تذکرے میں راقمہ نے ہر ایک بزرگ سے متعلق قارئین کو مطمئن کرنے کی حتی الامکاں کوشش کی ہے۔ راقمہ کی جتنی استطاعت اور جہاں تک رسائی تھی اس میں ذرا بھر بھی کوتاہی نہیں کی گئی اگر کسی کے تذکرے میں تشنگی کا احساس قاری کو ہو تو اس کا باعث راقمہ کا قلم نہیں بلکہ ان شخصیات سے متعلق مواد فراہم کرنے والی تاریخی اور غیر تاریخی ذرائع میں ہی خام نگاری تھی۔ کہیں کسی کی تاریخ پیدائش و وفات کا پتہ نہیں تو کسی کی وطنیت کا، کہیں کسی کے زندگی کے حالات ہی کو مبہم رکھا گیا ان بزرگوں کے آستانوں کے اکثر و بیشتر خادمین کے پاس بھی سندی دستاویز عنقا ہیں۔ شاید راقمہ مجبور تھیں راقمہ کی یہ کتاب آئندہ کے محققین کے لئے ایک پیش قدمی ہی بن جائے تو اس کے لئے بڑی فخر کی بات ہے اس کے طفیل سے راقمہ کی زندگی کی ساعتیں نوری بن جائیں تو اس کا مقصدِ تحریر پورا متصور کیا جائے گا۔

یکم جنوری ۲۰۰۲ء

Marfat.com

الف (ترچنا پلی)

ترچی حضرت نظہر ولیؒ (الموسوم بہ طبل عالم ومظہر اولیاء)

حضرت سید بابا مظہر الدین سرمست طبل عالمؒ عوام وخواص میں نظہر اولیاء اور مظہر ولی کے القاب سے معروف ہیں۔[1] کہتے ہیں کہ آپ کے ننانوے (99) نام ہیں۔آپ استنبول کے رہنے والے تھے۔حضرت امام زین العابدینؓ سے آپ کا تعلق آٹھ نسلوں میں آملتا ہے۔حضرت نظہر ولیؒ کو حضرت شیخ شہاب الدین چودھری قدس سرہ العزیز سے فیض ارادت وخلافت حاصل ہوا۔آپ ترچنا پلی کب آئے کن کن حالات میں آئے اس کی کسی نے وضاحت نہیں کی ہے۔البتہ آپ کی تاریخ وفات 15/ رمضان المبارک 673ھ م 1274ء ہے جو ذیل کے قطعے سے ماخوذ ہے

ظہور مظہر حق ، نور سید الثقلین شہ مظہر دیں طبل عالم کونین
سوال سال وفاتش نمودم از ہاتف جواب آمدہ از عرش ''نور نور العین''[2]
(673ھ)

کہا جاتا ہے کہ جب آپؒ یہاں آئے تھے سات سو لوگ آپ کی پالکی کے ساتھ ساتھ پالکیوں میں آئے تھے۔

آپ کا مزار مبارک قلعہ کے باہر فرنگی گیٹ سے منسلک ہے۔اس پر ایک گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔اس گنبد میں چار مقبرے ہیں پہلا حضرت نظہر ولیؒ کا مقبرہ ہے۔دوسرا خواجہ تاش حضرت شمس گویاںؒ کا مقبرہ جو حضرت شیخ شہاب الدین چودھریؒ ہی کے خلیفہ تھے۔ان دونوں مقبروں کی تانبے کی سلاخوں سے حد بندی کردی گئی ہے۔ان کی پائنتی میں دو اور قبریں ہیں جن میں سے ایک عبدالقادر رحمان بھنڈاری کی قبر ہے جو فقیروں میں خیرات تقسیم کیا کرتے تھے۔دوسری قبر کرُ ماما جانکی کی ہے جو راجہ کی بیٹی تھی جو حضرت نظہر اولیاء کی بڑی معتقد تھی اور جس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

حضرت نظہر ولیؒ کو دنیا سے پردہ پوش ہوئے تقریباً آٹھ سو سال کا عرصہ ہوا ہے مگر آج بھی لوگوں میں آپ سے عقیدت ویسی ہی ہے جیسی آپ کی زندگی میں تھی۔آپ ایک حیثیت سے جلالی کیفیت کے حامل تھے۔مراقبہ اور مکاشفہ میں آپ کو تنہائی اور گوشہ نشینی پسند تھی۔اس جلالی کیفیت کے باعث ان کا مزار مبارک بھی ہجوم کو ناپسند کرتا ہے۔یہاں آنے والوں کو بھی کچھ اس طرح کا ہی احساس ہوتا ہے۔لوگ آپ کے مزار

1 آپ کا نام بقول حسرت سہروردی حضرت مظہر ولی طبل عالم بادشاہ ہے نیز آپ کے نام سید مظہر الدین بن سید احمد، دور سمندر، داداحیات قلندر، مظہر ولی اور مردان غالب بھی بتاتے ہیں اور آپ کی وفات کی تاریخ 417ھ بتاتی ہے صفحہ نمبر 8 "Birds Eye View of Saints and Sufis of Tamil Nadu".

2 غالباً عبدالقادر ناظر کا کہا ہوا قطعہ ہے

Marfat.com

پر زیادہ دیر نہیں ٹھیرتے۔آپ کی کرامات اور خرقِ عادات کا ملک بھر میں شہرہ ہے۔آپ کے باعث اس شہر میں ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا اور راہ ہدایت پائی تھی۔

حضرت نطہر ولیؒ کی درگاہ ایک کشادہ رقبہ زمین کے احاطہ میں ہے جس میں چار سلاسل کے بزرگوں کے لئے رہائش گاہیں، سرائے، ایک مسجد، ایک کنواں، لاتعداد قبریں، ایک صحن اور دو نقار خانے ہیں ایک نقار خانہ حضرت نطہر ولیؒ کے لئے اور دوسرا محمد علی خان بہادر نواب والا جاہ اول کے لئے تھا۔آج کل یہ نقار خانے خاموش اور بے صدا ہیں۔صرف عرس کے دنوں میں ان میں نوبت بجتی ہے۔

ترچی حضرت سید فتح اللہ نوریؒ

کہا جاتا ہے کہ نطہر اولیاءؒ کے دور میں کئی خلفاء اور حضرتؒ کے مریدین صاحب کرامات گذرے ہیں۔ان کے ہم عصروں میں حضرت سید فتح اللہ نوریؒ اور حضرت شمس پراںؒ (خواجہ تاشؒ) کے نام لئے جاتے ہیں۔اول الذکر بزرگ حضرت سید فتح اللہ نوریؒ کا مزار قلعہ کی دیوار کو نصب کرتے وقت نمودار ہوا تھا۔کہا جاتا ہے جب مزدور کا سبّل زمین میں اترا تو وہ خون سے تر نکلا تھا۔اس کو نظر انداز کر کے دیوار چنی گئی مگر دوسری صبح آکر دیکھنے پر دیوار منہدم تھی۔کئی بار دیوار چنی گئی تھی اور ہر بار دیوار گر پڑی تھی۔اس دور کے راجہ وجیا رنگا چوکا ناتھ تھے وہ اس جگہ آئے اور منت مانی کہ اگر دیوار ایستادہ ہوگئی تو وہ وہاں ایک گنبد تعمیر کریں گے۔رات کو راجہ کے خواب میں اس بزرگ نے اپنا نام، سلسلے کا تعلق وغیرہ بیان کیا۔وہاں گنبد تعمیر کیا گیا اور آپؒ کا نام کندہ کرایا گیا۔آپ کا عرس ہر سال 12/رجب المرجب کو ہوتا ہے۔

غرض وہ حضرت نطہر ولیؒ کے وقت کے بزرگوں میں سب سے نمایاں اور صاحب کرامات بزرگ سمجھے جاتے تھے۔

حضرت نطہر ولیؒ کے دیگر کئی مریدین اور خلیفے گذرے ہیں۔ان میں سب سے زیادہ شہرت یافتہ بزرگوں میں چند نام یہ ہیں: (۱) حضرت بابا فخر الدینؒ (پلّو کونڈا، آندھرا پردیش) (۲) حضرت بابا حیدر صفدرؒ (ملبا گل، کرناٹک) (۳) حضرت ابراہیم شہیدؒ (اراواڈی، ٹمل ناڈو) (۴) حضرت منصورؒ (تنجاور، ٹمل ناڈو) (۵) حضرت شمس گویاں (ترچی)

ترچی حضرت بابا فخر الدینؒ

افغانی سرحدی علاقے سیستان کے بادشاہ تھے۔آپ کے دل میں عشق الٰہی اتنا گہرا ہوتا چلا گیا کہ اُنھوں نے بادشاہت کو ترک کیا اور اپنی ماں کی اجازت لیکر ہندوستان کی طرف ایک کامل ولی کی تلاش میں

Marfat.com

نکل پڑے۔ یہاں آپ کی ملاقات حضرت نطہر ولیؒ سے ہوئی اور ان سے بیعت وخلافت حاصل کی۔ پھر آپ کو اپنے شیخ کی جانب سے حکم ہوا کہ وہ پنوکونڈا کی طرف روانہ ہو جائیں۔ غرض حسب حکم آپ نے 100 مریدین کے ہمراہ پنوکونڈا کی جانب رُخ کیا اور وہیں سکونت اختیار کرلی اور یہیں آپ نے لوگوں کے دلوں میں وحدانیت وطریقت کے بیج بوئے اور یہیں وفات پائی۔ آپ کے خلفاء ومریدین کی طویل فہرست بتائی جاتی ہے۔ آج بھی آپ کا روضہ ہر قسم کے فکر وخیال، عقیدہ والوں کو اپنی طرف مائل کرتا ہے اور ہزاروں لوگ جوق در جوق یہاں آتے ہیں۔

تربت حضرت بابا حیدر صفدرؒ

آپ بھی حضرت نطہر ولیؒ کے مخصوص مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ کا مزار بنگلور کے قریب ملباگل میں واقع ہے۔

تربت حضرت شمس گویاںؒ

کہا جاتا ہے کہ آپ بھی حضرت نطہر ولیؒ کے خاص الخاص مریدوں اور خلفاء میں سے ایک ہیں۔ آپ کو اپنے شیخ سے بہت محبت وعقیدت تھی اسی لئے وہ اپنے شیخ کی دوری بالکل برداشت نہیں کرتے تھے۔ اپنے شیخ کی وفات کا صدمہ وہ برداشت نہ کر پائے اور اچانک آپ کا انتقال ہو گیا اور انھیں ان کے شیخ کے مقبرہ ہی میں سپرد خاک کیا گیا آج بھی ان کا نام اکثر وبیشتر لوگوں کی زبانوں پر سنائی دیتا ہے۔

تربت حضرت شمس پراںؒ

آپ حضرت نطہر ولیؒ کے خلفیہ ہیں بعض لوگ اُنھیں حضرت نطہر ولیؒ کے ہم عصر کہتے ہیں اور اسی سلسلے کے بزرگ بتاتے جس سلسلے میں حضرت نطہر ولیؒ تھے۔ آپ کی وفات رمضان المبارک میں ہوئی تھی اس لئے ہر سال 27/رمضان المبارک کو آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ آپ کا مزار شریف قلعے کے اندر کو جار گھٹھ (تالاب) کے بازو واقع ہے۔ ان کی کراماتوں میں سے ایک کرامت یہ کہی جاتی ہے کہ وہ شمس (سورج) کی طرف اُڑان بھر کے جاتے تھے۔ اسی لئے آپ کو "شمس پراں" کا خطاب دیا گیا تھا۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ دراصل ان کو "شمس برہنہ" کہا جاتا تھا جو بگڑ کر شمس پراں بن گیا ہے۔ یہ قول درست ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ آپ نہ ہی مجذوب تھے اور نہ ہی مجنون آپ ایک باہوش ولی تھے اور باہوش اولیاء خلاف شریعت کوئی بھی کام نہیں کرتے۔ آپ کس طرح برہنہ رہ سکتے ہیں؟ آپ کے مزار پر ایک چھوٹا سا گنبد تعمیر

Marfat.com

ہے۔ جس وقت اس کے بازو میں ایک مسجد تعمیر ہوئی تھی تو نواب شمس اللہ بہادر نے آپ کے مزار پر بھی ایک گنبد بنانے کا حکم دیا تھا۔ آپ کے مزار کے روبرو ایک کنواں بھی واقع ہے اور یہ غلط عقیدہ پھیل گیا ہے کہ جو کوئی اس کنوئیں کے پانی سے غسل کرے گا وہ "سید" ہو جائے گا۔ سید وہی ہو سکتا ہے جو حضور اکرمؐ سے حسب ونسب سے واسطہ رکھتا ہو۔ نہ معلوم کتنے لوگ اس طرح "سید" بن گئے ہیں۔ اس قسم کے دھوکے کو اللہ تعالٰی ہرگز پنپنے نہیں دے گا اور ایسی نسل کو ختم کر دے گا۔ آج کل ایک سڑک جو اس درگاہ سے گذرتی ہے اس کا نام شمس پراں، اسٹریٹ رکھا گیا ہے۔

ترچی حضرت شاہ نصیر الدینؒ

آپ حضرت نطہر ولیؒ قدس اللہ سرہ العزیز کے خلیفہ ہیں آپ کو اپنے شیخ و مرشد سے بے انتہا محبت اور عقیدت تھی اور آپ بھی صاحب کرامات بزرگ ہیں۔ آپ کا مزار شریف نطہر ولیؒ کی درگاہ کے احاطے سے باہر واقع ہے۔ ہر سال 20/ ربیع الاول کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

ترچی حضرت سید عبد الوہاب قادریؒ

حضرت سید عبد الوہابؒ بہت بزرگ اور صاحب علم و صاحب کرامات تھے۔ آپ کے علم و فضل کے بہت چرچے تھے۔ آپ "نہر عروس" (عروس کالوا) پالاکرائی کے کنارے مدفون ہیں۔ آپ کے حسن اخلاق کے بھی بہت چرچے ہیں۔ آج بھی آپ کی کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کم صاحب فہم اور ان پڑھ آپ کے مزار کی خاک پر 40 دن اپنی زبان رگڑتے ہیں یا آپ کی مزار کی خاک لے جا کر 40 دن تک بلاناغہ چاٹتے ہیں تو وہ فہیم وذکی بن جاتے ہیں اور ان پڑھوں میں حصول علم کا شوق اُبھر آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا حسب ونسب حضرت عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز سے جاملتا ہے۔ حضرت شاہ فیض اللہؒ اور حضرت شاہ نصیر الدینؒ آپ کے تلامذہ میں سے تھے اور ان کو آپ سے ارادت و خلافت بھی حاصل تھی۔ حضرت سید عبد الوہاب کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات سے لوگ ناواقف ہیں مگر کہا جاتا ہے کہ آپ نے 6/ شوال المکرم 1203ھ م 1788ء کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا تھا کیوں کہ اس تاریخ و ماہ میں آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

ترچی حضرت شاہ فیض اللہ شاہ قادریؒ

آپ لکھنؤ سے آکر تینور نامی قصبے میں بس گئے تھے جو ترچرترچی کے ضلع میں واقع ہے آپ کا مزار

Marfat.com

چتور کو جانے والی سڑک کے کنارے ایک کھیت میں واقع ہے۔آپ کے مزار پر ایک مینار و گنبد موجود ہے اس سے منسلک ایک مسجد بھی ہے۔آپ کی درگاہ کو لوگ "ایک مینارہ درگاہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔آپ کی درگاہ بڑی شان دار، پرشکوہ، پاک وصاف اور کشادہ صحن و باغ کے درمیان واقع ہے۔آپ صاحب دعوات و کرامات ولی تھے۔کسی مٹی کے لوٹے پر حاکم وقت کا نام لکھ کر اس لوٹے کو گھما دیتے تھے تو وہ حاکم کشمکش اور اضطراب کے عالم میں گرفتار ہو جاتا تھا۔اس طرح وہ حاکم وقت سے بہت سی باتیں منوا کر غریبوں کے لئے آسانیاں اور سہولتیں تلاش کرتے تھے۔جب آپ حضرت نطہر ولیؒ کے دربار میں حاضری دینے آئے اور گنبد میں داخل ہوئے تو آپ کو حضرت نطہر ولیؒ کی برکات وعنایات حاصل ہوئیں اور ان سے مستفیض ہو کر آپ تینور میں آکر بسے تھے ہر سال 17/رمضان کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

ترچی　حضرت سید شاہ فرید الدین شہیدؒ

آپ ایک گوشہ نشین بزرگ تھے اسی لئے آپ نے کاکا توپ نامی جگہ کا انتخاب کیا تھا جو قلعے سے تقریباً تین کلو میٹر دور واقع ہے۔آپ اپنی روزی خود کما کر کھاتے تھے اور کسی پر تکیہ نہیں کرتے تھے۔ہمیشہ تلقین و دعوت سے کام لیتے رہتے تھے۔کفار آپ سے حسد کرنے لگے اور موقعہ پا کر انھوں نے آپ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے شہید کر دیا تھا۔آپ کے مزار پر ایک گنبد تعمیر ہے۔اس کے قریب ایک چھوٹا سا پہاڑی ٹیلہ ہے۔اس پر سے ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ ابل کر چٹانی برتن نما حصے میں جمع ہوتا ہے۔لوگ، عموماً عورتیں ان میں اپنی انگلیاں ڈبو کر منت مانگتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان کی منتیں پوری ہوتی ہیں۔اس کا ذائقہ دودھ اور شہد جیسا ہوتا ہے (ایک روایت یہ بھی ہے کہ کسی وقت یہاں ایک جیل خانہ تعمیر کیا گیا اور جب سپاہی اپنے ناپاک ہاتھ اس چشمے میں ڈبوئے تو اس کا پانی سوکھ گیا تھا مگر بعد میں توبہ کی گئی تو پانی پھر سے آکر جمع ہونے لگا۔) آپ کے بارے میں ایک بات مشہور یہ ہے کہ آپ ٹیپو سلطان شہیدؒ کی فوج کے ایک جنرل تھے۔آپ کا عرس 12/ذی قعدہ کو منایا جاتا ہے۔

ترچی　حضرت چاند مستانؒ

آپ سلسلہ طیفوریان (Tayfurian) سے تعلق رکھتے تھے۔لوگوں کو آپ سے بڑی عقیدت تھی آپ نے یکم/ذی الحجہ کو دنیا سے پردہ کیا۔آپ کے مزار پر ایک بڑا سا گنبد تعمیر ہے جو مدورائی سڑک پر حضرت مظہر ولیؒ کے مزار کے قریب واقع ہے۔ان کے خرقِ عادات سے متعلق بہت سے واقعات لوگوں میں مشہور ہیں۔ان میں سے ایک حسب ذیل ہے۔

Marfat.com

آپ کے حسین حیات ترچی میں رانی منگمال راج کرتی تھی۔اس کے دور میں ایک مرتبہ ترچی میں سخت سوکھا اور قحط پڑا۔لوگ بارش کے لئے ترس رہے تھے۔رانی کو بھی تشویش ہوئی اس نے حضرت چاند مستانؒ کی خدمت بابرکات میں حاضر ہوکر بارش کے لئے دعاء کرنے کی درخواست کی۔اس کی موجودگی ہی میں حضرت چاند مستانؒ نے دعاء کے لئے ہاتھ اُٹھایا ہی تھا کہ موسلا دھار بارش ہونے لگی اور لگا تار تین دن تک بارش نے رُکنے کا نام نہیں لیا۔اس سے خوش ہوکر رانی نے حضرت چاند مستانؒ کو تحفتاً کچھ اراضی پیش کرنا چاہا۔وہ اس سلسلے کا ایک پروانہ تیار کر کے لے آئی اور کہا کہ اس نے چند دیہات آپ کے نام خانقاہ کے اخراجات کو برداشت کرنے کے لئے لکھ دیئے ہیں،شام کا وقت تھا ولی بزرگوارؒ نے وہ پروانہ چپکے سے لے لیا اور شمع کی لو پر رکھ دیا اور کہا کہ پروانہ ہمیشہ شمع پر نثار ہو جاتا ہے۔رانی اس سے متاثر ہوئی اور بڑی سنجیدگی اور عقیدت سے درخواست کی کہ کم از کم وہ اس بات کو قبول کریں کہ آپ کی اور آپ کے ارادت مندوں کے روزانہ اخراجات کی فراہمی کے لئے رانی کو اجازت دیں۔آج بھی گو کہ کئی حکومتیں بدل گئیں،یہ وظیفہ جاری و ساری ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت چاند مستانؒ عورتوں کی طرح ملبوس رہا کرتے تھے اور اپنے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنتے تھے۔اس طرح کے فقیروں کو ''سہاگ کے فقیر'' کہا جاتا ہے۔یہ عقیدہ ہے کہ وہ روحانی طاقت کی دلہنیں ہیں جو کہ بالکل غیر شرعی بات ہے۔معلوم نہیں چاند مستانؒ کا ایسا کوئی عقیدہ تھا یا نہیں۔لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ ''سہاگ کے فقیروں'' کے سلسلے سے ہی تعلق رکھتے تھے۔واللہ اعلم بالصواب آپ کا مزار آماجگاہ عوام ہے۔

ترچی حضرت سید زین العابدینؒ

آپ کا مزار تینور ریلوے کراسنگ کے قریب واقع ہے۔ان سے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے۔ انگریزی راج کے دوران چند قیدیوں کو جنھیں لوٹ مار اور قتل کے الزام میں قید کیا گیا تھا سڑک بچھانے کے کام میں لگایا گیا۔اس سڑک پر ایک ستر سالہ مزار موجود تھی۔ایک قیدی کا پاؤں ایک پاؤں سے الجھ گیا جو مزار سے نکلا ہوا تھا۔اُنھوں نے بھی دیکھا کہ مقبرہ سے تازہ خون بہنے لگا تھا۔سپاہیوں اور قیدیوں نے احتیاط سے زمین کی کھدائی کی جہاں سے خون رس رہا تھا تو دیکھا کہ زیر زمین ایک میت موجود تھی جو سفید لباس میں ملبوس تھی اور بالکل تازہ تھی۔اُنھوں نے یہ بھی دیکھا کہ بعض جگہ پر تازہ خون موجود تھا۔ایک صوبہ دار نے جو انگریزی حکومت کا وظیفہ خوار تھا یہ پیش کش کی کہ وہ اس میت کے مقبرہ پر ایک گنبد تعمیر کرنا چاہتا ہے۔انگریزی حکومت سے اس کی اجازت مل گئی۔رات کو خواب میں اس بزرگ نے صوبہ دار کو اپنے نام اور اپنی سرگزشت

Marfat.com

سے آگاہ کیا۔ اس طرح وہ مقبرہ خاص و عام کی زیارت گاہ بنتا گیا۔ لوگ یہاں باقاعدہ آ کر فاتحہ پڑھتے رہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہاں لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

حضرت سید کریم محمد قادریؒ

آپ "حضرت صاحب" کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ حضرت شاہ صبغۃ اللہ قادریؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ قلعہ میں نواب امیر الامراء بہادر مسجد کے قریب آپ مدفون ہیں۔ آپ کی دعاؤں میں بڑی تاثیر تھی۔ کہتے ہیں کہ نواب والا جاہ اول محمد علی خان بہادر کو آپ نے دعا دی تھی اور اس کی برکت سے نواب محمد علی خان بہادر نے نواب شمس الدولہ (چندا صاحب) سے جنگ میں فتح پائی تھی۔ آپ کا مزار بھی عوام کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ آپ نے 17/ شوال المکرم 1203ھ م 1788ء کو دنیا سے پردہ پوشی کی تھی۔

حضرت علیم اللہ شاہ قادریؒ

آپ "برہنہ شمشیر" کے خطاب سے بھی مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نوجوانی کے دور میں آپ پر حالت وجد طاری ہو جاتی تھی۔ جب قابو سے باہر ہو جاتے آپ کے متعلقین ایک کمرے میں بند کر دیتے تھے مگر آپ کمرے سے غائب ہو کر حضرت نظیر ولیؒ کے روضہ کے گنبد میں پائے جاتے۔ بعض اوقات جب آپ سوئے ہوئے ہوتے تھے تو ناگ اپنا پھن کھولے آپ کے سرہانے سر پر آسرا دیتے پایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ پر تلوار کی ضرب کا اثر ہی نہیں ہوتا تھا۔ بڑھاپے میں آپ نے ایک پہلوان کو اپنی باطنی طاقت سے ایسا پچھاڑا کہ وہ پہاڑی پر سے ایک پتھر کی طرح لڑھکتا چلا گیا۔ آپ کا انتقال 27/ ربیع الاول 1203ھ م 1788ء میں ہوا اور "عروس کالوا" کے قریب ہشت پہلو وی گنبد میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ ایک نعت گو شاعر کی حیثیت سے بھی نظیر نگر میں بے حد مشہور ہیں آپ کی نعتیں چمنستانِ اعظم (مؤلف سفیر بلیغ پوری) میں جگہ پا چکی ہیں۔

حضرت سید عماد الدین قادریؒ

آپ سادات خاندان کے ایک بزرگ تھے جن کا شمار بھی مشائخین میں ہوتا تھا۔ ان کی وفات 6/ رجب المرجب 1203ھ م 1788ء کو ہوئی۔ قلعہ میں مسجد نواب امیر الامراء بہادر کے قریب ان کی مزار ہے۔ یہ بھی صاحب کرامت بزرگ ہیں۔

Marfat.com

ترچی **حضرت سید شاہ رحمت اللہ قادریؒ**

یہ بھی ایک بزرگ گذرے ہیں جن کا انتقال 20/رجب 1203ھ م 1788ء میں ہوا اور ان کا مزار مقبرہ مسافر شاہ کے مقابل میں ''کچاسرا'' میں ہے۔

ترچی **حضرت سید شاہ عبدالرحیم قادریؒ**

اُنھوں نے بالکل سادہ زندگی بسر کی مگر بہت اعلیٰ افکار کے مالک تھے۔ ان کے گذر بسر کے ذرائع بہت محدود تھے مگر فرمانِ الٰہی کا لحاظ کرتے ہوئے کہ ''اللہ کی راہ میں خرچ کرو'' اس پر عمل کر کے جو کچھ بھی پاس ہوتا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ وہ شبینہ عبادت میں چاہے کچھ بھی ہو جائے بہت شدت سے معروف ہوتے تھے۔ وہ خود کو ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی یاد کے بغیر رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ وہ اپنی 19 سال کی عمر کو بھی نہیں پہنچے تھے جب وہ مدراس بھی آئے تھے اور یہاں مقیم ہو گئے۔ نواب صاحب نے ان کی بہترین خاطر مدارات کی تھی۔ نواب صاحب نے کھانے کے ساتھ ساتھ ان کی خدمت میں دو سو روپے کا ہدیہ بھی بھیجا تھا۔ اُنھوں نے چار دنوں میں ساری رقم ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی اور بغیر زادِ سفر واپس ہونے لگے۔ ایک سال کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی تدفین مسجد محمدی (ترچناپلی) کے قریب ان کے رہائشی مکان کے روبرو عمل میں آئی۔ لوگ اُنھیں بھی صاحب کرامت تصور کرتے ہیں۔

ترچی **حضرت خواجہ احمد شاہ حسینی چشتیؒ**

آپ پدری سلسلے میں سلطان احمد بہمنی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ماں کی جانب سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت گیسودراز سید محمد حسینیؒ الملقب بہ شہباز بلند پرواز خواجہ بندہ نوازؒ سے جاملتا ہے۔ اس لئے آپ کو اعلیٰ نسبی قرار دیا جاتا ہے مگر آپ ایک ''سادہ فقیر'' کی طرح رہا کرتے تھے۔ آپ محمد آباد بیدر کے ایک صوبہ سے ترچی آئے تھے۔ ان کی فقیری اور سادگی کو دیکھ کر اور ان کے خیالات کو سن کر لوگ اُنھیں ''رافضی'' سمجھتے تھے۔ فقیروں سے متعلق فوری رائے قائم کر لینا ان کے قہر کے شکار ہونے کے مترادف ہے۔ جس وقت نواب والا جاہ چہارم کے ترچی آنے کی خبر ملی تو اُنھوں نے کہا تھا کہ نواب صاحب اس سال نہیں آئیں گے بلکہ آئندہ سال آئیں گے۔ ان کی پیشین گوئی کے خلاف ہی نواب صاحب نے اسی سال سفر طے کیا تو خواجہ احمد شاہ حسینی چشتی نے کہا کہ وہ جب تک پہنچیں گے میں حقیقی شہنشاہ سے جاملوں گا ان کا انتقال 27/ربیع الآخر 1239ھ م 1823ء کو ہو گیا اور خواجہ پہاڑی پران کے مکان ہی میں ان کی تدفین ہوئی۔ ہر سال ان کا عرس 13/رجب کو منایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی آمد کے بارہ سال بعد رمضان میں جب وہ مراقبہ میں تھے

129501

Marfat.com

پھولوں کا ایک ہار ان پر آ گرا تھا۔ اسی رات خواب میں حضرت نطہر ولی طبل عالم (حضرت مظہر ولی) نے ان کو حکم دیا کہ وہ قریب کی پہاڑی پر چلے جائیں اور وہیں مستقل قیام کر لیں۔ ان کی مزار پر ایک بڑا قبہ اور گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔

ترچی　حضرت شاہ بھیکاؒ

آپ ایک فقیر تھے جو ایک جگہ نہیں ٹھیرتے ہمیشہ گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ وہ بہلول شاہ قادری کے سلسلہ سے تھے۔ رانی میناکشی کے دور میں آپ ترچی میں رہا کرتے تھے۔ وہاں کے غیر مسلم نہیں چاہتے تھے کہ وہ ان کے شہر میں رہیں۔ اس لئے وہ ان کے درپے آزار تھے۔ ہمیشہ ان پر ظلم ڈھایا کرتے اور شہر سے نکالنا چاہتے تھے مگر شاہ بھیکا ٹس سے مس نہ ہوتے۔ ظلم و ستم سہتے مگر شہر چھوڑ کر کہیں اور جانے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ ایک دن ان کا صبر حد سے تجاوز کر گیا تو وہ مندر کے روبرو کے "بیل" (ثور) پر سوار ہو گئے۔ یہ پتھر کا تھا اور اپنی روحانی قوت اور تائید الٰہی سے اسے ایک زندہ جانور کی طرح حرکت میں لے آئے اور چراتے ہوئے شہر کی سڑکوں کا گشت کرنے لگے۔ لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔ آخر رانی نے ان سے معافی چاہی اور اُنھوں نے اس ثور کا مندر خالی کر کے حضرت کو سونپ دیا۔ یہ مقام "عروس کالوا" (یعنی نہر عروس) کہلاتا تھا جس کا ایک اور نام "پال کرے کالوا" (نہر پال کرے) بھی ہے۔ آپ کا انتقال 12/ ذی الحج 1225ھ م 1810ء کو ہوا اور ان کو تحفتاً عطا کی گئی اراضی ہی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

ترچی　شیخ بھیکاؒ

شیخ بھیکا نامی ایک اور مجذوب بزرگ ترچی ہی میں "مسجد بساطین" (Gardens Mosque) کے صحن میں اکثر دو اور مجذوبوں بنام شیخ نطہر اور دوسرے ایک گمنام مجذوب جو بہت معمر تھے جن کی عمر شیخ بھیکا سے زیادہ تھی (1239ء میں بھیکا کی عمر ستر سال کی رہی ہوگی)۔ لوگ شیخ بھیکا صاحب کو "پری صاحب" بھی کہتے تھے اور وہ اسی نام سے معروف بھی تھے۔ اکثر و بیشتر یہ تینوں مجذوب حضرت طبل عالم پاشا کے مزار شریف کے اطراف ہی مل جاتے تھے۔ "پری صاحب" یعنے شیخ بھیکا مجذوبیت کے باوجود نماز بالکل شرعی طریقے پر ادا کرتے تھے اور ان سے بہت سے خرق عادات کام سر انجام پاتے۔ لوگ ان کی بڑی قدر کرتے اور مجذوبیت کے باعث ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے۔ آخری ایام میں شیخ بھیکا کے ہاتھ اور پیر پر فالج کا اثر ہو چکا تھا تاہم وہ حضرت طبل عالم کی درگاہ کے چکر کاٹنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ معلوم نہیں ان کا کب ارتحال ہوا اور کہاں مدفون ہیں؟ گماں ہوتا ہے کہ وہ ترچی میں ہی آستانہ طبل عالم پاشا کے قریب کہیں مدفون ہوں

Marfat.com

گے جن کے مزار کا کسی نے اب تک پتہ نہیں دیا۔

ترچی حضرت شاہ جمال الدین حسین چشتیؒ

آپ حضرت شیخ شاہ امین الدین چشتی کے خلیفہ تھے اور بیجاپور سے تھے اور ترچی کو تقریباً ایک صدی بیشتر اپنا مستقر بنایا تھا۔ وہ بظاہر شرعی حدود سے تجاوز کرتے تھے۔ داڑھی مونڈھتے تھے۔ جب بھی ان کے مرید نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد تشریف لے جاتے تھے تو قاضی ان کے شیخ کی برائیاں بیان کرتے تھے۔ ان کو بڑا رنج ہوتا اور اپنے شیخ سے آکر اس کا تذکرہ کرتے" آپ شرعی احکامات کی پابندی نہیں کرتے ہیں تو ہمیں بالراست آپ کی برائیاں سنی پڑتی ہیں" ان کی شکایت سن کر شاہ چشتی چپ رہ گئے۔ دو ایک دن کے بعد آپ نے قاضی کو بلا بھیجا۔ وہ شاہ چشتیؒ سے ملنا ناپسند کرتا تھا تاہم وہ بلا چون و چرا آیا اور آکر جب حضرتؒ پر نظر ڈالی تو آپؒ کو حد درجہ خوبصورت اور جاذب نظر محسوس کیا اور بڑی شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے آپؒ کے قدموں پر گر پڑا۔ وہ آپؒ کا اتنا گرویدہ اور مطیع ہوگیا کہ آپ کی چوکھٹ سے زنجیروں میں بندھے غلام کی طرح چپک کر رہ گیا۔ بیعت کے وقت شاہ چشتیؒ نے قاضی سے کہا" آج سے مرید بنانا ختم ہوا کیوں کہ میرا راز فاش ہوگیا"۔ چند دنوں کے بعد 2/ شوال المکرم کو شاہ جمال الدین حسینی چشتیؒ کی رحلت ہوگئی اور ان کی تدفین بھی" سرپال کرے" کے کنارے عمل میں آئی۔

ترچی حضرت قیم شاہؒ

آپؒ" سیدین" کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ قادریہ سلسلہ کی ساتویں کڑی" طوسیہ" سے منسوب تھے۔ آپؒ کا سلسلہ سلطان الاولیاء حضرت عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز سے بہ واسطہ حضرت عبدالرزاق قادریؒ سے جاملتا ہے۔ آپؒ جوانی میں شمالی ہند سے ترچی کے علاقے" اورے یور" میں آکر بس گئے تھے آپؒ قادریہ سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ سننے میں آتا ہے کہ آپؒ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرنے والوں نے ہی 12 مندروں کو نفرت میں منہدم کر دیا تھا۔ آپؒ کی وفات 17/ صفر المظفر 1193ھ م 1773ء کو ہوئی اور" اورے یور" ہی میں تدفین عمل میں آئی۔

ترچی حضرت منصف شاہ سہروردیؒ

آپؒ کی پیدائش اور اصلی وطن سے متعلق معلومات فراہم نہیں ہیں۔ آپ منگارانی کے دور میں ترچی میں مقیم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ بت بردار رتھ کو آپؒ نے اپنی باطنی قوت سے اس طرح جامد اور

Marfat.com

غیر متحرک کر دیا کہ جلوس والے لاکھ کوششوں اور طاقت کے باوجود ایک بالشت بھی سرکا نہ پائے۔ انھوں نے پہچان لیا کہ ہو نہ ہو یہ اسی "بزرگ" کی کرامت کا نتیجہ ہے اور آ کر ہاتھ جوڑ دیا اور گذارش کی کہ ان کے رتھ کو گذر جانے دیں۔ حضرتؒ نے ایک رسی سے رتھ کو باندھ دیا اور دوسرا کنارا اپنے ایک بازو سے باندھ لیا اور بہت ہی سہل طریقے سے رتھ کو کھینچ لیا۔ لوگوں میں آپؒ کی عزت اور آپؒ سے عقیدت بڑھ گئی۔

آپ نے 12/ ربیع الاول کو رحلت فرمائی اور "عروس کا نوا" کے کنارے ہی آپؒ کی تدفین عمل میں آئی۔

ترچی حضرت اتفاق شاہؒ

آپؒ نواب محمد علی خان بہادر نواب والا جاہ اول کے دور میں گذرے ہیں آپؒ سے نواب موصوف کو بڑی عقیدت تھی اور آپؒ کی ضروریات اور آرام کا بہت خیال رکھتے تھے آپؒ کا شاہ تاج فراق گروہ کے فقیروں میں شمار ہوتا تھا۔ آپؒ بھی صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی درگاہ ترچی ہی میں ہے۔ اس کے بازو میں نواب موصوف نے ایک مسجد تعمیر کروادی ہے اور درگاہ کی بھی پختہ تعمیر کی گئی ہے۔

ترچی حضرت ولایت شاہؒ

"اورے یور" کے دیہی علاقے میں آپؒ ایک فقیر کی حیثیت سے بسر کرتے تھے۔ آپؒ مسافر شاہؒ کے مرشد ہیں۔ آپ کی رحلت 26/ ربیع الآخر کو ہوئی اور ترچی کے گاؤں "اورے یور" ہی میں تدفین عمل میں آئی۔

ترچی حضرت مینڈا شاہؒ

آپؒ ایک بے نیاز اور کسی بھی بات کو خاطر میں نہ لانے والے فقیر تھے آپؒ کو دنیا کی رتی بھر خواہش نہیں تھی۔ آپؒ سے بہت سے خرقِ عادات کام ظہور پذیر ہوتے تھے۔ آپ کی رحلت 17/ شوال کو ہوئی اور ترچی کے "ورگ نلی" گاؤں میں تدفین ہوئی۔

ترچی حضرت سید جلال کدریؒ

آپؒ چشتیہ سلسلے کے بزرگ اور "آزاد فقیر" کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے نواب محمد علی خان بہادر نواب والا جاہ اول اور نواب عظیم الدولہ بہادر نواب والا جاہ سوم اکثر آپؒ سے ملاقات کے لئے پہنچ جایا

Marfat.com

کرتے تھے۔آپؒ بھی صاحب کرامات بزرگ تھے۔آپؒ کی رحلت 20/ذی الحجہ کو ہوئی اور ترچی کے ولی اعظم حضرت طبل عالم کی درگاہ کے قریب ہی آپؒ کا مزار ہے۔

ترچی حضرت محی الدین سرمستؒ

قدیم زمانے سے چلے آنے والے ایک فقیروں کے گروہ سے آپ کا تعلق ہے۔ ''آزاد فقیروں'' کے سات مقبروں میں سے ایک مقبرہ آپؒ کا بھی ہے۔ان'' آزاد فقیروں'' کی کرامتیں بھی اکثر ظہور پذیر ہوتی تھیں۔

ترچی حضرت مہتاب شاہ شیرازی سہروردیؒ

آپؒ حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازیؒ کے خاندان کے ایک چشم و چراغ اور ولی صفت بزرگ تھے۔آپؒ پر اکثر وجد کا عالم طاری رہتا تھا۔جب وہ باحیات تھے تو نواب عظیم الدولہ بہادر نواب والا جاہ سوم نے آپؒ کے رہنے کے لئے ایک مکان تعمیر کرادیا تھا اوران کو تحفے تحائف بھیجا کرتے تھے۔آپؒ سے بہت ساری کرامتیں ظہور پذیر ہوا کرتی تھیں آپؒ کی رحلت 15/صفر المظفر 1222ھ م 1807ء میں ہوئی۔آپؒ کی تدفین ترچی کے قریب ''چتور'' نامی قصبے میں عمل میں آئی۔آپ کی مزار کے آس پاس چشمے اور سبزہ زار راہ گیروں کو ستانے پر آمادہ کرتے ہیں۔وہاں ایک مسجد بھی تعمیر ہے جس کے صحن میں بہت سے عربی النسل لوگوں کی آخری آرام گاہیں ہیں۔

ترچی حضرت عارف اللہ شاہ سہروردیؒ

آپؒ ایک پایہ کے بزرگ اور صاحب الکرامات شیخ طریقت تھے۔آپؒ شاعر بھی تھے۔آپؒ کا انتقال 1298ھ م 1880ء میں ہوا آپ کا مزار ترچی میں حضرت طبل عالمؒ کی درگاہ کے بازو میں ہے۔

ترچی حضرت حافظ شاہ مصطفےٰ قادریؒ

آپؒ ترچی کے قاضی رہ چکے تھے آپؒ ایک صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔آپ کا انتقال 1170ھ م 1756ء میں ہوا اور آپؒ کا مزار ترچی میں آپ کے آبائی قبرستان میں ہے۔

Marfat.com

ترچی حضرت سید مصطفےٰ شہیدؒ

آپ "ٹیپو سلطان شہیدؒ" کے عہد میں ترچی آئے تھے۔ ممکن ہے آپ "ٹیپو" کی فوج میں ایک سپاہی رہے ہوں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت قادر ولیؒ کے دور کے بزرگ ہیں۔ مگر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ٹیپو سلطان شہیدؒ ہی کے دور کے بزرگ ہوں گے اور آپؒ نے شہادت کا جام نوش فرمایا ہوگا۔ ترچی سے تقریباً دس میل پر واقع ایک گاؤں کلتور میں آپؒ کی درگاہ پائی جاتی ہے۔ آپؒ کی درگاہ کی تعمیر اور انتظامات میں بڑے انہماک سے کام لیا گیا ہے اور اطراف ایک عمدہ گلزار بنایا گیا ہے۔ آپؒ کا سالانہ عرس بڑے شاندار پیمانے پر منایا جاتا ہے۔ سالانہ تقریباً 15 تا 20 ہزار لوگ عرس میں شریک ہوتے ہیں۔ ہر سال 15/رجب المرجب کو آپؒ کا عرس منایا جاتا ہے۔

ترچی حضرت سید رستم شہیدؒ

آپؒ بھی شہید متصور ہیں۔ آپؒ بھی غالباً حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کی فوج کے ایک سپاہی رہے ہوں۔ ترچی سے تقریباً 12 میل کے فاصلے پر "لال گڈی" نامی میں آپؒ کا مسکن تھا۔ "لال گڈی" آج کل ریاستی تعلقہ کا صدر مقام ہے۔ آپؒ کی درگاہ بھی پختہ اور گنبددار ہے۔ آپ کی درگاہ کھیتوں کے درمیان واقع ہے جس کے روبرو ناریل کے باغات ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس 15/شوال کو منایا جاتا ہے۔

ترچی حضرت سید مستان صاحبؒ

ترچی سے تقریباً 17 میل کے فاصلے پر ایک گاؤں جو نارتھا (ناردھا) پہاڑی کے قریب ہے آپؒ کا مزار واقع ہے۔ آپؒ سے متعلق کسی قسم کی معلومات فراہم نہیں ہو سکی ہیں۔ ایک خاص بات آپؒ سے متعلق یہ ہے کہ آپؒ کا سالانہ عرس نارتھا ملے کے مشہور مندر کے انتظامیہ کی جانب سے منایا جاتا ہے اور سارے اخراجات مندر کا انتظامیہ برداشت کرتا ہے۔ اس سے یہاں ہندو مسلم اتحاد کا ایک اچھا ماحول بن گیا ہے۔ یہ ہندوستان میں اپنے طور کی ایک واحد مثال ہے اور شاید اس بزرگؒ کی ہی کوشش رہی ہو کہ یہاں بھائی چارگی قائم ہو۔

ترچی حضرت سید فخر الدین شہید اولیاءؒ

آپ کا مزار ترچی ضلع کی ایک مشہور زیارت گاہ ہے اور لوگوں میں آپؒ "کاٹ باوا" کے نام سے مشہور تھے۔ اس کا مطلب تھا۔ "جنگل کاٹنے والا بابا" آپؒ سے متعلق مختلف آراء ہیں۔

Marfat.com

1) بعض آپؒ کو حیدر علی کی فوج میں ایک فوجی جنرل قرار دیتے ہیں۔
2) بعض آپؒ کو حضرت قادر ولی کے دور کے بزرگ کہتے ہیں اور حضرتؒ ہی کے مرید سمجھتے ہیں
3) بعض آپؒ کو حضرت محمد یوسفؒ، متبنیٰ حضرت قادر ولیؒ کے والد سمجھتے ہیں۔

آخری قیاس یقیناً غلط ہے اس لئے کہ حضرت محمد یوسفؒ کے والد کا نام حضرت سید نور الدین تھا نہ کہ

ترچی حضرت سید فخر الدین

آپؒ کی درگاہ پختہ تعمیر ہے۔ ٹیپو سلطان شہیدؒ نے اُونچے مینار اور شاندار گنبد تعمیر کرایا ہے۔ ممکن ہے پہلا قیاس صحیح ہو۔ اس سے منسلک ایک مسجد اور ایک خانقاہ بھی تعمیر کی گئی ہے۔ یہ درگاہ ''کارے گڈی'' کو جاتے ہوئے ترچی سڑک پر واقع مقام ''ترومائم'' (Thirumayam) میں واقع گاؤں میں ہے۔ اس درگاہ کے پاس ایک شاندار حوض ہے جس کے چاروں طرف سیڑھیاں لگی ہیں۔

ترچی حضرت سید عارف اللہ ظفر شاہ ہجویریؒ

کہا جاتا ہے کہ آپؒ حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کے دور میں تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں بیجاپور سے ترچی کی طرف آئے تھے۔ آپؒ نے ''پدوکوٹہ'' کے مقام پر رحلت پائی اور یہیں مدفون ہیں۔ آپؒ کی درگاہ پختہ تعمیر ہے جس کے بغل میں ایک مسجد اور ایک خانقاہ تعمیر ہے۔ آپ کا سالانہ عرس 16ویں جمادی الاول کو منایا جاتا ہے۔

ترچی حضرت روشن علی داداؒ

آپؒ کے مزار پر چار مینار تعمیر ہیں اور یہ ترچی۔ تنجاور سڑک پر واقع ''ترو ویرمبور'' (Tiruverambur) کے مقام پر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس بزرگ کو یہاں ''دادا صاحب'' سے موسوم کیا جاتا تھا یا صرف ''دادا'' سے۔ آپ کی درگاہ بھی کھیتوں کے بیچ واقع ہے۔ آپ نے 1915ء میں رحلت فرمائی تھی۔ ہر سال 18/رجب المرجب کو آپؒ کا عرس منایا جاتا ہے۔

ترچی حضرت نظام الدین اولیاءؒ

آپؒ کا مزار ترچی سے 16 میل کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے گاؤں بہ نام ''کلی یور'' (Kilyur) میں واقع ہے۔ یہ گاؤں ''زیریں ڈیم'' (ذخیرہ گاہِ آب) کے بازو واقع ہے معتقدین نے اس

Marfat.com

درگاہ کو بہت پاک صاف اور بہترین انتظامات کے سہارے دیکھ بھال میں رکھا ہے۔اس شیخ سے یہاں کے لوگوں کو بڑی محبت اور عقیدت ہے۔آپؒ کا عرس ہر سال 17/شوال کو منایا جاتا ہے۔

ترچی **حضرت شاہ رحمت اللہ شطاریؒ**

آپ "حضرت شاہ محمد غوث" گوالیاری کے برادر خورد حضرت شاہ پھولؒ شطاری کی اولاد سے ہیں۔ان کی اور ان کی آل اولاد کی آرام گاہیں اور حضرت شاہ رحمت اللہ شطاریؒ کے خلفاء کی مزاریں ترچی سے مشرقی سمت کی سڑک پر واقع ایک گاؤں "سوامی ورم" میں واقع ہیں۔یہ مزاریں ایک وسیع علاقے میں قائم ہیں جو "منصور پیٹ" سے کچھ فاصلے پر ہیں۔منصور پیٹ اس لئے مشہور ہے کہ وہاں ایک افغانی حکمران اعتبار خان بہادر بابر جنگ الملقب بہ "سعدی خان" کی بنائی ہوئی ایک "سرا" اور ایک مسجد ہے۔ایک دور میں ان علاقوں میں رشد و ہدایت پر مامور شیوخ بڑی کثیر تعداد میں رہائش پذیر تھی۔

ترچی **حضرت سید معروفؒ**

آپؒ کی آرام گاہ ترچی کی مضافات میں وال کونڈا پور نامی گاؤں میں "منصور پیٹ اور سوامی ورم" سے تقریباً سولہ یا سترہ میل پر واقع ہے۔اس گاؤں میں شطرنج کے مہرے اور بساط بڑے عمدہ بنائے جاتے تھے اس لئے یہ مقام لوگوں میں معروف و مشہور تھا۔

ترچی **حضرت سید شاہ قدر عالمؒ**

حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت (789ھ م 1387ء تا 707ھ م 1307ء) ایک مشہور بزرگ کی اولاد میں سید شاہ بدر عالم (1206ھ م 1791 تا 1119ھ م 1707ء) ابن سید محمد قادری ابن سید عبدالقادر شہید بہت مشہور زمانہ بزرگان دین و طریقت ہیں۔سید شاہ قدر عالم کی پیدائش سید شاہ بدر عالم کے گھر ہوتی ہے اور اس خاندان کے آپ روشن چراغ ثابت ہوتے ہیں۔حضرت سید محمد قادریؒ اپنے دو بھائیوں سید شاہ سیف اللہ قادری اور سید فخر الدین قادری کے ہمراہ آرکاٹ سے ہجرت کر کے ترچنا پلی میں رہائش اختیار کی۔سید محمد قادریؒ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے قاضی محمود بحریؒ (مصنف "من لگن") کے خاندان کے ایک بزرگ سید احمد کی لڑکی فاطمہ صاحبہ سے نکاح کیا تھا جس طرح شاہ سید قدر عالم کو ننھیال کی جانب سے حضرت قاضی محمود بحری سے سلسلہ نسب جاملتا ہے اسی فاطمہ بیگم صاحبہ سے پانچ لڑکے سید محی الدین، سید نور الدین، سید عثمان، سید احمد اور سید شاہ بدر عالم پیدا ہوتے ہیں۔سید شاہ بدر عالم کی پیدائش 1119ھ م

Marfat.com

1707ء میں ہوئی تھی وہ ابھی چودہ سال ہی کے تھے کہ ان کے والد سید محمد قادری 1133ھ م 1720ء میں رحلت فرما گئے۔ آپ کی وفات کے موقع پر مشہور ولی سید شاہ رحمت اللہ شطاری قادریؒ بھی جنازے کی نماز میں شریک رہے۔ (سید شاہ رحمت اللہ شطاری قادریؒ کی وفات 11/ ذی القعدہ 1167ھ میں ہوئی اور چدمبرم کے قریب بمقام کلئے (Kelle) میں مدفون ہیں) جب سید رحمت اللہ شطاری باحیات تھے تو اُن سے حضرت سید محمد قادریؒ نے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے لڑکے بدر عالم کو اپنی سرپرستی میں لیں اور انھیں دینی تعلیم کے علاوہ طریقے سلوک وغیرہ میں کامل بنائیں اور آپ کی درخواست قبول ہوئی اور بدر عالم پندرہ سال تک آپ کی سرپرستی میں رہے۔ نواب محمد علی والا جاہ اور ان کے مصاحبین حضرت سید بدر عالم کی بڑی قدر کرتے تھے۔ حضرت سید بدر عالم نے اسمٰعیل خان بھیلم کی لڑکی فتح صاحب سے عقد کیا تو ان سے سید قدر عالم، سید صدر عالم اور سید نور عالم وغیرہ پیدا ہوئے۔ حضرت بدر عالم کی وفات 1206ھ میں ہوئی اور ترچی کے مقام تنور میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خاص وعام ہے۔

سید شاہ قدر عالم کو سلوک وخلافت اپنے والد ہی سے حاصل ہوئی آپ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے اور آپ اپنے اشعار میں اپنے والد کی بزرگی کی جگہ بیان کی ہے آپ کا ایک شعر ہے۔

اس قدر کا بدر جب ہے راہبر — کشفِ رازِ دو جہاں ہے درنظر
رحمت اللہ شاہ میرے جد پیر — فضل رکھ تا دل رہے روشن ضمیر
بدرِ عالم جب ہے ایسا راہبر — دو جہاں کا نیں مجھے خوف وخطر

آپ کے بھائی صدر عالم بھی ایک شاعر تھے جو فقیر تخلص اختیار کرتے تھے۔ سید شاہ قدر عالم پایہ کے عالم اور صوفی تھے اور آپ کو حضرت سید شاہ ید اللہ شطاری (المتوفی 12/ ربیع الاثانی 1233ھ والمدفون بمقام خیر آباد نزد کلا) سے بھی قادریہ سلسلہ میں خرقہ خلافت واجازت حاصل ہوئی۔ حضرت سید شاہ ید اللہ شطاری حضرت سید شاہ خواجہ رحمت اللہ شطاری فرزند ارجمند وخلیفہ ہیں حضرت قدر عالم کی بہت سی تصنیفات بھی ہیں جن میں نثری وشعری دونوں قسم کی تخلیقات موجود ہیں۔ ان کی تخلیقات کا موضوع تصوف ہے اور خصوصاً تصوف کی اصطلاحات مثلاً واحدیت، وحدت، احدیت، عالمِ شہادت، عالمِ مثال، عالمِ ارواح اس سلسلے کے خلفاء اور مریدین کے لئے ادراک وفہم میں بڑی کارآمد ہیں اور ہزاروں لوگ اس سے آج بھی فیض یاب ہورہے ہیں۔

آپ کی وفات 1242ھ م 1826ء تنور میں ہوئی اور آپ اپنے والدین کے پہلو میں مدفون ہیں۔

حضرت قدر عالم کی اولاد میں مولوی جام عالم عرف جامی صاحب بے حد مشہور تھے نظم نگر سادات کے طبقے میں آپ کو ایک بلیغ واعظ ایک زبردست عالم ایک معتبر مفتی اور بلند پایہ صاحب طریقت قرار دیا جاتا

Marfat.com

ہے۔آپ کے ایک اور دو فرزند قطب عالم اور مرتضےٰ عالم زیادہ معروف نہیں ہیں حالاں کہ وہ بھی صاحب طریقت اور بلند پایہ عالم مانے جاتے ہیں۔

حضرت جام عالمؒ کی اولاد میں حضرت سید شہاب الدین اپنے وقت کے بڑے جید عالم تھے اپنی آخری عمر تک مدرسہ لطیفیہ، حضرت مکان، ویلور میں مدرس رہے اور حالیہ دور میں موصوف کے فرزند پروفیسر سید بدر عالم نے بھی بڑی نیک نامی کمائی اور آج بھی باحیات ہیں۔

ترچی

مسجد تنور پنشنر (Pensioner) گلی میں حضرت میر حسن اللہ شاہ قادری، حضرت مخدوم الٰہی شاہ ولی، حضرت علی اکبر شاہ ولی اور حضرت حاجانی بی ماں صاحبہ کے مزارات ایک ہی عالیشان گنبد میں موجود ہیں۔ان چاروں بزرگوں کے مزارات کے اطراف ان ہی کے خاندان کے اباء واجداد آج بھی سکونت پذیر ہیں۔فورٹ ریلوے اسٹیشن کے قرب و جوار میں حضرت سید میر مقصود اولیاء، حضرت سید میر جملہ اولیاء، حضرت درویش علی شاہ، حضرت جلال فقیر اولیاء، حضرت سید شہید اللہ اولیاء کے مزارات موجود ہیں بعض مزارات سڑک کے درمیان موجود ہیں فرنگی حکومت نے ان مزارات کو ڈھا دینے کی لاکھ کوشش کی لیکن انھیں سزا ملی تو انھوں نے چپ سادھ لی۔

حضرت سید فتح اللہ شاہ نوری کا مزار مبارک بھی جوزف کالج مین کارڈ گیٹ کے پہلو میں موجود ہے اس درگاہ شریف کے مجاور جناب سید نظام الدین صاحب نے بتایا کہ جوزف کالج کا کشادہ احاطہ حضرت موصوف کی امانت تھی جسے کالج والوں نے ہڑپ کرلیا تھا اور مزار کا حصہ بھی اپنے تصرف میں لے آنا چاہتے تھے مگر حضرت موصوف کی اجازت نہیں ملی۔کہا جاتا ہے ان میں سے بعض بزرگ حضرت نطہر اولیاء (طبل عالم پاشاؒ) کے ہمراہ استنبول سے ہندوستان آئے تھے اور جنوبی ہند میں ترچناپلی کو اپنی بود و باش کے لئے پسند کیا تھا۔

اسی تذکرے میں، میں نے حضرت سید شاہ رحمت اللہ قادریؒ کو استنبول کے باشندے کہا ہے کیوں کہ حضرت موصوف کے نام کے کتبے میں "استنبول" لفظ موجود ہے۔یہ ممکن ہے کہ آپ بھی حضرت نطہر ولی ہی کے ہمراہی ہوں یا ان سے پیشتر یہاں آئے ہوں اور حضرت نطہر اولیاء بھی کشاں کشاں اس بزرگ کے تعلق سے ہندوستان آگئے ہوں۔مذکورہ بالا تمام بزرگوں کے آستانے عقیدت مندوں کے لئے تسکینِ روح کا باعث ہیں۔

Marfat.com

ب (تنجاور)

تنجاور حضرت توکل شاہ

تنجاور کی شمال مغربی سمت میں ایک چھوٹا سا قصبہ بہ نام "بلم" یا "ولم" واقع ہے۔ کسی دور میں یہاں ایک قلعہ موجود تھا جو اب کھنڈر بنا ہوا ہے۔ شاید کسی جنگ میں یہ مسمار کر دیا گیا ہو۔ ایک نالی کی موجودگی یہ بتاتی ہے کہ یہاں کبھی قلعہ رہا ہوگا۔ اس سے لگا ہوا ایک قبرستان پوری طرح مسمار دکھائی دیتا ہے۔ پتہ نہیں چلتا کہ وہاں کس کی قبریں تھیں۔ ہاں ایک قبر ایسی ہے جس پر پتھروں کا ڈھیر بنایا گیا ہے کہا جاتا ہے کہ ایک بزرگ بنام "توکل شاہ" نے اسے خود تعمیر کیا تھا۔ جب مقبرہ تیار ہو گیا تو وہ اس میں زندہ داخل ہو گئے اور حکم دیا کہ اس کو بند کر دیا جائے۔ ان کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ بعد میں کسی کو بھی یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان پر کیا گذری۔ شریعتاً اس طرح کرنا جائز نہیں ہے مگر۔ خدارسیدہ بزرگوں کی حکمتِ عملی پر انگشت نمائی میں بھی احتیاط ہے۔ اس طرح کے اعمال کی سزا و جزا کا انحصار رب العالمین پر ہے۔ نہ جانے ان کے ساتھ کس طرح کا معاملہ ہو۔

تنجاور حضرت حافظ حسین قادریؒ

آپؒ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپؒ کو حضرت شاہ مصطفیٰ قادریؒ سے خلافت حاصل تھی۔ آپؒ قرآن شریف بڑی دلنشین تجوید سے تلاوت کرتے تھے اور سننے والوں پر ایک طرح کا جادو ہو جاتا تھا۔ آپؒ سید صبغتہ اللہ نائب رسول کے سلسلے کے مرید تھے۔ آپؒ کے پیر و مرشد حضرت شاہ مصطفیٰ قادریؒ سے خلافت پا کر آپؒ نصرت گڈھ میں رشد و ہدایت میں ہمیشہ منہمک رہے اور ان کے اثر سے یہاں کے مسلمانوں میں فرائض اسلام کی پابندی کے ساتھ ساتھ قرآن خوانی کا ایک چسکہ پیدا ہوا اور حالیہ دور تک بھی لوگوں نے قرآن خوانی کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ آپؒ کی پیدائش 1070ھ م 1659ء میں ہوئی اور وفات جنجی میں 1158ھ م 1745ء کو ہوئی۔

نصرت گڈھ جنجی سے تقریباً چار پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جنجی ایک دور میں راجہ دیسنگھ کی راجدھانی میں تھا اور دار الخلافہ بھی تھا جہاں ایک قلعہ ہے جو "جنجی قلعہ" کے نام سے سارے ہندوستان میں معروف ہے۔ یہ قلعہ تین طرف سے اچھی طرح دیواروں اور خندقوں سے محفوظ ہے اور تیسرے طرف سے قلعہ میں داخلہ کا راستہ ہے۔ "نصرت گڈھ" دراصل نواب ذوالفقار بہادر نصرت جنگ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ "نصرت گڈھ" سات پہاڑیوں کو پار کرنے کے بعد آتا ہے۔ ان سات پہاڑیوں کے نام یہ ہیں :
1) کشن گڈھ 2) راج گڈھ 3) شاباش شیکری 4) کارب گڈھ 5) بندر گڈھ یا بہادر گڈھ (مسلمانوں میں یوں موسوم ہے) جہاں ہنومان کی بہت بڑی مورتی ہے اور یہاں بندروں کی کافی بڑی تعداد

Marfat.com

ہے 6) چین گڈھ 7) جمعیم گڈھ، قلعہ میں ایک مسجد ہے جو نواب ذوالفقار بہادر نصرت جنگ کی تعمیر کردہ ہے۔ یہ بڑی عالیشان اور شاندار تعمیری عظمت کی نشاندہی کرتی ہے مگر آج کل یہ کھنڈر میں تبدیل ہے تاہم یہ اپنی گذری ہوئی شان کو ظاہر کر رہی ہے۔ یہاں راجہ کا محل بھی ہے جسے ''سات کنڈا'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو سات منزلہ ہے۔ چنجی کا قلعہ آج کل کھنڈر کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ یہاں کسی زمانے میں ہزاروں مکانات پر مبنی ایک بستی تھی۔ مگر آج کل وہاں بہ مشکل پچاس مکانات ہوں گے جن میں زیادہ تر ہندو آباد ہیں۔ صرف ایک یا دو مکانات ہی مسلمانوں کے ہیں۔ یہاں کے مسلمان قریب کی بستیوں میں منتقل ہو گئے ہیں۔ یہاں کا پانی پینے کے لائق نہیں ہے۔ بہت کڑوا اور مہلک ہے۔ البتہ یہاں ایک کُنٹہ (تالاب) ہے جس کا پانی قدرے اچھا ہے اور لوگ اسی پانی کو استعمال میں لاتے ہیں۔

قلعے کے بائیں جانب حضرت فتح علی صاحبؒ کا مزار بھی ہے جو صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آبادی سے ذرا فاصلہ پر ''زچہ بی بیؒ '' کا مزار ہے جہاں پر لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

حضرت حافظ حسین قادریؒ، مشہور تذکرہ نگار، ادیب و شاعر جناب عبدالقادر ناظر مرحوم کے دادا تھے اور آپؒ اہل نائطہ سے تھے۔ نواب سعادت اللہ خان کے دور میں نصرت گڈھ میں مسلمانوں کی کافی آبادی ہو گئی تھی اور حضرت حافظ حسین قادریؒ ہی کو یہاں کے لوگ اپنا مشیر اور مذہبی پیشوا امام اور قاضی تصور کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ نصرت گڈھ کے مسلمان بعد میں چنجی، میمبور، اندراون اور ویناملم، چٹ پٹ، فتح پیٹ وغیرہ میں منتشر ہو گئے۔ آخر الذکر مقام فقراء اور مشائخین کا دار القرار بنا تھا جہاں بہت سے فقیروں کی آرام گاہیں ہیں۔ معلوم نہیں یہاں کیسے کیسے بزرگ مدفون ہیں۔ آخری ایام میں چٹ پٹ اور چنگل پٹ نواب صلاحیت خان کے ماتحت تھے۔ نواب والا جاہ اول کے دور میں یہ علاقے میر اسد اللہ خان بہادر کی جاگیر میں شامل ہو گئے۔ چٹ پٹ میں فقیروں کا ایک ''تکیہ'' قائم تھا جو خانقاہ کے قائم مقام تھا۔ مسلمانوں کے انتشار نے آرنی کو بھی بسا دیا جہاں پہلے برہمن زیادہ تعداد میں آباد تھے۔ یہ گاؤں ایک برہمن ہی کی جاگیر ہے۔ آرنی میں ''سات شہیدوں'' کی ایک درگاہ بھی ہے اور فقیروں کا ایک ''تکیہ'' بھی (فقیروں کی رہائش گاہ کو ''تکیہ'' سے موسوم کرتے ہیں اور یہی ان کے رشد و ہدایت کے لئے خانقاہ کا کام بھی کرتی ہے) یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حافظ حسین قادریؒ نے دو شادیاں کی تھیں ان کی پہلی بیوی کا نام سلطان صاحبہ تھا جن سے حافظ عبدالقادر عرف میراں صاحب پیدا ہوئے۔ میراں صاحب کی پوتی یعنی حافظ بابا کی لڑکی سے مولوی باقر آگاہ ویلوری نے شادی کی تھی۔ چنجی کے قلعہ کے اندر دو مزار ہیں ایک مزار حضرت حافظ حسین قادری کے داماد سید محمد المعروف بہ ناصر ولی کا ہے اور دوسرا اُن کی والدہ کا۔ قلعہ کے باہر ایک گنبد ہے جس کا نام ''سید کا

Marfat.com

گنبد" ہے جس کے اندر ایک حبشی باشندے "عنبر حسین" مدفون ہیں جو ایک اللہ والے بزرگ بتائے جاتے ہیں۔ (بحوالہ خانوادہ قاضی بدرالدولہ مولانا یوسف کوکن صفحہ 220 مطبوعہ 1963ء)

تنجاور حضرت سید حاجی شاہ عالم علی امام دیوان مستانؒ

ناگور کے قریب کاریکال میں آپؒ کی آرام گاہ واقع ہے۔ آپ کی مزار سنگ مرمر سے تعمیر ہے اسی کے قریب ایک مسجد بھی تعمیر ہے۔ آپ "امام شاہ مستان" سے لوگوں میں مشہور تھے۔ آپؒ ایک مجذوب تھے۔ آپ کی پیدائش کی تاریخ کا کسی نے پتہ نہیں دیا البتہ آپؒ کی پیدائش قیاساً 1733ء کے آس پاس ہے اس لئے کہ 1823ء میں جب نواب اعظم جاہ بہادر نواب والا جاہ چہارم سفر ناگور پر روانہ ہوئے تھے تو حضرت امام شاہ مستانؒ باحیات تھے اور اس وقت آپ کی عمر نود کے آس پاس تھی۔ آپ کبڑے اور کوتاہ قد تھے۔ سر کے بال لانبے اور پراگندہ تھے۔ جب نواب اعظم جاہ آپؒ سے شرف ملاقات سے مستفیض ہونے کے لئے ان کے پاس گئے تھے تو غلام عبدالقادر ناظر تذکرہ نگار بھی نواب صاحب کے ساتھ تھے۔ آپ لوگوں نے مجذوب کو تحفہ میں کچھ چیزیں دیں تو مجذوب کے زبان پر غیر واضح الفاظ تھے جیسے وہ کہہ رہے ہوں۔ "اللہ پر ایمان رکھو" ان کے چہرے سے ولایت کی بزرگی چھلکتی تھی۔ آپ نے غلام عبدالقادر ناظر کو ایک تازہ لیمو دیا اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر جیسے "سلام" کہہ رہے ہوں ناظرؔ کو دیکھا تھا۔ ناظر کا کہنا ہے کہ لوگ مسلم اور غیر مسلم انھیں اس طرح گھیرے رہتے تھے جس طرح شیرینی کو چیونٹیاں یا کھیاں گھیرتی ہیں۔ آپ تک پہنچنا قدرے دشوار ہوتا تھا۔

ہر سال آپؒ کا عرس 9/ رجب المرجب کو منایا جاتا ہے۔ کارے کال کے آس پاس اور تنجاور ضلع میں کئی دیگر بزرگوں کے مزارات ہیں جن کا تعلق یا تو حضرت نطہر ولیؒ (طبل عالمؒ) سے ہے یا حضرت قادر ولیؒ ناگوری سے جن میں سے چند بزرگوں کے نام درج ہیں۔

حضرت اسمٰعیل شاہ (پاپن چاوڈی گاؤں میں)، حضرت عرب شاہؒ اور حضرت جتاؒ (کرامبری گاؤں میں)، حضرت سید مبارک حسینی (ناگاپٹنم میں)، حضرت عنایت اللہ درویش، حضرت محمد مستان، حضرت میراں حسینی (الائی پور میں)، حضرت پیر قطب الدین، حضرت سید محمد شریف (اوراچن گاؤں میں) حضرت سید حسن قادری المعروف بہ حضرت پیر غیب صاحب یا غائب صاحب (کلتور گاؤں میں)، حضرت جمن شاہ اور حضرت دوّال شاہؒ (تلاپاری گاؤں میں)، حضرت سید سلطان محی الدین اور حضرت سید فقیر محمد (وجیاپورم گاؤں میں)، حضرت تاج فراق، حضرت ہدایت شاہ، حضرت یار شاہ (کوشا پالیم گاؤں میں) حضرت منیر الدین قادری، حضرت شاہ جعفر (امن پیٹے گاؤں میں) اور حضرت شاہ باوا (وڈیا کرے گاؤں

Marfat.com

میں)

مذکورہ بالا بزرگوں کے مزارات آج بھی شناخت میں آتے ہیں۔بعض کے مزارات بڑی اچھی حالت میں موجود ہیں مگر بعض کے مزارات خستہ حالت میں دکھائی دیتے ہیں۔اللہ ان سب پر اور ہم پر رحم کرے اور ہم کو عبرت حاصل ہو۔اللہ بس باقی ہوس

تنجاور حضرت شیخ داؤد اولیاءؒ

آپؒ کی تاریخ پیدائش و وفات دونوں نامعلوم ہیں۔ہر سال یکم تا 14 جمادی الاول میں آپؒ کا عرس منایا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ آپؒ تقریباً سات صدی پہلے موجود ولی ہیں۔آپؒ کی وفات متوپیٹ ضلع تنجاور میں ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔آپ کا مزار (درگاہ) تمام مذہب وملت کے عقیدت مندوں کا مرکز ہے۔آسیب زدوں کو یہاں زر د چھٹکا ملتا ہے۔اسی سے چند قدم کے فاصلے پر ایک بزرگ خاتون فاطمہ کا مزار بھی ہے۔آسیب زدہ پہلے اسی خاتون بزرگ سے اجازت پاکر حضرت شیخ داؤد کی مزار پر آتے ہیں۔

تنجاور حضرت دوہرے مستانؒ

تنجاور کے صوبائی ہیڈ کوارٹرس کے دفاتری عملہ کے ہسپتال کے احاطے میں آپ کے مزار واقع ہیں جو مین مارکٹ میں ہے۔یہ دو بزرگوں کے آستانے ہیں جو آپس میں بھائی تھے۔ان کے نام حضرت سید شاہ نعمت اللہ شطاری قادری سقاف اور حضرت شاہ دال شطاری قادری سقافؒ اس علاقے کے لوگ انھیں "دوہرے مستان" سے موسوم کرتے ہیں۔یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ کہاں سے آئے تھے اور کب انتقال ہوا۔اس علاقے کے اکثر بزرگوں کی آمد کا بھی یہی حال ہے۔کہا جاتا ہے کہ ا یکوجی راجہ کے دور میں تنجاور میں یہ باحیات تھے۔ہر سال 11 تا 12 ربیع الثانی کو آپؒ دونوں بزرگوں کا عرس منایا جاتا ہے۔ان کی درگاہ پختہ تعمیر شدہ ہے۔

تنجاور حضرت عبدالعلیم بیجاپوریؒ

حضرت دوہرے مستانؒ کے آستانے کے روبرو ہی آپ کی درگاہ ہے۔آپ "آخری مستان" کے نام سے مشہور ہیں۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بزرگ دوہرے مستان ہی کے ہم عصر تھے۔ہر سال آپؒ کا عرس بھی مذکورہ بالا دنوں میں ہی منایا جاتا ہے یعنی 11 تا 12 ربیع الثانی میں۔

Marfat.com

تنجاور **حضرت پیر محمد شاہ قادریؒ**

تنجاور سے پانچ میل کے فاصلے پر ایک کھیت اور باغات کے بیچوں بیچ آپؒ کا آستانہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؒ اپنے دور کے بہت بڑے روحانی قوتوں کے مالک بزرگ تھے۔ آپؒ نے ایک برہمن لڑکی کو زندہ کر دیا تھا اور اس کے معلم بھی تھے۔ یہ لڑکی بھی آپؒ کے آستانہ کے پاس ہی ایک جگہ مدفون ہے۔ اس کا نام لوگوں میں "پاپاتی امال مقبرہ" (Pappathi Ammal Tomb) سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ تنجاور کے راجہ نے اس آستانہ کے لئے 1400 ایکٹر زمین عطا کی تھی درگاہ کے داخلہ پر ایک کمانی ہے جس کی تعمیر 1180ھ میں تعمیر کی گئی ہے۔ ہر سال آپؒ کا عرس 7/ جمادی الاول کو منایا جاتا ہے۔

حضرت پیر محمد شاہ قادریؒ ہی کے دور میں چار اور بزرگ بڑے صاحب کمال کرامات تھے جن کے نام ہیں۔ حضرت واصل شاہ قادریؒ، حضرت کامل شاہ قادریؒ، حضرت شاہنشاہ قادریؒ اور حضرت پروین شاہ قادریؒ۔ ان کے مزارات ایک احاطہ میں اسی علاقے میں درگاہ کی حدود میں ہیں۔ اس احاطہ کو "سرگروہ مکان" کا نام دیا گیا ہے۔ ہر سال ان چاروں بزرگوں کا عرس 25/ ربیع الاول کو منایا جاتا ہے۔

تنجاور **حضرت اشرف شاہ قادریؒ**

آپؒ تنجاور کے علاقے میں بہت مقبول ہیں اور آپؒ کا آستانہ "بڑا مکان" کے نام سے مشہور ہے۔ تنجاور کے راجہ سرفوجی نے تقریباً 500 ایکٹر زمین اس آستانہ کے لئے وقف کی تھی مگر آج مجاوروں کی بدنیتی اور بداعمالیوں سے یہ اراضی گنوا دی گئی ہے۔ آپؒ سے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں۔ درگاہ کے قریب ہی آپ کی خانقاہ تعمیر ہے۔

تنجاور **حضرت سلطان سید ابراہیم شہیدؒ**

کہا جاتا ہے کہ آپ ایک عرب تھے جنھوں نے ہندوستان کا تبلیغ واشاعت اسلام کے لئے سفر کیا تھا آپ کا ہندوستان میں تمل ناڈو کی طرف رجوع ہونا غالباً 578ھ م 1182ء میں تھا۔ آپ یہاں "وائی گائی یارو" اور "وائی پارو" ندیوں کے درمیانی علاقے میں واقع "پوتیر اما نکا پٹنم" کو اپنا پایہ تخت بنا کر ایک چھوٹی حکومت بھی قائم کر لی تھی۔ اسی شہر کو عربوں نے "فطن" کے نام سے یاد کیا ہے جو غالباً ایک تمل لفظ "پٹن" کی طرف اشارہ ہے "پٹن" کے معنی "شہر" کے ہیں اور عربی میں "پ" کو "ف" سے اور "ٹ" کو "ط" سے تبدیل کر لیا جاتا ہے۔ بعد میں دوسرے تذکرہ نگار بھی "فطن" ہی کو آپ کا پایہ تخت بتایا ہے۔ اس شہر کے نام میں ہی "پٹنم" کا لفظ موجود ہے۔ کسی تذکرہ نگار کا "پٹنم" کے لفظ کی عربی ہجا اور تلفظ کی طرف خیال نہیں گیا۔

Marfat.com

بہر حال آپ سید ابراہیم سے سلطان سید ابراہیم کہلانے لگے تقریباً آپ کی حکومت بارہ تیرہ سال قائم رہی۔ آپ نے اپنا نجی سکہ بھی جاری کرالیا تھا۔ 595ھ م 1198ء میں کسی جنگ میں آپ شہید ہوئے اور ''ایراوڈی'' میں آپ کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ یہ مقام کیلاکرے کے قریب واقع ہے۔''ایرواڈی'' کی وجہ تسمیہ بھی یہ ہے کہ حضرت سید ابراہیم شہید مدینے کے قریب ایک مقام ''یارباذ'' کے باشندے تھےاور آپ کو عرب لوگ ''یار بادی'' کہا کرتے تھے۔ مقامی لوگ چونکہ تمل بولتے تھےان کے منہ پر یہ لفظ جب آیا تو بگڑی صورت اختیار کر گیااور ''یار بادی'' سے یہ ''ایرواڈی'' ہو گیا۔ایک عرب تمل کے مشہور شاعر ونا کلنجیا پلور (Vana Kalanjiya Pullavar) نے ایک مثنوی بنام ''دین ولکم'' (Din Vilakkam) تحریر کی ہے جس میں مرکزی کردار کی حیثیت سے آپ ہی کی شخصیت کو لیا ہے گویا آپ اس مثنوی کے ہیرو ہیں۔ ایک قدیم تمل کلاسک میں جس کا نام پال سنڈا مالئی (Pal Sanda Malai) میں بھی مسلمان سلطانوں کا حوالہ ہے جس میں سلطان سید ابراہیم، سلطان تقی الدین، سلطان جمال الدین، سلطان نظام الدین وغیرہ کا تذکرہ بھی ہے۔

''ایرواڈی'' میں آپ کی آمد کے بعد سے عرب سلاطین کی آمد کو تقویت ملی۔ان میں سب سے زیادہ اہم سلطان تقی الدین ہیں۔ دیگر سلاطین ایران کے علاقے ''کش'' سے ہوتے ہوئے ہندوستان آئے تھے۔

ایرواڈی میں سلطان ابراہیم شہید کی درگاہ آماجگاہ معتقدین سمجھی جاتی ہے۔ یہاں آسیب زدہ لوگوں کو بغرض علاج لایا جاتا ہے۔ حال میں یہاں کے مجاوروں کی غلط کارروائیوں سے حضرت سلطان ابراہیم شہید کے نام کو بھی دھبہ لگا ہے۔ حالاں کہ صدیوں سے یہ آستانہ صحیح معنوں میں اہل عرفان کے لئے باطنی کشش رکھتا تھا۔ اس کو تجارتی اڈا بنا کر مجاوروں نے اچھا نہیں کیا۔ یہ بھی حضرت کی ایک کرامت ہے کہ انھوں نے بہت جلد اُن مجاوروں کے سیاہ کرتوتوں کا راز فاش کر دیا۔

حضرت منصورؒ

آپ کا آستانہ تنجاور ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک بہت بڑے میدانی احاطہ بند حصے میں موجود ہے۔اس سے لگا ہوا ایک اور احاطہ ہے جس میں آپ کی خانقاہ تنجاور راجہ کی تعمیر کردہ ہے دونوں بڑی اچھی حالت میں آج بھی دکھائی دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس علاقے میں سب سے پہلے آنے والے بزرگوں میں آپ ہی تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے آپ حضرت طبل عالم پاشاؒ ہی کے ہم مشرب و ہم پیالہ خلیفہ تھےاور آپ ہی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے تنجاور کو اپنے لئے پسند فرمایا تھا آپ کے کشف و کرامات کے بھی چرچے ہیں اور لوگ جوق در جوق آپ کے آستانے پر حاضری دیتے ہیں۔ آپ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات دونوں پردۂ

Marfat.com

اخفا میں ہیں البتہ آپ کا عرس ہر سال سولھویں اور سترھویں جمادی الاول کو بلا ناغہ منایا جاتا ہے۔ درگاہ اور خانقاہ کا انتظامیہ بہت عمدہ ہے اور غیر مسلم راجاؤں کی اس درگاہ پر بڑی مہربان نظر ہے اور ہر تائید کے لئے یہاں کے راجہ ہمیشہ کمر بستہ رہے ہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کے لئے یہ درگاہ ایک بہترین ذریعہ ہے۔

تنجاور حضرت زچہ بی بیؒ صاحبہ

آپ ایک خاتون ولی ہیں جن کا ایک چھوٹا سا پختہ اور خوبصورت مقبرہ بنایا گیا ہے جو تنجاور میں ریاستی عملے کے ہیڈکوارٹرس کے ہسپتال کے احاطہ میں ہے۔ آپ اپنے وقت کی بڑی نیک کردار خاتون تھیں جو خاص طور پر حاملہ عورتوں کی پرسانِ حال رہا کرتی تھیں۔ آپؒ اُن کی زچگیوں کے وقت فوراً پہنچ جاتی تھیں۔ آپ کی موجودگی زچہ کو سکون اور آسودگی بخشتی تھی اور وہ تولید کی تکلیف ذرا بھر بھی محسوس نہیں کرتی تھی۔ آپؒ باطنی طور پر دعاؤں کے اثر سے ہر مشکل کو آسان کر دیتی تھیں۔ شاید آپ کا قیام موجودہ اسپتال کے احاطے میں وہیں رہا ہوگا جہاں آپ مدفون ہیں۔ ریاستی راجہ یقیناً آپ کا شکر گذار رہا ہوگا کیوں کہ آپ بلا تفرقہ قوم و ملت بہت بڑا سماجی کام بلا اُجرت سرانجام دیا کرتی تھیں ممکن ہے آپ کا مقبرہ بھی کسی راجہ ہی کی وساطت سے تعمیر کیا گیا ہو۔

آپ کا عرس ہر سال بارہویں ربیع الثانی کو منایا جاتا ہے۔

تنجاور حضرت شیخ علاؤالدین صاحبؒ

آپ نے تنجاور ڈسٹرکٹ کے مشہور مقام ادرام پٹنم (Adirampattinam) میں اپنی زندگی کے بہترین دن گذار دیئے تھے وہیں آپ کی تدفین بھی عمل میں آئی ہے مگر پتہ نہیں چلتا کہ آپ کہاں کے رہنے والے تھے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ مذکورہ شہر سے پندرہ میل پر واقع ایک شہر ''متوپیٹ'' کے ولی کامل جن کا مزار شریف بھی متوپیٹ میں ہے اور جن کا نام حضرت شیخ داؤد اولیاء ہے آپ ہی کے ہم عصر تھے اور دونوں ایک ساتھ ان علاقوں میں آئے تھے اور حضرت شیخ علاؤالدینؒ نے ادرام پٹنم کو متوپیٹ پر ترجیح دی تھی کیوں کہ بیک وقت دو ولیوں کا ایک ہی چھوٹے سے شہر میں رہنا مناسب نہ تھا۔ ولیوں کا مقصد زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگوں میں اسلام کی روشنی پہنچانا اور بھٹکے ہوؤں کو راہِ راست پر لانا ہوتا ہے۔

آپ کا عرس ہر سال پندرہوئیں اور سولہوئیں جمادی الاول کو منایا جاتا ہے۔

Marfat.com

تب در حضرت عبدالرحمٰن ولیؒ

ناگور اور کاریکال کے درمیان ایک چھوٹی سی شہری کالونی میں (جس کا نام "ترول رایا پٹنم" ہے) آپ کا مقبرہ ہے۔ کہا جاتا ہے یہ شہری کالونی کسی زمانے میں تمام بندرگاہی سہولتوں کے ساتھ پوری ریاست میں مشہور و معروف تھی۔ تقریباً سات سو سال پہلے حضرت سید عبدالرحمٰن ولی عرب سے آکر اس بندرگاہ پر اپنا مبارک قدم رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ناگور کو جانے سے پہلے حضرت قادر ولی نے آپ کی بارگاہ پر حاضری دی تھی اور فاتحہ خوانی کے بعد ناگور میں مستقل قیام کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ حضرت قادر ولی نے استخارے میں مذکورہ ولی موصوف سے اجازت طلب کی ہو۔ بزرگوں کا رویہ بھی بڑا عجیب ہوا کرتا ہے۔ قادر ولی جیسی بزرگ شخصیت بھی حضرت موصوف سے اکتساب فیض کر سکتی ہے تو آپ کی شخصیت کتنی مقدس اور عظیم ترین رہی ہوگی۔ حضرت کی درگاہ بہت پختہ تعمیر ہے جس سے منسلک ایک بہت بڑی مسجد اور حوض بھی ہے۔ آج کل ان تینوں کے آس پاس بڑی عمارتیں تعمیر ہیں جو زائرین کے قیام کی سہولتوں کو مدنظر رکھ کر بنائی گئی ہیں کثیر تعداد میں روزانہ لوگ یہاں آتے ہیں اور ہر سال دس ویں جمادی الاول کو جب عرس منایا جاتا ہے تو یہاں تل ڈالنے کی جگہ نہیں ہوتی۔

تب در حضرت سید عبدالکریمؒ

آپ کا مزار بھی "ترول رایا پٹنم" ہی میں ہے غالباً آپ حضرت سید عبدالرحمٰنؒ ولی کے ہمراہ یہاں عرب سے آئے ہوں گے۔ آپ بھی پایہ کے بزرگ ہیں آپ کا عرس سالانہ بارہ جمادی الاول کو منایا جاتا ہے

تب در حضرت ولی محمد اولیاء

آپ کا مزار مبارک بھی "ترول رایا پٹنم" میں ہے اور آپ بھی ممکن ہے مذکورہ بزرگوں یعنی حضرت سید عبدالرحمٰنؒ ولی اور حضرت عبدالکریمؒ کے ہمراہ عرب سے آئے ہوں۔ آپ کے مزار پر چار مینار یں تعمیر ہیں ذی الحجہ کو آپ کا عرس ہر سال 8/ذی الحجہ کو منایا جاتا ہے۔

تب در حضرت شاہ الحمید عبدالقادرؒ المعروف بہ قادر ولی گنج سوائیؒ

حضرت قادر ولی کا اصلی نام عبدالقادر (ابن سید حسن) تھا مگر آپؒ شاہ الحمید کے لقب سے مشہور و معروف تھے اور عوام آپ کو قادر ولی گنج سوائی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ حسب و نسب کے اعتبار سے آپ حسنی و حسینی تھے۔ الہ آباد سے ستر میل دور کے ایک مشہور گاؤں مانکپور میں آپ کی پیدائش 10/ جمادی الآخر

Marfat.com

910ھ م 1504ء کو بروز جمعہ ہوئی۔ آپؒ نے حسب معمول اپنی ابتدائی تعلیم جب ختم کر لی تو آپؒ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کی خدمت میں پہنچے اور بیعت سے سرفراز ہوئے ایک مدت تک آپ نے تصوف و سلوک میں حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری سے استفادہ کیا۔ اپنے شیخ سے اجازت لے کر آپ زیارت حرمین شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ درمیانِ سفر مختلف اہم مقامات کی زیارت کرتے ہوئے حج و زیارت روضہ حضور پر نور صلعم سے مشرف ہوئے۔ واپسی میں بھی آپؒ نے مزید اہم آستانوں اور مقامات کی زیارت کی۔ وطن پہنچنے کے بعد آپ کو حکم ہوا کہ آپ جنوبی ہند کے شہر ناگور میں استقامت کریں اور عوام کو راہ ہدایت سے روشناس کریں۔ حسب حکم آپؒ نے ناگور کا رُخ کیا اور اسی شہر کو اپنا مستقر قرار دیا۔ جس وقت آپ ناگور پہنچے تھے تو اس وقت آپ کی عمر 27 سال کے لگ بھگ تھی۔ اس حساب سے وہ 937ھ م 1530ء کے آس پاس ناگور پہنچے ہوں گے۔

آپ کا چشتی سلسلہ حسب ذیل ہے :

حضرت شاہ الحمیدؒ ناگواری نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے اُنھوں نے شیخ حاجی حضور شیخ ظہورؒ سے اُنھوں نے شیخ ابوالفتح ہدایت سرمستؒ سے اُنھوں نے شیخ قاضی الچشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ کامل میراں زاہد اللہ چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ عابداللہ چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ شہاب الدین فتح اللہ چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ محمد نصیر الدین چراغ دہلوی چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ محمد رحمت اللہ احمد البدوانی الچشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ فرید الحق والدین شکر گنج چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے اُنھوں نے شیخ معین الدین ولی الہند چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ ابوعثمان ہارونیؒ سے اُنھوں نے شیخ حاجی شریف الزندانیؒ سے اُنھوں نے شیخ مودود عارف باللہ الچشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ نصیر الدین یوسف الچشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ ابومحمد عابداللہ حسینی چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ احمد الحق والدین چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ ابواسحٰق چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ ممشاد الدین آلودہ نور چشتیؒ سے اُنھوں نے خواجہ بصیرہ البصری چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ خواجہ ابراہیم بن ادھم چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ فضیل ابن عیاض چشتیؒ سے اُنھوں نے خواجہ عبدالواحد بن زیدی چشتیؒ سے اُنھوں نے شیخ البصری چشتیؒ سے اُنھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ کا شطاری سلسلہ حسب ذیل ہے :

حضرت شاہ الحمیدؒ ناگور نے شیخ محمد غوث گوالیاریؒ سے اُنھوں نے شیخ حاجی ظہورؒ سے اُنھوں نے شیخ ابوالفتح ہدایت سرمستؒ سے اُنھوں نے شیخ قاذن شطاریؒ سے اُنھوں نے شیخ شاہ عبداللہ شطاریؒ سے اُنھوں نے شیخ محمد عارف صدائیؒ سے اُنھوں نے شیخ محمد عاشقؒ سے اُنھوں نے شیخ حذاقلی ماوراء النہر سے اُنھوں نے ان کے والد شیخ یوسف الخرقانیؒ سے اُنھوں نے شیخ ابوالمظفر مولانا الطرطوسیؒ سے اُنھوں نے شیخ اعرابی زید

Marfat.com

عشقؒ " سے اُنھوں نے شیخ محمد مغربی شطاریؒ سے اُنھوں نے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ سے اُنھوں نے حضرت امام جعفر صادقؓ سے اُنھوں نے حضرت امام محمد باقرؓ سے اُنھوں نے حضرت امام زین العابدینؓ سے اُنھوں نے حضرت حسینؓ سے اُنھوں نے حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

یہ مذکورہ سلسلہ مطابق نسبی و آبائی ہے۔ خلفائی حیثیت سے اس سلسلہ میں حضرت بایزید بسطامیؒ تک متفقہ طور پر مان لیا گیا ہے مگر وہاں سے یوں بھی مذکور ہے حضرت بایزید بسطامیؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے اور اُنھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

آپ کا قادری سلسلہ :

حضرت شاہ الحمید ناگوریؒ نے حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ سے اُنھوں نے شیخ حاجی ظہورؒ سے اُنھوں نے شیخ ہدایت اللہ سرمستؒ سے اُنھوں نے شیخ قاضی محمد شریفؒ سے اُنھوں نے شیخ عبدالوہابؒ سے اُنھوں نے شیخ عبدالروفؒ عالی جناب سے اُنھوں نے شیخ محمودؒ سے اُنھوں نے شیخ عبدالغفاری الخدیقیؒ سے اُنھوں نے شیخ علی الحسینؒ سے اُنھوں نے شیخ سید محمدؒ سے اُنھوں نے شیخ جعفر احمد حسین القادریؒ سے اُنھوں نے شیخ ابرہیم حسین القادریؒ سے اُنھوں نے شیخ عبداللہ القادریؒ سے اُنھوں نے شیخ سید عبدالرزاق القادریؒ سے اُنھوں نے شیخ عبدالقادر الجیلانیؒ سے اُنھوں نے شیخ ابوسعید المبارک المخرومیؒ سے اُنھوں نے شیخ علی القرشی الھکاریؒ سے اُنھوں نے شیخ ابوالحسن طرطویؒ سے اُنھوں نے شیخ عبدالرحمٰن الیمنیؒ سے اُنھوں نے شیخ ابوالعباس احمد المخریؒ سے اُنھوں نے شیخ عبداللہ شبلیؒ سے اُنھوں نے شیخ جنید بغدادیؒ سے اُنھوں نے شیخ سری سقطیؒ سے اُنھوں نے شیخ معروف الکرخیؒ سے اُنھوں نے حضرت امام موسیٰ علی الرضاؒ سے اُنھوں نے حضرت امام موسیٰ کاظمؓ سے اُنھوں نے حضرت امام جعفر الصادقؓ سے اُنھوں نے حضرت امام محمد باقرؓ سے اُنھوں نے حضرت امام زین العابدینؓ سے اُنھوں نے حضرت عبداللہ الحسینؓ سے اُنھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اُنھوں نے سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت پائی۔

حضرت قادر ولی سے متعلق عرب۔ ٹمل ٹمل، فارسی اور ہندی میں بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہیں مگر ان کتابوں کو ایک مشہور کتاب " کنز الکرامات " کو سامنے رکھ کر ہی لکھا گیا ہے یا کسی ایک زبان میں اس کتاب کا ترجمہ ہوا ہو اور یہ دیگر زبانوں میں جوں کا توں ترجمہ ہوئی ہو۔ نواب والا جاہ ثانی عمدۃ الامراء بہادر کے زمانہ میں نواب غلام اعز الدین خان بہادر مستقیم جنگ نامی (المتوفی 1240ھ) نے " گنج قدرت " کے نام سے اُردو زبان میں ایک مثنوی لکھی ہے جس کا موضوع حضرت شاہ الحمید ناگوریؒ ہی ہیں۔ عربی میں سید محمد ابن مولانا العارف باللہ احمد نے " مواہب الجیدی مناقب شاہ الحمید " کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی

Marfat.com

ہے۔اس کتاب کا ترجمہ سید محمد العالم العروس نے اُردو میں کیا ہے جس کا نام ''سوانح حیات حضرت قادرولی'' ہے۔

حضرت قادرولی کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اُنھوں نے ناگور میں لگ بھگ 22 برس قیام کیا اور آپ کی وفات 10/ جمادی الآخر 978ھ م 1570ء کو بروز جمعہ بوقت سحر ہوئی۔اناللہ وانا الیہ راجعون

زندگی میں حضرت قادرولی سے بہت سی کرامتیں ظہور پذیر ہوئی ہیں اور آپ کے پردہ کر جانے کے بعد بھی آپؒ کی کرامتوں کا چرچا ہے۔آپ کی قبر مبارک ابتداء میں صرف مٹی کی تھی مگر بعد میں اس کو پختہ کیا گیا اور اس پر ایک عمارت اور گنبد کا بھی اضافہ ہوا۔زائرین ہزاروں کی تعداد میں روزانہ آتے ہیں اس لئے نمازوں کی سہولت کے لئے اس کے آس پاس چار مسجدیں تعمیر کی گئیں جن میں دو مسجدیں احناف کی اور دو مسجدیں شافعی مسلک والوں کی ہیں درگاہ میں کل پانچ بلند مینار بھی تعمیر کئے گئے جن میں ایک مینار تنجاور کے مشہور راجہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کا تعمیر کردہ ہے اور یہی مینار سب سے اُنچا ہے۔اس درگاہ کے لئے سینکڑوں ایکٹرز مین وقف کی گئی ہیں اور آج کل لاکھوں روپئے کی آمدنی ہے جن میں کا ایک حصہ درگاہ کی نگرانی اور سالانہ عرس پر خرچ ہوتا ہے۔اس آمدنی کا ایک حصہ غریب طلباء کی تعلیم ،یتیموں ، بیواؤں کی اعانت اور غریبوں کی لڑکیوں کی شادی بیاہ پر بھی خرچ کیا جاتا ہے۔اس کا انتظامیہ بہت وسیع اور صحیح العمل ہے جہاں تک اس کی صحت عملی کا دخل ہے اس وجہ سے ہے کہ آج تک کہیں سے بھی کسی شکایت کا اندراج نہیں ہوا اور عملہ وقتاً فوقتاً کنیت میں عارضی ردوبدل بھی کرتا رہتا ہے۔ان تمام اخراجات کے بعد بقیہ رقم کے کہا جاتا ہے 640 حصے کئے جاتے ہیں اور ایک حصہ ان کے مریدین و معتقدین وخلفاء کے خاندان والوں کے اخراجات کے لئے وقف ہے۔واللہ اعلم بالصواب

حضرت شاہ الحمید کو گنج سوائی سے بھی یاد کرتے ہیں۔گنج بمعنی خرینہ یا خزانہ معلوم ہے۔سوائی بلغ سین ہے سواہندی کا لفظ ہے۔جس کے معنی ایک اور ایک چوتھائی۔اس کے معنی یہ ہوئے کے آپ کامل ولی سے بھی ایک چوتھائی زیادہ ہی ولایت کے حامل ہیں۔آپ کا حسب ونسب عالی کئی پشتوں سے حضور پرنور صلعم سے جاملتا ہے۔اور یہ آبائی سلسلہ نسب باسعادت یوں ہے۔

شیخ شاہ الحمیدؒ ابن سیدنا ابو یوسف الحسن القدسیؒ ابن سیدنا موسیٰ ابن سیدنا علیؒ ابن سیدنا محمد البغدادیؒ ابن سیدنا حسن البغدادیؒ ابن سیدنا ظہور احمدؒ ابن سیدنا ابی نصر محی الدینؒ ابن سیدنا عماد الدینؒ صالح نصر ابن سیدنا تاج الدین عبدالرزاقؒ ابن سیدنا حضرت غوث الصمدانی محبوب السبحانی معشوق الرحمانی ابی محمد محی الدین عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ العزیز ابن سیدنا ابی صالح موسیٰ جنگی دوستؒ ابن سیدنا عبداللہ الجیلیؒ ابن سیدنا یحیی الزاہدؒ ابن سیدنا محمد زاہدؒ ابن سیدنا داؤدؒ ابن سیدنا موسیٰ الثانیؒ ابن عبداللہ الثانیؒ ابن سیدنا موسیٰ الجونؒ ابن

Marfat.com

عبداللہ المحض ابن سیدنا امام الحسن المثنیٰ ابن الامام حسن المجتبیٰ ابن سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ابن ابی الطالب حضرت الامام حسن حضرت فاطمۃ الزہراء بتول بنت الرسولؐ کے فرزند ہیں اس واسطے سے حضرت شاہ الحمیدؒ کا حسب ونسب حضور پر نورؐ سے جاملتا ہے۔

اپنی والدۂ ماجدہ حضرت فاطمہؒ کی جانب سے آپ کا سلسلہ بھی حضرت غوث الاعظم دستگیرؒ سے ہوتے ہوئے رسالت مآب حضرت محمدؐ تک پہنچتا ہے۔

آپ کا ایک نام "میراں" بھی ہے جو "میزان" کے وزن پر ہے، جس کے معنی "قوم کے سردار" کے ہیں اور ٹمل ناڈو میں اکثر بچوں کے لئے یہ نام مبارک تجویز کیا جاتا رہا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت سید حسن قدسی کو شیخ شاہ الحمیدؒ کی ولادت سے پہلے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام یوسف رکھا گیا۔ بچپن ہی میں اس کا انتقال ہوگیا تو ماں باپ کو بہت رنج ہوا کیوں کہ کئی سال کے بعد یہ اولاد ہوئی تھی۔ اسی رنج وغم میں وہ دن کاٹ رہے تھے کے ایک دن ایک ہاتف غیبی نے آواز دی کہ وہ مایوس نہ ہوں۔ انھیں ایک اور صالح اولاد ملے گی مگر شرط رکھی کہ اس کا نام "میرے نام" قادر سے منسوب کرنا ہوگا دونوں بہت خوش ہوئے اور اُنھوں نے خلوت صحیحہ میں گذاری تو وہ تاریخ 10/ جمادی الآخر 909ھ تھی۔ مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اسی دن پیدا ہوئے تھے۔ اُنھوں نے پرورش پا کر ابتدائی علوم سے اچھی طرح سرفرازی حاصل کی اور جس وقت 18 سال کی عمر کو پہنچے تو ایک دن کسی اتفاق کی بنا پر انھیں مکان میں تنہا رہنے کا اتفاق ہوا اور ایک آواز سنی جس نے کہا کہ وہ اپنے لئے شیخ کامل کی تلاش کریں اور بیعت وسلوک کے بعد خرقۂ خلافت حاصل کریں۔

غالباً 928ھ م 1521ء میں یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت شاہ الحمیدؒ نے والدین سے اجازت چاہی اور شیخ کی تلاش میں پیدل روانہ ہوگئے۔ روانگی سے پیشتر آپؒ نے اپنے والدین کو دلاسا دیا اور کہا کہ کچھ عرصے کے بعد اُنھیں ایک لڑکا ہوگا جس کا وہ "وہاج الدین" نام رکھیں اور اس کی خوب تربیت و پرورش کریں اور وہ ان دونوں کی تسکین کا باعث ہوگا۔ آپ گھر سے نکل پڑے اور یہ سوچ کر گوالیار کی طرف روانہ ہوئے کہ وہ شہر علماء وفضلاء اور مشائخین کی آماجگاہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راستے میں ان کی ملاقات شیخ معین الدین بلخی سے ہوئی جو شیخ محمد غوث گوالیاریؒ سے ملاقات اور حصول علم کے لئے جارہے تھے۔ تین دن تک دونوں ساتھ ساتھ پیدل سفر کرتے رہے۔ چونکہ شیخ معین الدین بلخی بہت آہستہ چل رہے تھے تیسرے دن حضرت شیخ شاہ الحمیدؒ تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ جب گوالیار کے قریب ایک میدان میں پہنچے تو راستے کی تکان اور گرد وغبار سے پاک صاف ہونے کی غرض سے تھوڑی دیر کے لئے قیام کیا۔ قریب کے ایک تالاب سے ہاتھ منہ دھونے کے بعد وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور یہ دعا کی "اے اللہ اس شہر گوالیار کے صالح اور بزرگ زندہ شخصوں میں سے

Marfat.com

کسی ایک شخص کی طرف میری رہنمائی فرما" غیب سے آواز آئی "اے میرے بندے عبدالقادر شیخ محمد غوث کی بارگاہ کا قصد کر اور اس کے پاس جا کر زانوئے ادب تہہ کر۔ اس کی وجہ سے تجھے انشراح صدر حاصل ہوگا اور تیرے نور میں زیادتی ہوگی۔"

حضرت بہت خوش ہوئے۔ ابھی وہ گوالیار میں داخل ہوئے ہی تھے کہ ادھر حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری اپنے مریدین اور خلفاء سے کہہ رہے تھے کہ سیدی محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے ایک صالح بزرگ میری طرف آ رہے ہیں اور مجھ سے علوم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ میری طرح ہمیشہ باوضو رہتے ہیں۔ اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ حضرت شیخ شاہ الحمید دروازے پر پہنچے اور سلام کیا۔ حضرت شیخ محمد غوث نے جواب دیا اور معانقہ کرتے ہوئے اپنے ساتھ بٹھایا اس طرح کہ کاندھے سے کاندھا ملا رہا۔ حضرت سے آمد کی وجہ دریافت فرمائی اور کہا کہ آپ تو کامل ولایت کو پہنچے ہوئے ہیں مزید کیا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ الحمید نے کہا کہ وہ حضرت سے علوم کی تلقین و درایت چاہتے ہیں۔ شیخ موصوف نے حضرت کو اجازت دیدی اور خود اپنے پاس ٹھیرایا۔ یہاں گذران کے دوران حضرت شیخ شاہ الحمید نے دیکھا کہ فقیر لوگ حضرت کے لئے جنگل سے لکڑیاں جمع کرتے ہیں۔ وہ بھی اس خدمت میں لگ گئے۔ جنگل پہنچ کر لکڑیاں جمع کیں اور ایک کپڑے میں باندھ لائے اور باورچی کے حوالے کئے۔ باورچی دیگر فقیروں کی لائی ہوئی لکڑیاں استعمال کرتا رہا جب وہ ختم ہوگئیں تو حضرت شاہ الحمید کی لائی ہوئی لکڑیوں کو استعمال کرنے لگا۔ باورچی کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ دیگر فقیروں کی لائی ہوئی لکڑیاں بڑی تیزی سے ختم ہوگئیں تھیں مگر حضرت کی لائی ہوئی لکڑیاں جلتی تو تھیں مگر وہ ذخیرہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ اس نے حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری سے حقیقت حال بیان کیا۔ حضرت موصوفؒ اور مریدین خلفاء اور دیگر فقیروں کو بڑی حیرت ہوئی اس وقت سے حضرت شاہ الحمید کی ولایت کا سب کو پورا الیقین ہونے لگا اور شہر میں یہ خبر مشہور ہوگئی۔

حضرت شاہ الحمید ناگوری کی خرق عادات اور کرامات بے شمار روایت کی گئی ہیں۔ لوگ آپ سے دنیاوی و دینی امور میں مدد و استعانت چاہتے تو آپ سب کو مطمئن کرتے تھے۔ اس لئے ناگور پہنچنے کے بعد آپ کے اطراف ایک جم غفیر ہمیشہ منڈلاتا رہتا۔ بچے، جوان، بڑے بوڑھے عورتیں اور مرد مسلم اور غیر مسلم آپ کی بارگاہ میں آتے اور مستفیض ہوتے تھے۔ پہلے تو آپ ایک زندہ ولی متصور تھے ہی آپ کے پردہ کر جانے کے بعد آپ کا آستانہ شمع ولایت کے پروانوں کا مرکز بن گیا۔ آج بھی جنوب میں حضرت شاہ الحمید ناگوریؒ ایک ولی کامل اور قطب کی حیثیت سے مانے جاتے ہیں۔ ہندو انھیں "ناگور آنڈور" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ حکومت اپنی جانب سے شہر ناگور کو آنے جانے والے زائرین کی سہولت کے لئے خاص طور پر ٹرینوں اور بسوں کا اہتمام کرتی ہے۔ خصوصی طور پر عرس کے دنوں میں تمل ناڈو کے ہر علاقے سے آمد و رفت

Marfat.com

کی سہولتوں کا خاص انتظام کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ الحمید ناگوری نے شادی نہیں کی۔آپ نے بہت سے شہروں اور ملکوں کا سفر کیا ہے حرمین شریف اور بغداد کا سفر تو آپ نے خاص مقصد کے تحت کیا تھا۔آپ کا مقصد دیگر مقامات کے سفر میں یہ تھا کہ وہ عوام کو راہ راست کی طرف دعوت دیں۔آپؒ نے ایک سفر لاہور کا بھی کیا تھا جہاں آپ کے بے شمار معتقدین تھے۔ان میں ایک شیخ نورالدین بھی تھے جن سے حضرت شیخ شاہ الحمید کو قدرے زیادہ محبت تھی۔ انھیں اولاد نہیں ہوئی تھی یا تو ان کی اہلیہ بانجھ تھیں یا اولاد کو جنم دینے کی مدت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔حضرت شاہ الحمید نے اپنی دعا کی برکت سے ان کی بیوی کو ماں بننے کی صلاحیت عطا کی اور کہا کہ خدا پہلے انھیں ایک لڑکا عطا کرے گا اور پھر چار لڑکے اور دو لڑکیاں عطا ہوں گی۔ پہلے لڑکے کو اگر وہ شاہ الحمید ناگوری کو سونپتے ہیں تو ہی باقی چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوں گی اس شرط پر شیخ نورالدین خوش ہو گئے۔حضرت نے کہا کہ وہ اس لڑکے کا نام یوسف رکھیں۔اس واقعہ کو مبالغہ آمیزی کے ساتھ عجیب و غریب طریقے سے بیان کیا گیا ہے جو نا قابل اعتماد ہے۔کہا گیا ہے کہ حضرت شاہ الحمید نے پان اور لونگ طلب کیا اور چبایا (حالاں کہ وہ پان کے عادی نہیں تھے) ان کی حالت دگرگوں ہو گئی اور جسم پسینہ سے شرابور ہو گیا پھر انھوں نے نورالدین کی ہتھیلی میں پان تھوکا اور کہا کہ وہ ان کی بیوی کو فوراً کھلا دیں۔ایسا ہی کیا گیا اور وہ حاملہ ہوئیں۔واللہ اعلم

جب یوسف 9 سال کے لڑکے تھے تو اس وقت حضرت شاہ الحمید حرمین شریف کی زیارت پر گئے تھے۔ایک دن دوران طواف انھیں اچانک یوسف کی یاد آئی اور وہ بے قرار ہو گئے ادھر لاہور میں یوسف لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ انھیں ایک غائبانہ آواز سنائی دی ''اے یوسف اپنے حقیقی باپ سے جا مل وہ تمہاری یاد میں بے تاب ہیں۔اس وقت وہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور تمہارے آنے کے منتظر ہیں اور تمہاری قرأت سننے کے شائق ہیں'' یہ سن کر یوسف اپنے باپ شیخ نورالدین کے پاس پہنچے اور دریافت کیا کہ ان کے حقیقی باپ کون ہیں۔یوسف سے اس طرح کی باتیں سن کر نورالدین نے اپنی بیوی سے تشویش ظاہر کی۔یوسف سے دونوں ملے اور جتانا چاہا کہ نورالدین ہی اس کے حقیقی باپ ہیں تو یوسف نے دریافت کیا کہ پھر وہ کون ہیں جو اس وقت کعبہ کے طواف میں مشغول ہیں اور اس سے ملنے کے لئے بیتاب ہیں نیز قرأت سننے کے شائق ہیں۔پھر کہا کہ وہ ہدیہ کہاں ہے جو اس بزرگ نے جاتے وقت دیا تھا۔دونوں میاں بیوی بہت حیران ہوئے اور ایک صندوق لا کر یوسف کے ہاتھوں میں تھما دیا۔اسے کھولا تو اس میں ایک مسواک تھی۔اس کو لے کر یوسف مکہ کی طرف روانہ ہو گیا ماں باپ نے لاکھ روکا کہ بغیر ساز و سامان اور ذریعہ سفر کے وہ کس طرح مکہ پہنچے گا تو جواب دیا کہ جس کا ساتھی خدا ہو وہ خود اس کا بندوبست کر دے گا۔غرض باہر ایک میدان میں آ کر یوسف نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر تین لمبے لمبے ڈگ بھرے تو دیکھا کہ وہ ساحل صنعاء پر پہنچ گئے

Marfat.com

ہیں پھر حضرت شاہ الحمید نے آدمی بھیج کر یوسف کو صنعاء سے مکہ لے آئے۔ حضرت شاہ الحمید یوسف کو کاندھے پر بٹھایا اور سات مرتبہ کعبہ کا طواف کیا اور ہر طواف کے بعد یوسف کے لئے دعائے خاص کی۔ یوسف کی تعلیم و تربیت میں حضرت شاہ نے خاص توجہ دی اور انھیں کی نگرانی میں انھیں دین و دنیا کی ضروریات بہم پہنچائیں یہاں تک کہ شادی کرائی اور ان کی نسل کے لئے بھی دعا کی جو آج بھی پیڑی در پیڑی چلی آرہی ہے۔

حضرت شاہ الحمید ناگوری کے تمام تر واقعات حیرت انگیز ہیں۔ بزرگوں کے آستانوں پر جانا حضرت کا ایک خاص وصف رہا ہے۔ آپ حضرت طبل عالمؒ سے ملنے ترچی پہنچے تو آپ کی آمد کی اطلاع خواب کے ذریعہ فقیروں اور معتقدین کو دے دی۔ وہ لوگ حضرتؒ کی آمد کے منتظر تھے مگر حضرت شاہ الحمید طبل عالم کی درگاہ پر خود پہنچ گئے۔ مقفل دروازہ خود بخود کھل گیا اور جب آپ اندر گئے تو خود بخود بند بھی ہو گیا۔ بہت دیر تک وہ درگاہ میں بند رہے۔ باہر حضرت یوسف لوگوں اور مہمانوں کے کھانے کی دعوت کر رہے تھے۔ جب مجاور اندر جا کر حضرت کو بلانے کی غرض سے چابی گھمائی تو دروازہ نہیں کھلا۔ حیران ہو کر جالی میں سے اندر جھانکا تو دیکھا کہ چھت سے زمین تک ایک روشنی موجود ہے اور حضرت کے ساتھ کوئی محوِ گفتگو ہیں۔ ان کے سامنے جنت کا ایک پیالہ رکھا ہوا ہے اور وہ کچھ کھا رہے ہیں۔ خادم کو دیکھتا ہوا حضرت نے دیکھا لیا اور اس کی طرف کھانے کی ایک چیز بڑھائی اور کہا کہ لو تم بھی کھالو۔ خادم نے کھایا اس کی لذت سے بہت محفوظ ہوا اس میں مشک کی خوشبو تھی۔ اس پر سارا راز منکشف ہو گیا اور پردے کے پیچھے عالم ملکوت کی ساری باتیں معلوم ہوئیں تین دن کے بعد حضرتؒ مقبرے سے باہر نکل آئے تو ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

تنجاور کا راجہ آپؒ کا بہت معتقد تھا۔ اسی نے ناگور کی اراضی حضرت کو ہدیہ کی تھی۔ حضرتؒ نے اس کے لئے دعائے خیر کی اور اس کے نتیجے میں اس کی حکومت میں بڑا امن رہا اور حکومت نسل در نسل جاری رہی۔

حضرتؒ کے خرق عادات کا تذکرہ کرتے چلیں تو یہ تحریر ایک کتاب کی شکل اختیار کر لے گی اس لئے انہی چند واقعات پر ختم کرنا مناسب ہوگا۔ مگر چلتے چلتے حضرت شاہ الحمید ناگوری کی ایک کرامت سنتے چلیے۔

تنڈی (تمل ناڈو کا ایک شہر) میں ایک عارف کامل بنام حضرت شیخ ابوبکر ناگوری کی درگاہ شریف بغرض زیارت آئے ہوئے تھے اس وقت وہ اپنے ایک رشتہ دار کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ وقت مقررہ پر درگاہ کی زیارت نہ کر پائے کیوں کہ درگاہ کا پھاٹک وقت پر بند کر دیا جاتا تھا۔ رات کا ایک تہائی حصہ گذر چکا تھا آپ نے باہر سے ہی قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت کر کے فاتحہ پڑھی اور واپس لوٹ ہی رہے تھے تو پشت پر سے ایک فقیر نے آواز دی کہ حضرت آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ جب حضرت شیخ ابوبکر دروازے پر پہنچے تو

Marfat.com

آواز آئی اے ابوبکر دروازہ کھولو اور اندر آجاؤ...... اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ اندر پہنچے حضرت قادر ولی کی پابوسی کی اور سرگوشی میں محو ہو گئے۔ حضرت قادر ولی نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ پانڈیچیری پہنچیں اور نواب محمد علی والا جاہ کی مدد کریں۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ نواب والا جاہ ڈوپلے کے ماتحت فرانسیسیوں کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ حضرت ابوبکر نے حضرت قادر ولی سے وعدہ کیا کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ واپس جب ہوئے تو بند دروازہ آپ خود کھل گیا اور ان کے باہر آجانے کے بعد خود ہی بند ہو گیا۔ اسی رات نواب محمد علی والا جاہ نے پانڈیچیری پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ ڈوپلے کی فوج شکست کھا کر فرار ہوئی۔ یہاں ایک بات حیرت کی یہ ہے کہ حضرت نے جس بزرگ حضرت ابوبکر کو یہ شرف بخشا ہے وہ کس پایہ کے بزرگ تھے پتہ نہیں چلتا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ مزید باتیں کتب میں مل سکتی ہیں آخری میں حضرت شاہ الحمید ناگوری نے عربی میں ایک مناجات جو لکھی ہے اور جو عربی شاعری کا بہترین نمونہ ہے (یہ مناجات آپ نے بغداد شریف میں قیام کے دوران کہی ہے۔ یہ آپ نے اپنے جد امجد حضرت غوث الاعظم حضرت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ کی زیارت گاہ پر پیش کی تھی) پیش کرتے ہوئے اسی پر اکتفا بھی کرتے ہیں۔

یا من ازل لرجیله الرقاب من ار　　　اقطاب والا ولیا حقا باز عان

(اے وہ جس کے پیروں پر اقطاب و اولیا نے متابعت کا اعلان کرتے ہوئے اپنی گردنیں رکھ دیں)

یا بازی الاشهب الصندید یا اسدا　　　بین الرجال و کانوا هم کغزلان

(اے چمکدار اور قوی باز اور شیر لوگوں کے درمیان سارے لوگ تمہارے سامنے ہرنوں کی حیثیت رکھتے ہیں)

یا من الیه اتیٰ الا فاد مسرعة　　　لتستفیض به من فیض رحمان

(اے وہ شخص جس کی طرف جماعتیں چل کھڑی ہوئیں تاکہ خدا کے فیض سے مستفیض ہوں)

اغث عبیدك ذا شاہ الحمید اتی　　　الیك مستعطفا عطفه فی الآن

(ذرا اپنے غلام شاہ الحمید کی مدد کیجئے وہ آپ کی رحم و کرم کا طلب گار بن کر آیا ہے اب اس پر رحم کیجئے)

له لدیك امور کنت تعرفها　　　فاقض المراد له یا سبط عدنان

(آپ کے پاس اس کے بہت سے کام ہیں جن کو آپ بہتر جانتے ہیں اے عدنان کے سپوت ان کی مراد کو پوری کر دیجئے)

فطالما احتاج اویسعی علی البصر　　　الی زیادة عالی روضك القانی

(وہ بسا اوقات آپ کے روضہ عالی کی زیارت کے لئے چل کر آنے کی خواہش ظاہر کر رہا ہے)

یارب فوز لمن خدیه عفرفی　　　فرب بها بات غوث الانس و الجان

Marfat.com

(اے پروردگار اس شخص کو کامیاب کر دے جو غوثِ انس و جن کی نزدیکی حاصل کرنے کے لئے یہاں تک آیا ہے)

یا جدی الغوث محی الدین لاطفنی وادع الالہ لینصرنی و اخوانی

(اے میرے دادا غوث محی الدین مجھ پر رحم کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے تا کہ وہ میری اور میرے بھائیوں کی مدد کرے)

لما اتیت الی بغداد مرقد کم از ورکم فزت فوز الیس بالفانی

(جب میں آپ کی خواب گاہ کی طرف بغداد آیا تو میں نے آپ کی زیارت کی تو مجھے ایسی کامیابی حاصل ہوئی جو فانی نہیں ہے)

اهدی الیک سلاما فائحا عطرا مفرمد ابا قاح لم ریحان

(میں آپ کی طرف سلام بھیجتا ہوں جو عطر اور ریحان کی خوشبو سے بھرا ہوا ہے)

تنجاور حضرت سید یوسف صاحبؒ

حضرت سید یوسف صاحبؒ کا مزار شریف حضرت قادری ولیؒ کے بازو میں ہے۔ حضرت قادر ولیؒ نے ساری زندگی مجرد ہی گذار دی۔ آپؒ نے حضرت سید یوسفؒ صاحب کو متبنیٰ کیا تھا۔ حضرت سید یوسفؒ صاحب کے والد کا نام سید نور الدینؒ لاہوری تھا جو حضرت قادرؒ ولی کے مرید تھے۔ آج ناگور کے جانشینوں اور سجادہ نشینوں کا سلسلہ حضرت سید یوسف صاحب کی اولاد ہی میں جاری ہے۔ آپؒ کی پیدائش 939ھ م 1532ء میں ہوئی اور 94 سال کی عمر میں 3/ ذی الحجہ 1031ھ م 1621ء کو ناگور میں انتقال ہوا۔

ج (آرکاٹ) شمالی وجنوبی

آرکاٹ حضرت قاضی نظام الدین احمد صغیرؒ

آپؒ حضرت نظام الدین احمد کبیر بیجاپوری کے پوتے اور حضرت محمد عبداللہ شہید کے دوسرے فرزند تھے۔ آپؒ کی پیدائش 23/ رجب المرجب 1113ھ کو آرکاٹ میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے وقت کے جید علماء سے عربی اور فارسی کی تعلیم پائی۔ تذکروں میں لکھا ہے کہ قاضی نظام الدین احمد صغیر اپنی وفات سے تیس سال پہلے یعنی 1159ھ میں سخت علیل ہوئے اس طرح کہ ان کے زندہ بچنے کی اُمید جاتی رہی۔ کہا جاتا ہے کہ قاضی صاحب کے رشتہ داروں میں ایک صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے عیادت کے لئے آئے تو دروازہ پر دو اجنبیوں کو پایا۔ اپنے کشف سے معلوم کر لیا کہ یہ دونوں فرشتے ہیں اور حضرت کی روح قبض کرنے آئے ہیں۔ ان میں سے ایک سے پوچھا کہ کیا وہ روح قبض کرنے کے لئے آئے ہیں تو جواب ملا کہ ابھی حکم نہیں ہوا ہے۔ دوسرے نے اس بزرگ سے پوچھا کہ حضرت (قاضی نظام الدین احمد صغیر) نے زبور و انجیل کا کس

Marfat.com

لئے ترجمہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی تردید کے لئے یہ ترجمے کئے گئے ہیں۔ دونوں فرشتے وہاں سے اُٹھ کر چلدیئے۔ ان میں سے ایک نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ کیا تو صاحب کشف و کرامات کو گمان گذرا کہ قاضی صاحب کی زندگی بس اب تین دن کی رہ گئی ہے۔ مگر وہ اس کے بعد تیس سال تک باحیات رہے۔ آپؒ کی رحلت 22 رمضان المبارک 1189ھ میں ہوئی اور آرکاٹ کے "توپ خانہ" کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی۔ ان کی مزار پر کتبہ موجود ہے۔ تاریخ احمدی کے مصنف محمد حسین عرف شیخ احمد نے لکھا ہے کہ جب قاضی نظام الدین احمد کا انتقال ہوا تو حضرت عثمان خان سرورؔ بھی تشریف لائے (عثمان خان سرورؔ ایک مجذوب صوفی تھے۔ داڑی مونچھ منڈواتے تھے۔ اُردو کے بہترین شاعر تھے۔ سرور تخلص کرتے تھے۔ امیروں سے ملنے سے کتراتے تھے اور کسی کو بھی باریابی کا شرف نہیں بخشتے تھے۔ لوگوں کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کی دعا اور تعویذ کی بدولت خطرناک بیماریاں بھی دور ہو جاتی تھیں) حضرت سرورؔ نے فرمایا۔ "اس زمانے کے دو قطب تھے۔ ایک سائیں مجذوب اور دوسرے یہ قاضی نظام الدین احمد۔ ایک تو چل بسے اب اس کا بوجھ ایک ضعیف (خود اپنی طرف) اور کمزور کندھوں پر ڈالا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ شہر ویران ہو جائے گا"۔ دوسرے ہی سال 29/ رجب 1190ھ م 1776ء کو حضرت عثمان خاں سرور کا انتقال ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی آرکاٹ کی حکومت بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

آرکاٹ — حضرت انتر جامیؒ

آپ کا حقیقی نام سید سراللہ ہے۔ آپ کا آبائی وطن بغداد ہے۔ آپ کا سلسلۂ حسب ونسب جانب الطرفین سے حضرت غوث الوریٰ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز سے جاملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام سید علی اور والدہ کا نام فتح شاہ جامی ہے۔ آپ اپنی والدہ سے منسوب ہونا ہی شاید زیادہ پسند کرتے تھے اس لئے اپنے نام کے ساتھ والدہ کی نسبت کو برقرار رکھا۔ انتر ایک سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "غیب سے نمود ہونا" جو آپ کے نام کا ایک جزو ہے یعنی "سراللہ" آپ کا نام ہے تو "سر" کے مناسب سے "انتر" کا لفظ بھی آگیا ہے غالباً یہ خطاب آپ کو مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم عقیدت مندوں کا دیا گیا ہے۔ واللہ عالم

نواب سعادت اللہ خان بہادر کے دور میں آپ بغداد سے کرناٹک کی طرف آئے تھے اور لال پیٹ کی پہاڑیوں میں آپ نے سکونت اختیار کی تھی اس وقت عالم گیر کے ایک منصب دار اور نائط خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک بارسوخ امیر بنام احسان اللہ خان نے انتر جامی کی پہاڑیوں میں بود وباش کو دیکھا تو آپ کو سہارا دیا اور ہر طرح کی امداد کی اور آخر دم تک وہ آپ کا وفادار رہا۔ حضرت انتر جامی ایک مجذوب

Marfat.com

بزرگ تھے۔ اکثر و بیشتر آپ پر وجد طاری ہو جاتا اور وہ خوش مزاجی پر اتر آتے تھے۔ بعض اوقات وہ شاہ سہاگ نامی فقیر کی طرح چوڑیاں پہن لیتے اور عورتوں کی طرح گفتگو پر اُتر آتے۔ پہلی بار جب احسن اللہ خان نے اُنھیں دیکھا تو اس نے محسوس کیا کہ گویا ایک شیر ان کے روبرو کھڑا ہے۔ حضرت اختر جامی کی شخصیت کا یہ پہلو بہت کم لوگوں پر واضح ہوا ہے اسی شخصیت کو چھپانے کے لئے اور ہر طرح سے اپنے راز پر پردہ ڈالنے کے لئے وہ نسوانیت کے طور طریقوں کا سہارا لیتے تھے یہ بزرگوں کی باتیں ہیں جو بزرگ ہی جانیں۔ لوگ مجذوبوں کی حرکتوں پر چیں بہ چیں ہوتے ہیں یہ ظاہر بینوں کی بات ہے جیسا کہ آج کل اللہ اور رسول کے نام کی تجارت کرنے والے مذہبی لوگوں کا طور طریقہ ہے۔

آپ کا انتقال 7/ شعبان 1171ھ م 1757ء میں ہوا اور قائم گڈھ اکھاڑی آرکاٹ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ نواب محمد علی والا جاہ نے آپ کی مزار پر ایک شاندار مقبرہ معہ گنبد تعمیر کیا۔

محمد احسن اللہ خان کے فرزند شاہ غوثی جامی قادری کو حضرت اختر جامی کی ارادت حاصل تھی۔ شاہ غوثی جامی قادری کا مزار بھی اختر جامی کے آستانے کے روبرو ہے اور ان کی اہلیہ کی مزار اس کے عقب میں ہے۔ احسان اللہ خان ان کے بڑے بھائی حسین یار خان کی آرام گاہیں حضرت کے آستانے کے گنبد کے دائیں اور بائیں ہیں۔

شاہ غوثی جامی قادری کے فرزند مولوی حسین یار خان اختر جامی کی درگاہ کے مجاور اور جانشین قرار پائے تھے وہ بھی اسی آستانہ کے قریب مدفون ہیں۔

آرکاٹ حضرت ٹیپو اولیاءؒ

حضرت ٹیپو اولیاء آرکاٹ میں غالباً 1074ھ م 1664ء کے آس پاس پیدا ہوئے ہیں آپ کا دور آرکاٹ میں تاج پورہ بزرگوں کے سلسلے صبغۃ اللہی سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ حضرت سید شاہ علی محمد الحسینی قادری (المتوفی 1138ھ م 1725ء) کا دور کہا جا سکتا ہے۔ جس وقت موصوف بزرگ بیجاپور سے آرکاٹ کو تشریف فرما ہوئے تھے اس وقت یہاں نواب سعادت اللہ خان کی حکومت تھی۔ آرکاٹ کا جمعدار ''تاج خان'' آپ کے معتقدین میں تھا۔ شاید ''تاج پورہ'' اسی کا آباد کردہ محلہ ہے۔ اس محلے میں نہ جانے ٹیپو اولیاء کب آئے اور کیوں اس مقام کو پسند کیا۔ ان پر مجذوبیت کب سے طاری ہوئی اس کا کہیں حوالہ نہیں ملتا مگر جس وقت سید شاہ علی محمد الحسینی قادری آرکاٹ آئے تھے تو اُنھوں نے حضرت ٹیپو اولیاء کو پوری طرح مجذوب پایا۔ جذب کا عالم اس قدر تجاوز کر گیا تھا کہ وہ کپڑے تک پہننا بھول جاتے تھے۔ اکثر برہنہ ہی رہتے تھے مگر بعض بزرگوں کو آتے دیکھ کر وہ فوراً کپڑے طلب فرماتے اور اپنی شرم گاہ ڈھانک لیتے۔ خصوصی

Marfat.com

طور پر حضرت شاہ علی محمد الحسینی قادری، صبغۃ اللہ ثانی" اور اسی خاندان کے بزرگوں کو دیکھ کر وہ فوراً اپنی برہنگی کو چھپانے لگ جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اکثر ایک "زقوم" کے درخت کے نیچے پائے جاتے۔ آپ بالکل خاموش رہا کرتے۔ اگر آپ کے قریب کسی جانور کو پیٹا جاتا تو آپ بے قرار ہو جاتے جیسے وہ مار آپ کے جسم پر ہی پڑ رہی ہو۔ زمین پر لوٹ پوٹ ہو جاتے جانور کو تکلیف دینے والا فوراً اپنے ہاتھ روک لیتا۔ یہاں تک کہ یہ چرچا عام ہو گیا تھا کہ کوئی بھی کسی جانور کو زک نہ پہنچائے۔ آپ مجذوب" کا لوگوں کو بڑا خیال رہتا۔

ایک مرتبہ حمید اولیاء نے ٹیپو اولیاء کو ایک مچھلی پکانے کے لئے دی اور کسی طرف کسی کام سے چلے گئے۔ ٹیپو اولیاء نے مچھلی صاف کر کے برتن میں ڈال کر چولھے پر چڑھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد حمید اولیاء واپس آئے اور ٹیپو اولیاء سے کہا وہ ان کی زندہ مچھلی واپس دے دیں۔ ٹیپو اولیاء نے برتن میں ہاتھ ڈالا اور برتن سے مچھلی نکال لی اور حمید اولیاءؒ کے حوالہ کر دی۔ حمید اولیاءؒ کی حیرت کی انتہا نہ تھی کہ وہ مچھلی زندہ اور سالم تھی۔ غالباً ٹیپو اولیاءؒ کی وفات بھی اسی دور میں ہوئی ہے جس دور میں شاہ محمد الحسینی قادریؒ دنیا سے پردہ کر گئے تھے یعنی یہ دور 1137ھ م 1724ء کے آس پاس ہے۔ یقینی طور پر کسی نے حضرت ٹیپو اولیاء" کی وفات کی خبر نہیں دی ہے مگر ایک تذکرہ نگار غلام عبدالقادر ناظر نے آپ کی تاریخ وفات 17/ذی الحجہ بتائی ہے مگر سال کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے۔

آپ کی تدفین ویلور گیٹ اور آرکاٹ کے درمیان ایک جگہ پر ہوئی ہے جس کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد بھی موجود ہے غالباً یہ مسجد جمعدار تاج خان ہی کی تعمیر کردہ ہے جسے آپؒ سے بھی عقیدت رہی ہوگی۔

رانی پیٹ — حضرت شاہ ناصرؒ

آپ حضرت ابوالحسن رکن الدین قربی ویلوری قدس اللہ سرہ العزیز کے دور کے ایک بہت بڑے بزرگ اور صاحب کشف و کرامات ولی گذرے ہیں۔ اس طرح آپ کا دور 1118ھ م 1706ء کے آس پاس ہے۔ آپ رانی پیٹ (نزد دارالنور آرکاٹ) میں دریائے پالار کے کنارے ایک مکان میں اقامت پذیر تھے اور معرفت الٰہی کے خزینے لٹا رہے تھے۔ آپ کے دور میں اکثر بزرگ آپ کی دست بوسی کے متمنی رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت قربی بھی جو اپنے وقت کے ایک عظیم عارف و متقی، صوفی و ولی تھے حضرت شاہ ناصر کی دعاؤں کو باعث نجات و افتخار سمجھتے تھے۔ مشہور ہے کہ حضرت قربیؒ نے اپنے فرزند بلند اقبال حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی" کو جب کہ وہ ابھی لڑکپن کے دور میں تھے اور زیر تعلیم تھے انھیں علم سے قدرے بے تعلقی دیکھ کر ان کے لئے حضرت شاہ ناصر کی دعاؤں کو مقدم سمجھا اور آپ کی خدمت میں لے جا کر آپ کی دعاؤں کے طالب ہوئے اس وقت حضرت ذوقی" کی عمر بمشکل گیارہ سال رہی ہوگی

Marfat.com

"انوار اقطاب ویلور" تصنیف محمد طیب الدین اشرفی مانگیری (مطبوعہ 1963ء صفحہ 42 میں) نے یوں رقم کیا ہے۔

"ابتداءً اپنے والد بزرگوار حضرت قربی ہی کے پاس رہ کر (حضرت ذوقی نے) چند کتب فارسیہ پڑھا چند دنوں کے بعد سلسلۂ تعلیم متروک ہوگیا اور ایک زمانے تک اس کا سلسلہ منقطع رہا اسی انقطاعی دور میں جب کہ آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی اپنے والد بزرگوار شیخ ناصرؒ کی قیام گاہ تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ نہایت تعظیم سے پیش آئے اور اپنے سامنے حضرت ذوقی کو بٹھایا۔ حضرت ذوقی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ ناچیز کے لئے زیادتی علم کی دعا فرمائیں۔ اس کے جواب میں شیخ ناصر نے فرمایا کہ "تم اپنے ہم عصروں سے آگے بڑھ جاؤ گے" اور ایسا ہی ہوا۔

غلام عبدالقادر ناظر اپنے انگریزی تذکرہ تاریخ سفر نامہ والا جاہ چہارم میں بتایا ہے کہ حضرت شاہ ناصر وجد اور ہوش کے درمیانی عالم میں جسے عالم سکر بھی کہہ سکتے ہیں ہمیشہ محو رہتے تھے اور بہت کم گویا تھے۔ لوگ آپ سے مستفیض ہونے کے لئے دور دور سے آیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات 25 رشوال 1117ھ م 1757ء کورانی پٹ میں ہوئی اور وہیں پالارندی کے شمال میں آپ کی تدفین عمل میں آئی جہاں ایک پختہ مقبرہ بھی تعمیر کیا گیا اور آج کل وہ زائرین و معتقدین کا منبع و ماویٰ ہے۔ اسی مقبرے کے احاطے میں بہت سے نامور لوگ مدفون ہیں مثلاً مولوی خیر الدین خان کلاں ان کی اہلیہ کریم النساء بیگم المعروف بہ حضرت بیگم صاحبہ (خواہر خرد نواب محمد علی والا جاہ اول) اور خیر الدین خان کی اولاد

1) غلام پیر (والا جاہ اول کے داماد جو شمس الدولہ سے موسوم ہیں)
2) امیر الدولہ عبدالقادر خان بہادر امیر جنگ
3) اعتماد الدولہ عبدالولی خان بہادر (والا جاہ اول کے داماد)
4) محمد جان جہاں خان (جن کے نام کی مدراس میں ایک سڑک مشہور ہے)
5) جنگلی بیگم (دختر خیر الدین خان اہلیہ امیر الدولہ)
6) رضا حسین (جنگلی بیگم کے بڑے فرزند۔ موصوف کے نام سے بھی ایک سڑک علاقہ سپیاری کھٹہ میں موجود ہے)

حضرت شاہ ناصر کے آستانے میں ان معتمدین کی تدفین سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پردہ پوشی کے بعد بھی آپ کا قرب یہ لوگ چاہتے تھے ایک فقیر کے آستانے میں شاہوں کا بھی فقیرانہ انداز فکر قابل ستائش ہے۔ حضرت مخدوم ساوی نے والا جاہ اول کو اپنے آستانے میں آخری آرام کی اجازت نہ دی تو وہاں اس بزرگ کی تنہائی ہی مقصود ہے جو اہم ترین شیوۂ اولیاء ہے۔

Marfat.com

حضرت سید علی محمد قادریؒ

آپ حضرت شاہ صبغتہ اللہ کے پوتے اور سلطان سید شاہ عبدالرحمٰن حسین قادری کے فرزند ارجمند تھے۔آپ کی ولادت 1074ھ م 1663ء میں بیجاپور میں ہوئی۔آپ اپنے دور کے شریعت کے سخت پابند اور اہل طریقت سے تھے۔آپ کے والد بزرگوار کے وصال کے بعد آپ خلیفہ ہوئے۔آپ کی ایک مشہور تصنیف "تجلیات رحمانی" تصوف میں ہے۔آپ بیجاپور سے ہجرت کر کے آرکاٹ آگئے مگر آرکاٹ میں آپ کی آمد کب ہوئی اس کا کچھ پتہ نہیں۔آپ کے طور طریقے رہن سہن گفتگو اور بزرگی کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ آپ سلطان الاولیاء حضرت غوث الوریٰ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی حضرت المعروف بہ پیران پیر دستگیر قدس اللہ سرہ العزیز کے عین مشابہ تھے۔ہزاروں لوگ آپ کے معتقد اور مرید تھے۔آپ کی سادگی ایسی تھی کہ آپ حضرت ٹیپو اولیاء مجذوب سے خود ملنے جایا کرتے تھے اور حضرت ٹیپو اولیاء بھی آپ کی آمد کا وقت کشف سے معلوم کر لیتے تھے فوراً لباس زیب تن کر لیتے تھے اپنی ہمہ وقت کی برہنگی کو حضرت کے روبرو چھپانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ "نفس رحمانی" کو بعض لوگ آپؒ کی تصنیف سمجھتے ہیں دراصل یہ کتاب آپ کے والد بزرگوار حضرت سلطان سید شاہ عبدالرحمٰن حسینی قادری کی ایک تصنیف کی تشریح و توضیح ہے اور یہی تشریح و توضیح "تجلیات رحمانی" سے موسوم ہوئی۔آپ نے ترسٹھ سال کی عمر پا کر 7 / ربیع الاول 1138ھ مطابق 1725ء میں اس دنیا سے پردہ پوشی کی تاج پورہ میں آپ کا مزار مبارک آج بھی عقیدت مندوں کے لئے بڑی کشش رکھتا ہے۔

حضرت سید شاہ محمد الثانی حسینی قادری صبغتہ اللہیؒ

آپ کی ولادت باسعادت 1106ھ م 1694ء میں ہوئی۔آپ سید شاہ محمد الحسینی کے فرزند ارجمند تھے آپ نے اپنے والد ہی سے تعلیم و تربیت پائی اور خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔آپ صاحب کرامات بزرگ تھے اور آپ کی کراماتوں کا چرچا دور دور تک تھا۔کسی اہم کام سے جب آپ میسور گئے تو ترسٹھ سال کی عمر میں آپ وہاں رحلت فرما گئے اور آپ کا جسد مبارک آرکاٹ لایا گیا اور تاج پورہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی غلام عبدالقادر ناظر کے تذکرے میں آپ کی تاریخ وفات 22/ شوال 1169ھ م 1755ء بتائی گئی ہے مگر ایک اور تذکرے میں جناب عبیداللہ نے آپ کی تدفین یکم / شوال 1169ھ بتائی ہے۔معلوم نہیں ان دونوں تاریخوں میں صحیح کیا ہے؟ عبیداللہ صاحب نے آپ کی رحلت پر کہی گئی تاریخ یہ بتائی ہے "پیران پیر دستگیر" 1169ھ دونوں تذکروں میں سال وفات یکساں ہے مگر تاریخ وفات ہی میں اختلاف ہے آپ تاج پورہ میں اپنے والد کے پہلو ہی میں مدفون ہیں۔آپ کی اہلیہ کا نام بی بی صاحبین بتایا گیا ہے۔

Marfat.com

آرکاٹ حضرت ثانی سید شاہ صبغتہ اللہ الحسینی القادری صبغتہ الملہیؒ

آپؒ کی ولادت باسعادت 1131ھ میں ہوئی۔ آپؒ کے والد حضرت سید شاہ محمد (ثانی) ہی سے آپؒ کی ابتدائی تعلیم بھی ہوئی اور خلافت بھی حاصل ہوئی۔ آپؒ اپنے دور کے اولیاء کرامؒ میں بہت جلیل القدر تصور کئے جاتے تھے۔ آپؒ کی کرامات اظہر من الشمس تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپؒ کی پیٹھ پر بال سورۂ اخلاص کی طرح مرتب تھے آپؒ کے دور میں میسور میں نواب حیدر علی کی اور آرکاٹ میں نواب والا جاہ کی حکومتیں قائم تھیں۔ جس وقت نواب حیدر علی کی فوجیں آرکاٹ پر حملہ آور ہوئیں تو آرکاٹ میں نواب والا جاہ کی جانب سے رائے جی مدافعت کر رہا تھا۔ رائے جی نے تجویز کی کہ تاڑ کے درختوں کو قد آدم تراش کر ان پر فوجی لبادے اور خود پہنا دیئے جائیں تا کہ حیدر علی کے فوجی مقابل میں کثیر التعداد سپاہیوں کا تصور کریں اور ان پر ہیبت طاری ہو۔ جب پردۂ راز اٹھا تو حیدر علی کو بہت طیش آیا اور رائے جی گرفتار ہو کر اس کے پاس گیا تو حیدر علی نے دریافت کیا کہ اس نے اس طرح کا فریب کرنے کی ہمت کیسے کی۔ جواب دیا کہ ہر ماتحت اپنے حاکم کی خیر خواہی کرے۔ حیدر علی کو یہ جواب بہت پسند آیا اور اسے رہا کر دیا۔ کہا جاتا ہے جس وقت وہ گرفتار ہو کر جا رہا تھا تو حضرت ثانی سید شاہ صبغتہ اللہ الحسینی القادری کی خانقاہ پر سے گذرا تھا۔ حضرت شاہ ثانی کو دیکھ کر کہا ''حضرت میں بے عزتی سے گرفتار ہو کر جا رہا ہوں'' تو حضرتؒ نے کہا ''عزت کے ساتھ واپس بھی آ جاؤ گے'' اور ایسا ہی ہوا۔

آپؒ نے 24/ ذی القعدہ 1194ھ م 1780ء کو وفات پائی اور تاج پورہ ہی میں تدفین عمل میں آئی۔ آپؒ کی وفات کا سن ذیل کے مصرع سے ظاہر کیا گیا ہے۔

فرو شد ز ہے آفتاب زمن

1194ھ

انتقال کے وقت آپؒ کی عمر 63 سال کی تھی۔ آپؒ کے فرزند ارجمند کا نام بھی دادا کے نام پر رکھا گیا اور وہی آپؒ کے سجادہ نشین ہوئے۔

آرکاٹ حضرت ثانی سید شاہ علی محمد الحسینی القادریؒ

جس وقت آپؒ کے والد بزرگوار حضرت ثانی سید شاہ صبغتہ اللہ الحسینی القادری نے رحلت فرمائی تو آپؒ کی عمر صرف 4 سال کی تھی۔ آپؒ حضرت شاہ صبغتہ اللہ اول کے بھتیجے تھے۔ آپؒ نے اپنے بڑے بھائی حضرت دستگیر دو عالمؒ سے تعلیم و تربیت پائی اور بیعت و خلافت بھی آپؒ نے اپنے بھائی ہی سے حاصل کی۔ غلام عبد القادر ناظر نے اپنے تذکرے میں بتایا ہے کہ آپؒ نے اپنے دادا حضرت میراں سید محمدؒ کے ہمراہ

Marfat.com

عرب ممالک کا دورہ کیا۔ مدینۃ المنورہ میں آپؒ کے دادا کا انتقال ہو گیا تو وہ آرکاٹ واپس ہوئے اور چند سال کے بعد آپؒ نے 25 شوال میں رحلت پائی اور حسن پورہ کے گنبد میں تدفین ہوئی۔ اس گنبد میں آپؒ کے بازو میں آپؒ کے جانشین سید محمدؒ مدفون ہیں۔ اس گنبد کے عقب میں آپؒ کے فرزند محی الدین قادریؒ (المعروف بہ پیر شاہ) اور آپؒ کی والدہ مدفون ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ آپؒ کی تعلیم و تربیت حضرت سید میراں محمد سے حاصل کی ہے (نہ کہ اپنے بڑے بھائی سے) جناب عبیداللہ صاحب نے اپنے تذکرہ میں آپ کی تاریخ وفات 9/ شوال بتائی ہے اور کہا ہے کہ آپ نے میسور میں انتقال کیا اور آپ کی نماز جنازہ وہیں پڑھی گئی اور آپؒ کے جسد مبارک کو ایک صندوق میں بند کر کے امانتاً سپرد خاک کیا گیا ایک سال کے بعد آپؒ کا جسد مبارک آرکاٹ لایا گیا اور تاج پورہ میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت حکیم عثمان خان سرورؒ آرکاٹ

حضرت حکیم عثمان خان سرور کی شخصیت جتنی معمہ خیز ہے اتنی ہی دلچسپ اور روح پرور بھی ہے آپ کے والدین سے متعلق کسی تذکرہ نگار نے آج تک کچھ نہیں لکھا ہے۔ مولوی غلام عبدالقادر ناظر نے تذکرے "بہار اعظم جاہی" (ص 118) میں آپ سے متعلق چند معلومات فراہم کی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نواب تہور خان بہادر (نواب ناصر جنگ بہادر شہید کے امیر اعلیٰ اور نیک بخت بخشی تھے) کے بھتیجے تھے یا بھتیجے تھے۔ ممکن ہے آپ بھتیجے ہی رہے ہوں اگر بھتیجے ہوتے تو ضرور اس کی طرف اشارہ کرتے۔ آپ اپنے وقت کے زبردست ولی اور خدا شناس بزرگ تھے گویا آپ کا وجود صحرا میں پوشیدہ ایک خزانے کے مترادف تھا۔

آپ ہمیشہ ایک نیم تاریک حجرے میں رہنا پسند کرتے تھے اس لئے آرکاٹ کی ایک چھوٹی سی نہر کے کنارے واقع ایک مکان میں جو "چندا پیٹ" کے علاقے سے لگا ہوا تھا پسند فرمایا پتہ نہیں کیوں حضرت سرور شریعت کی پاسداری نہ کرتے ہوئے داڑھی اور مونچھ مونڈھنا گوارا کرتے تھے جب کہ آپ جیسے پایہ کے بزرگ اس کو گوارا نہیں کرتے۔ اللہ والوں کی بات اللہ ہی جانے......

وہ اپنے حجرے کے قریب کسی کو پھٹکنے ہی نہیں دیتے تھے۔ وہ سیپ میں بند ایک موتی کی طرح تھے جو ضرورت پر ہی باہر نکلتا ہے۔

جس وقت قاضی نظام الدین احمد صغیر کا انتقال ہوا تو اس وقت بقول مصنف "تاریخ احمدی" آپ بھی جنازے کے ساتھ ساتھ تھے اور کہا تھا کہ "اس زمانے میں دو ہی قطب تھے ایک جس نے ابھی انتقال فرمایا اور دوسرا وہ ہے جس کے ضعیف کاندھوں پر قطب کا باقی بوجھ اکیلا ڈال دیا گیا ہے" (یہ خود کی طرف اشارہ تھا) اور کہا تھا کہ "اگر یہ قطب بھی اُٹھ جائے گا تو شہر ویران ہو جائے گا"۔ دوسرے ہی سال یعنی 29/

Marfat.com

رجب 1190ھ م 1776ء کو حضرت عثمان خان سرور نے دنیا سے پردہ کرلیا اور آپ کے پردہ کرتے ہی آرکاٹ کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ آپ کی پیشین گوئی درست نکلی۔ یقیناً آپ اپنے دور کے قطب تھے۔

آپ متقی پرہیزگار اور ایمان پر اپنی جان قربان کرنے والے ایک ولی کامل ہیں۔ قادریہ سلسلے میں آپ کو خلافت حاصل تھی مگر کس سے خلافت حاصل کی اس کا بھی کچھ علم نہیں ہے۔ البتہ آپ اپنے مریدوں کو اسی سلسلے میں بیعت کراتے تھے۔ آپ حاذق حکیم بھی تھے مگر حکمت سے زیادہ اپنی دعاؤں کے اثر سے وہ بیماروں کو اچھا کر دیتے تھے۔ مصنف بہار اعظم نے بتایا ہے کہ حضرت سرور ہی کے دعاء کر کے دیئے ہوئے پانی سے ان کے والد محمد ندیم اللہ کا اسہال (دموی پیچش) فوراً ختم ہوئی اور کامل شفا حاصل ہوئی۔

آپ کا مزار مبارک آرکاٹ کے محلے "پتلی واڑی" میں زیارت گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے۔

(مدراس میں اُردو مولوی نصیر الدین ہاشمی ص 30)

آپ ایک پایہ کے شاعر تھے جن کا ایک مختصر سا دیوان 66 صفحات پر مشتمل ہے جس میں ایک سو بارہ ردیف اور غزلیں جگہ پائی ہیں۔ آپ کو مرزا مظہر جان جاناں سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

آرکاٹ حضرت سید شاہ میراں حسینیؒ

آپ کا نام سید شاہ عبدالقادر (فرزند سید شاہ وزیر اللہ حسینی) ہے اور آپ حضرت شاہ میراں حسینی ہی کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ آپ سلسلہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز کے ایک اہم ترین بزرگ ہیں۔ بارہوئیں صدی ہجری کے مشائخین عظام میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ اکثر آدم کی پہاڑی میں مصروف ریاضت و محو عبادت رہا کرتے تھے۔ ("اکتساب نظر" از ڈاکٹر راہی فدائی ص 55 مطبوعہ 1991ء)

حراست پور نامی علاقہ موجودہ وشارم کی قدیم آبادی کا نام ہے اور یہ قدیم آبادی شہر آرکاٹ کی فصیل کے باہر شروع ہوتی ہے اور موجودہ سی عبدالحکیم کالج کے مغرب میں ایک پہاڑی ہے جس کا نام "بادا آدم کی پہاڑی" ہے۔ کثرت استعمال کے سبب آج اس کا نام بگڑ کر "بادم پہاڑ" ہو گیا ہے۔ اسی پہاڑی کے ایک درّے میں حضرت شاہ میراں حسینی مشاہدے اور مراقبے، ریاضت و عبادت میں گذارتے تھے۔ اسی لئے آپ کو لوگ شاہ میراں حسینی ولی اللہ منزوی الجبلین قدس اللہ سرہ العزیز کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔

والی آرکاٹ نواب سعادت اللہ خان دور حکومت (1710 تا 1734ء) نے بہ معرفت دلدار خان نلمنگل کے سات قریہ آپ کو بطور جاگیر عطا کئے تھے۔ اس کے باوجود حضرت نے وہاں جا کر رہنا پسند نہیں کیا بلکہ آدم پہاڑی کو اس پر ترجیح دی اور اسی کو مستقل مسکن بنالیا۔ آپ کے بے شمار مریدین ہیں جن میں اس دور کے جید علماء بھی ہیں صوفیاء اور شعراء بھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ بہت بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے اور جنگلی

Marfat.com

جانور تک بھی آپ کے حکم کے تابع اور مطیع ہوتے تھے۔ آپ کا مزار مبارک اسی پہاڑی کے درّے میں آج بھی زیارت گاہ معتقدین ہے۔ آپ کی وفات 4/ جمادی لآخر 1140ھ م 1727ء میں ہوئی۔

آرکاٹ اور ویلور کے اکثر شعراء نے آپ سے شرف تلمذ بھی حاصل کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قدیم اُردو کی داغ بیل وشارم میں ڈالنے والوں میں حضرت ہی کا ہاتھ ہے۔ ان کے ایک شاگرد اور مرید حضرت شاہ محمد آرکاٹی نے اپنے شیخ کی مدح سرائی کرتے ہوئے آپ کی کرامتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے تین شعر ملاحظہ کیجئے۔

میں کہتا ہوں بوجھو کے اے خاص و عام　　حضوری میں تھا شیراں کی مدام
تہجد کے وقتوں وظیفہ سنے　　ادب سات آبیٹ کر سامنے
کہ چوکر[1] تھے راند کے ریچھ[2] و باک[3]　　بھی رکھوالی حجرے کا تھا ایک ناک[4]

آرکاٹ　حضرت شاہ محمد علیؒ

آپ اہل نائط سے تھے۔ آپؒ کو حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی سے شرف ارادت حاصل تھی۔ آپؒ نواب علی دوست خان بہادر کے دور میں باحیات تھے۔ آپؒ ابتداء میں منصب بخشی پر فائز تھے بعد میں داروغہ عدالت مقرر ہوئے تھے۔ آپؒ کا تقدس، تقویٰ اور پرہیز گاری ان تمام عہدوں کے باوجود قائم تھی۔ آپؒ مذہب و شریعت کی پابندی میں بہت سخت اور صاحب قول و فعل تھے۔ بیت الحرم میں آپؒ باجماعت پنجوقتہ نماز ادا کرتے تھے جس کا پتہ ہزاروں زائرین حرم نے دیا تھا جو بڑی حیرت کی بات تھی۔ اس کی صداقت پر کسی کو گمان نہیں تھا کیوں کہ ہر زائر حرم اس بات کو دہراتا تھا۔ حالاں کہ آپؒ آرکاٹ ہی میں ہوتے تھے۔ آپؒ کی وفات 3/ صفر المظفر میں ہوئی اور محلہ احمد کلیم خان میں آپ کی تدفین عمل آئی۔ (آپ کا سال وفات معلوم نہیں ہو سکا)

آرکاٹ　حضرت یاد اللہ شاہ قادریؒ

آپؒ کا نام بھی آپؒ کے بار بار دہرائے جانے والے کلمہ "یاد اللہ کی" سے ماخوذ ہے ورنہ آپؒ سے متعلق کسی کو کچھ پتہ نہ تھا کہ آپؒ کب پیدا ہوئے؟ آپ کہاں سے آئے؟ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ کس سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ آپؒ ایک مجذوب تھے اور مصنف "بہار اعظم جاہی" کی اطلاع کے مطابق آپ آرکاٹ میں 1783ء میں باحیات تھے۔ لوگ آپ کو گھیرے رہتے اور کسی کے مطالبہ سے پیشتر ہی آپ

---

1. نوکر　2. ریچھ　3. باگ　4. ناگ

Marfat.com

کچھ بڑبڑانے لگتے اور سائل کے مقصد اور حل دونوں بیان ہو جاتے تھے۔ کسی مقصد کے برآنے یا نہ آنے کی طرف ''ہاں'' یا ''نہیں'' کے مختصر لفظ میں بیان کر دیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؒ اپنی رحلت سے کچھ پیشتر ہمیشہ یہ کہتے تھے۔ ''میں سواری کے لئے ایک گھوڑا خریدوں گا'' ایک بدمعاش افغان کے کانوں میں بھی آپ کے کلمات پڑے اور سمجھا کہ آپ کے پاس (گھوڑا خریدنے کے لئے) رقم ہوگی۔ اس بدمعاش نے ''رقم'' پر قبضہ کرنے کے لئے آپ کو شہید کر دیا۔ ابھی وہ اس گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہی تھا کہ صوبہ آرکاٹ کے نائب راجہ بیربار کے سپاہیوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس گناہ کے جرم میں قتل کیا گیا۔ حضرت یاد اللہ شاہؒ کے وہ آخری کلمات معنی خیز تھے۔ وہ شہید ہو کر روزِ محشر میں قاتل کے کاندھوں پر (گھوڑے پر) سوار ہو کر خالق کائنات مالک روزِ محشر رب ذوالجلال والاکرام کے روبرو پہنچیں گے اور جزا پائیں گے۔

آرکاٹ حضرت امین پیرؒ (عرف امین صاحب چاہو)

آپؒ لوگوں میں ''امین صاحب چاہو'' کے نام سے معروف تھے۔ آپؒ میں غوث الوقت ہونے کی تمام نشانیاں موجود تھیں۔ ہر جمعرات کو یہ دیکھا گیا ہے کہ آپؒ کے اعضاء جسم سے کٹ کر بکھر جایا کرتے تھے (اکثر بزرگوں سے یہ عمل سرزد ہوا کرتا ہے اور ذاکر کے عضو کٹ کر بکھر جاتے تھے اور ہر عضو ذکر میں الگ الگ محو ہو جاتا تھا۔ (حضرت مکان ویلور کے حجرہ میں ایک مہمان بزرگ آکر ٹھہرے تھے۔ آپؒ کمرہ بند کر کے ذکر کرتے تھے۔ پوچھا گیا کہ آپؒ ایسا کیوں کرتے ہیں تو سائل کو جواب دیا اگر تم مجھے ذکر کے موقعہ پر دیکھو گے تو برداشت نہ کر پاؤ گے۔ پاس انفاس میں حد درجہ انہماک سے اولیاء میں یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ ناچیز کو ایک بزرگ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے جن کے نام کو میں پردۂ اخفا میں رکھنا پسند کروں گی۔ مجھے آپ کے قول پر اعتماد ہے) مصنف ''بہارِ اعظم جاہی'' نے بھی اس طرح کی ہونی کی تصدیق کی ہے۔ موت کے وقت آپؒ کی عمر چھیالیس سال کی تھی آپؒ کا مزار محمد شاہ بازار آرکاٹ کے شمالی حصے میں واقع ہے۔

آرکاٹ حضرت کامتو شاہؒ

حضرت کامتو[1] شاہؒ کا مزار ''گلزار رامنا'' میں ایک چٹان کے عقب میں واقع ہے۔ یہ چٹان پہلے ''کاریوا چھنال بنڈہ'' کے نام سے مشہور تھی۔ ''بنڈہ'' بمعنی چٹان اور ''چھنال'' بمعنی کسبن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راتوں میں کسبنیں یہاں ''دھندا'' کرنے آتی تھیں اور لوگ چھپ کر اس چٹان کی آڑ میں منہ کالا کیا کرتے تھے۔ مگر شاید حضرت کامتو شاہؒ کی آمد نے اس ''پیشہ'' پر پابندی لگا دی تھی اور حضرتؒ نے وہاں ذکر و اذکار میں

[1] ٹمل زبان میں کامتو (Kamaththu) کے معنی جنسیت (یا جنس زدگی) مراد ہے

Marfat.com

اپنا وقت صرف کرنے لگے تھے واللہ اعلم۔ بعد میں اس چٹان کا نام "نور بنڈہ" یا "اِسلام بنڈہ" پڑ گیا۔ ظاہر ہے کہ "چھنال بنڈہ" سے تبدیل ہو کر اچھے ناموں سے اس چٹان کو موسوم ہونا کسی اللہ والے کے طفیل ہی ہوسکتا ہے۔

غلام عبدالقادر ناظرؔ نے "بہار اعظم جاہی (ص 121-120) میں آپؒ سے متعلق اور بھی حقائق کا انکشاف کیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ نواب ناصر جنگ یہاں ایک تاریک رات کو سادہ ترین درویشانہ لباس میں ملبوس ہو کر حضرت کامتو شاہؒ سے ملنے کے لئے پہنچے تو اس وقت حضرتؒ سخت مشاہدے میں منہمک تھے۔ آپؒ کا سر لٹکا ہوا تھا اور آپؒ کی جبیں ماہِ چہاردہ کی طرح چمک رہی تھی۔ جونہی آپؒ نے قدموں کی چاپ سنی تو دریافت کیا "کون ہو تم؟" یہاں کس لئے آئے ہو؟" تو نواب نے جواب دیا "میں سید احمد ہوں" پوچھا "میں تمہیں نہیں جانتا، اپنا پورا تعارف کراؤ"۔

نواب نے بتایا "یہ گناہ گار لوگوں میں ناصر جنگ کے نام سے بدنام ہے" حضرت نے پوچھا "تم جیسا اعلیٰ منصب دار اور دکن کا وزیر یہاں اس طرح سے آنے کا کیا مطلب ہے؟" نواب ناصر جنگ نے بتایا "میں شاہانہ شان و شوکت اور اقتدار سے متنفر ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے شہید کا درجہ نصیب ہو" تو حضرتؒ نے دریافت کیا "اے بابا! تم جہاں دار آدمی ہو۔ سچی سچی بات کیوں نہیں بتاتے؟" نواب نے عرض کیا "آپؒ میری بات کی صداقت کو اپنی باطنی قوت سے جانچ سکتے ہیں" حضرتؒ نے مشاہدہ میں خود کو محو کر لیا اور ناصر جنگ کی بات میں سو فیصد صداقت پائی۔ پھر سر اُٹھایا اور کہا "اے بابا! خوش ہو جاؤ اپنے ذہن کو وسوسے اور رنج سے آزاد کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جامِ شہادت نوش کرائے گا صبر کرو۔ تمہیں ابدی شہرت نصیب ہوگی"۔

اس واقعہ کو گذرے چند دن ہی ہوئے تھے کہ ماہِ ذی الحجہ میں زبردست بارش ہوئی اور 16/ محرم تک لگاتار موسلا دھار مینہ برستا رہا۔ رکنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ لوگوں کے مال اسباب، کھیتیاں اور مویشی برباد ہونے لگے اور زبردست قہرِ الٰہی نازل ہوا۔ اس موقعہ پر سماج دشمن عناصر اور ڈاکوؤں اور لیٹروں نے لوٹ مار اور کشت و خون کا بازار گرم کر دیا۔ نواب ناصر جنگ کے خاندان نے ایک احسان فراموش افغان ہمت خان کو پناہ دے رکھی تھی۔ وہ اپنے محسن نواب ناصر جنگ کا نمک حرام ثابت ہوا اور بڑے ظالمانہ رویہ کا اظہار کرتے ہوئے نواب موصوف کو اپنی گولی کا نشانہ بنالیا۔ آپ نے اسی وقت جامِ شہادت نوش فرمایا۔ "توزک والا جاہی" حصہ دوم ص 58-56 میں فرانسیسیوں اور والا جاہی فوجوں کی مڈبھیڑ کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس میں نواب نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ کا نام "میر احمد" بتایا گیا ہے۔ آپ ایک سادہ لباس میں اپنے خاندان کی خواتین کے ساتھ ہاتھی پر ایک "ہودہ" میں سوار گذر رہے تھے وہ آرکاٹ سے جنجی کی طرف سفر کر رہے تھے۔ ان کی فوج ٹکڑیوں میں بٹ گئی تھی اور اُنھوں نے عبدالنبی خان اور ہمت بہادر خان ثانی افغانیوں کو دیکھا یہ دونوں بالترتیب کڈپہ

Marfat.com

اور کرنول کے ناظم تھے جو فرانسیسیوں سے ملے ہوئے تھے۔ ناصر جنگ کو اس کا پتہ نہ تھا انھوں نے کھڑے ہو کر ان کو سلام بھی کیا تھا تا کہ وہ پہچان لیں کہ وہ سادہ لباس میں ملبوس کوئی اور نہیں بلکہ وزیر مملکت ناصر جنگ ہی ہیں۔ دونوں کھسیائے تا کہ فرانسیسیوں کو پتہ نہ چلے کہ وہ انھیں پہچانتے ہیں۔ ہمت بہادر خان نے بندوق داغی اور ناصر جنگ کا کام تمام کر دیا۔ آپؒ کی شہادت 1751ء میں ہوئی۔ یہ سانحہ 17/محرم 1164ھ م 1750ء میں پیش آیا۔ اس دن سے نواب ناصر جنگ "سید احمد شہید" کے نام سے لوگوں میں مشہور ہو گئے اور حضرت کامتو شاہ کی پیشین گوئی درست نکلی۔ ناصر جنگ کی تاریخ وفات "آفتاب رفت" سے 1164ھ نکلتی ہے۔

"حضرت کامتو شاہ" کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا پتہ نہیں اور یہ بھی پتہ نہیں کہ آپ کہاں کے رہنے والے تھے۔ ممکن ہے آپؒ آرکاٹ ہی کے باشندے رہے ہوں اور مقامی بزرگوں ہی سے آپؒ کو ارادت و خلافت حاصل ہوئی ہو۔ گمان ہوتا ہے کہ آپ کا نام اقامت شاہ ہوا اور بگڑ کر کامتو شاہ ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم

آرکاٹ حضرت کا سکے میاں صاحبؒ

آپ کا مزار نار بازار آرکاٹ میں ہے۔ آپؒ اپنے وقت کے ایک مشہور ولی گذرے تھے۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ دوسرے آستانوں سے ناکام ہونے والے آپؒ کے آستانے پر آ کر نہال ہو جاتے ہیں۔

آرکاٹ ترتا ترت بی بیؒ

دکھنی زبان میں "ترتا ترت" کے معنی "عجلت" کے ہیں آپؒ کا مزار ظہر نگر گیٹ (آرکاٹ) کی راہ کے موڑ پر واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شہر کی فصیل باندھنے کے لئے اور دیوار تعمیر کرنے کے لئے جس وقت کھدائی ہوئی تو زمین سے اس جگہ خون کا فوارہ چھوٹنے لگا تھا۔ احتیاط سے مٹی سرکائی گئی تو وہاں ایک خاتون سالم سفید کفن میں آسودہ خواب پائی گئیں۔ فوراً زمین برابر کر دی گئی اور اوپر قبر نما مٹی چڑھا دی گئی۔ آپ کو دیکھ کر "رابعہ بصری" کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نہ جانے کتنے اولیاء، صالحین اور درویشوں کو یہ زمین اپنی پناہ میں محفوظ رکھے ہوئے ہے سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر!! مگر لوگ برروئے زمین ان سے ناواقف روزمرہ کی خرافات میں بدمست ہیں۔

آپؒ موصوف خاتون کی آرام گاہ کا جتنی جلدی پتہ چلا اتنی ہی مستعدی سے اسے ڈھانک دیا گیا۔ شاید اسی مناسبت سے لوگ آپ کو "ترتا ترت بی بی" کہہ کر بلانے لگے ہوں آپ کے نام اور مقام کا کسی کو

Marfat.com

دیگر ذرائع سے پتہ چلنا دشوار ترین امر ہے۔

ویلور — حضرت نور محمد قادریؒ

آپ اپنے دور کے بہت ہی مشہور و معروف خدا ترس ولی صفت بزرگ تھے۔ تقریباً آج سے سات سو سال قبل اشاعت اسلام کی غرض سے آپ نے شہر ویلور دارالسرور میں قدم رکھا تھا۔ آپ کا وجود ویلور میں کفر شکن ثابت ہوا اور یہ کفر شکنی ہی ویلور کے باشندوں ہی کے ہاتھوں بت شکنی اور مندر شکنی کی حد تک پہنچی۔ یہ غلط خیال ہے کہ آپ خود مندر شکن تھے کیوں کہ کسی ایک واحد شخص سے یہ کام سرانجام نہیں پا سکتا جب تک کے وہاں کے قدیم باشندوں کا تعاون حاصل نہ ہو اور مٹھی بھر مسلمان بھی یہ کام نہیں کر سکے۔ ظاہر ہے کہ آپ کے دور میں اسلام لوگوں کے دلوں اور روح میں اُتر چکا تھا۔ کفر کی ضلالت بڑی حد تک مٹ چکی تھی تبھی قدیم بت پرست اللہ پرست بن گئے تھے۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کو مندر شکن بتا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ جن علاقوں میں پہلے بھی مندر ہوا کرتے تھے ان کے نیست و نابود ہو جانے کے بعد آپ نے اس علاقے کو خالص توحید پرستی کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور وہیں مدفون ہونا بھی پسند فرمایا تھا۔ آپ کا مزار پالار ندی کے کنارے واقع ہے جو آج بھی آپ کے عقیدت مندوں کے لئے مرکزِ کشش بنا ہوا ہے۔ آپ کی آمد کا دور ویلور میں "ہیوسالا" سلطنت (1022ء تا 1342ء) کا دور تھا۔ اس سلطنت کا پایہ تخت اس زمانے میں دوارا سمندر (یعنی موجودہ ہیلی بیت ریاست میسور تھا جس کا حکمراں بلالہ دیو سوم (1291ء تا 1342ء) تھا)۔

[دارالعلوم لطیفیہ ویلور کا ادبی منظر نامہ۔ ڈاکٹر راہی فدائی مطبوعہ 1997ء]

آپؒ صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ کے معاصرین میں حضرت سید بابا مظہر الدین المعروف بہ نطہر اولیاء (حضرت طبل عالم پاشا ترچناپلی المتوفی 673ھ م 1274ء) حضرت سید اسمٰعیل حیدر ولی ملباگلی (آپ کے خلیفہ) المتوفی 668ھ م 1269ء اور حضرت بابا فخر الدین گنج الاسرار پنکنڈوی (آپ کے ایک اور خلیفہ) المتوفی 694ھ م 1299ء قابل ذکر ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت انھیں بزرگوں کے ہم عمر رہے ہیں اور آپ کی وفات بھی تقریباً ساتویں صدی ہجری کے اختتام میں ہوئی ہے۔ آپ ہی کے دور میں یا پھر آپ کی وفات کے فوراً بعد ویلور میں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس کی اہم وجہ آپ کی اشاعت اسلام ہی ہے اور آپ نے اہم بیج بوئے جس کے درختوں پر پھل اور پھول رنگ لا رہے تھے۔

جنوب کے پانڈؤں کی سلطنت پر ملک کافور کے حملے 710ھ م 1310ء میں ہوئے تھے تو اس وقت ویلور میں مسلمانوں کی کافی آبادی پھیل چکی تھی اور ویلور کے مضافات میں بھی اسلام کا نور اپنی ضیا پاشیاں کرتا دکھائی دے رہا تھا۔ اسی ویلور دارالسرور کو بعد کے بزرگوں نے پوری طرح روشنی بخشی جس کی

Marfat.com

مثال تاریخ میں کہیں اور نہیں مل سکتی۔

ویلور حضرت شاہ علی حسینی چشتیؒ

آپ ویلور کے قدیم شیوخ میں ایک اہم ترین اور نامور بزرگ تصور کئے جاتے ہیں" بہار اعظم جاہی" کی تصنیف 1823ء میں مولوی غلام عبدالقادر ناظر نے ختم کی تھی جس میں تذکرہ نگار بتاتے ہیں کہ حضرت شاہ علی حسینی چشتی کو دنیا سے پردہ پوشی کرتے ہوئے تقریباً ایک صدی کا عرصہ گذر چکا ہے اس حساب سے آپ کی وفات 1723ء کے آس پاس ہوئی ہے مگر صحیح تاریخ کسی تذکرے میں نہیں ملتی۔ آپ کا مزار شریف ویلور میں ایک خوشنما اور جاذب نظر عمارت میں (معہ گنبد) واقع ہے۔ اسی گنبد کے احاطے میں ایک مسجد، خانقاہ اور دیگر خاندانی افراد کی قبریں موجود ہیں۔

حضرت شاہ علی حسینی چشتیؒ کس علاقے سے تشریف فرما ہوئے اور یہاں ان کی آمد کا سبب کون ہوا اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا البتہ قیاس یہ کیا جاسکتا ہے کہ بزرگ نور محمد قادریؒ کی پھیلائی ہوئی روشنی کا شہرہ دور دور تک ہو چکا تھا اور یہی بات حضرت علی چشتی حسینیؒ کو یہاں کھینچ لائی ہو یا ممکن ہے آپ نے اسی خانوادہ کے کسی بزرگ سے یا خلیفہ سے اکتساب نور کیا ہو اور اس کی چھوٹی ہوئی کڑیوں کو پھر سے جوڑنے کے کام میں آپ کو لگا دیا گیا ہو۔ بہر حال آپ کے خاندان کے افراد نے کئی صدیوں تک ویلور کو دارالسرور بنے رہنے میں مدد کی ہے۔ آپ کے مقبرے میں آپ کی پوتی بھی مدفون ہیں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ تین چار صدی تک آپ کے خانوادے کے فیوض برابر عوام کو حاصل ہوتے رہے۔ اس دور میں خانقاہی طریقہ اور نقار خانے کا رواج آج کے دور سے بالکل مختلف رہا ہے یہ دونوں باتیں اس دور میں مسجد اور درگاہ کے ساتھ لازم وملزوم رہی ہیں۔

ویلور حضرت علی سلطانؒ

آپ ایک سیاہ فام بزرگ تھے جن کا تعلق چشتیہ سلسلے سے تھا۔ آپ مجذوب تھے (مجذوب اور ولی میں فرق اتنا ہے کہ مجذوب ہمیشہ فنائیت کے عالم میں رہتا ہے اور بہت کم عالم ہوش میں مگر ولی فنائیت کے ساتھ ساتھ عالم ہوش کو بھی برقرار رکھتا ہے) آپؒ پر وجدانی کیفیت ہمیشہ طاری رہتی تھی اور کبھی کبھی عالم ہوش کی سیر کرتے تھے۔ آپ کا دور حیدر نائک کے ویلور پر حملے کا دور تھا اور اس وقت آمد و رفت پر اتنی سخت پابندی تھی کہ ایسی پابندی کبھی کہیں دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی تھی۔ دشمنوں کے جاسوسوں پر نظر رکھنے کے لئے اور ان سے محفوظ رہنے کے لئے ہر شخص کی تلاشی لی جاتی اور کسی کو بھی شاہی دفتر کے آس پاس بھی پھٹکنے کا موقع

Marfat.com

نہیں دیا جاتا۔ اتنی سخت پابندی کے باوجود حضرت علی سلطان ہوا کی طرح فوجی لشکر میں گھس پڑتے اور حیدر نائک کو آپ پر جاسوسی کا گمان ہونے لگتا۔ وہ اپنے سپاہیوں کو فوراً حکم دیا کہ حضرت کو وہاں سے فوراً نکالا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور کچھ ہی دیر میں پھر سے حضرت علی سلطان ان کے درمیان پائے گئے۔ جب تیسری بار اُن کو نکالا گیا تو وہ پھر آموجود ہوئے حیدر نائک کو بہت غصہ آیا اور اُس نے حکم دیا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے۔ جلادوں نے مجبوراً حکم کی تعمیل کی۔ اس کے دوسرے دن آپ حیدر نائک کو ایک زندہ انسان کی طرح نظر آئے۔ اُس کو جلادوں پر سخت غصہ آیا اور حیرت کی کہ اُنھوں نے تعمیل حکم کیوں نہیں بجالائی۔ جلادوں کو طلب کیا اور کہا کہ اس کی آنکھوں کے روبرو ہی اُنھیں تہہ تیغ کیا جائے اور مردہ جسم کو لشکر سے باہر اُٹھا پھینکا جائے۔ جاسوسوں کو اسی طرح کی سزادی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت کے جسد کو بھی لشکر سے باہر پھینکوایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت اسی دن لشکر میں پھر گھومتے دکھائی دیئے اور ان کے چہرے کا رنگ غصے میں بدل سا گیا تھا۔ حیدر نائک نے حقیقت حال کا اندازہ کر لیا اور سمجھ گیا کہ آپ کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ ایک ولی کامل ہیں جن پر تلواروں کا بھی اثر بیکار تھا۔ اُس نے حضرت سے معافی مانگی اور نہ صرف معافی مانگی بلکہ حضرت کو نذرانے کے طور پر "دورخی بنات" (وہ عمدہ ترین کپڑا جو دونوں جانب سے ایک ہی جیسا ہو جس کا اُلٹا اور سیدھا نہ ہو) اور سوروپے دیئے۔ حضرت علی سلطان ایک ولی تھے اور ولی کسی دنیادار سے نذرانے قبول نہیں کرتے آپ نے بھی وہ کپڑا اور رقم حیدر نائک ہی کے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا اور وہاں سے چپ چاپ نکل گئے۔ اس واقع کے کچھ ہی دنوں کے بعد آپ کا وصال ہو گیا آپ کی تاریخ وصال 10/ شعبان بتائی جاتی ہے مگر سال وفات کا تعین کسی نے نہیں کیا ہے غالباً یہ دور حیدر نائک کے ویلور پر حملوں کا دور ہوگا۔ اگر یہ حیدر نائک حیدر علی ہیں تو یہ اُمید نہیں کی جاسکتی کہ اُس نے ولی شناسی میں تین موقعوں کی تاخیر کی ہوگی کیوں کہ یہی حیدر علی حضرت ٹیپو ولی (آرکاٹ) کا دلدادہ رہا ہے اور ولی شناسی میں اُس سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوسکتی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حیدر علی کا یہ دور سپاہیانہ دور رہا ہو اور اس وقت وہ کمسن اور ناتجربہ کار رہا ہو۔ واللہ عالم

1753ء میں حیدر علی کو ترچناپلی کے محاصرہ میں کامیابی ہوئی اور بہت ساری فرانسیسی توپیں ہاتھ لگی تھیں وہیں سے اس فوجی سپہ سالار کا رسوخ بڑھ گیا تھا۔ غالباً ویلور میں اس کی فوجیں جمع ہوئی ہوں اور حضرت علی سلطان کا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا ہو۔ دوبارہ جب وہ نواب بن چکے تھے تو انگریزوں سے پہلی جنگ 1767ء تا 1769ء شروع ہوئی تھی جسے میسور کی پہلی جنگ بھی کہا جاتا ہے اور حیدر علی کی فوجیں اس دور میں کرناٹک پر بھی حملے کے لئے آگے بڑھ گئی تھی جہاں محمد علی والا جاہ کا رسوخ تھا۔ حیدری فوجیں پائیں گھاٹ پر بڑھیں اور کشنگری، ترپاتور، وانمباڑی، آمبور، سات گڈھ، ویلور، دھونی گڈھ، کیبر پٹن اور ترچناپلی پر قابض ہوئیں اُس وقت بھی حیدر علی کا واسطہ ٹیپو ولی سے نہیں ہوا تھا۔ ممکن ہے ان دونوں ادوار میں آخر دور اگر صحیح

Marfat.com

ہے تو 1769ء میں حضرت علی سلطان زندہ رہے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُن کی وفات حیدر علی کی فوجوں کے ویلور سے نکلنے کے فوراً بعد ہوئی ہو۔

ویلور **حضرت امین پیرؒ**

آپ ایک بار بردار (قلی) تھے۔ آپ کی شخصیت کسی پر واضح نہ تھی وہ بالکل ایک عام آدمی کی طرح زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایک دن ایک تیلی نے آپ کو بوجھ ڈھونے پر مامور کیا۔ وہ اپنے ساتھ بہت وزنی بستہ (غالباً تیل نکالا ہوا مونگ پھلی کا، سوکھا جسے ٹمل ناڈو میں کھل کہا جاتا ہے بستے میں لپیٹ رکھا تھا) لایا تھا اور حضرت امین پیر کو کم اُجرت دینا چاہتا تھا دوسرے قلی اس بوجھ پر زیادہ اُجرت مانگ رہے تھے۔ حضرت امین پیر کم اُجرت پر ہی آمادہ ہو گئے تیلی آگے آگے اور حضرت پیچھے پیچھے روانہ ہوئے کچھ دور چلنے کے بعد تیلی نے پلٹ کر دیکھا تو اس کے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ بستہ حضرت کے سر پر نہ تھا بلکہ ہوا میں معلق ایک ابر کے ٹکڑے کی طرح ساتھ ساتھ آ رہا تھا۔ تیلی بہت شرمندہ ہوا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور اتنا معتقد ہوا کہ حضرت کے بنا وہ رہ نہیں پا رہا تھا جب حضرت امین پیر کا راز افشا ہو گیا تو اُنھیں بے حد رنج ہوا اور وہ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں اُن کی وفات بھی واقع ہو گئی۔ آپ کا مزار ویلور کے قلعہ کے اندر آج بھی موجود ہے ایک عرصے تک جب تک تیلی زندہ رہا آپ کا عرس برابر مناتا رہا۔ معلوم نہیں آج کل یہ کارِ خیر کس کے ذمہ ہے۔

آپ کی تاریخ پیدائش تاریخ وفات اور زندگی کے دیگر حالات پردۂ اخفا میں ہیں۔

ویلور **حضرت شاہ لطیف اللہ قادریؒ**

آپ حضرت ابوالحسن قربی ویلوری کے خلیفہ ہیں آپ نے فارسی زبان میں درس بھی اپنے پیر و مرشد ہی سے حاصل کیا۔ آپ بڑے نیک اور پایہ کے صوفی مشرب بزرگ تھے۔ ہمیشہ تنہائی پسند کرتے تھے۔ آپ کا انتقال 3/ ذی الحجہ 1229ھ م 1813ء میں ہوا اور آپ کی تدفین شمس الدولہ مسجد ویلور کے بازو میں آپ ہی کے مکان کے دیوان خانے میں ہوئی آپ کے معتقدین کثیر تعداد میں موجود ہیں اور آپ کو صاحب کشف و کرامات بتاتے ہیں۔

ویلور **حضرت صاحب پادشا قادریؒ**

آپ محلہ کیسر مارو (Kayasar Maru) کے ایک مکان میں رہتے تھے۔ غالباً 1819 یا

Marfat.com

1820ء میں ایک دن اچانک آپ کو تیز بخار ہو گیا تو آپ نے مسجد میں مصلیوں سے کہا کہ آج سے تین دن بعد وہ اُن کے بستر پر جس پردہ فرلیش ہیں للہ حاضر ہوں اور اُن کے لئے دعائے نیک کریں۔لوگ ہنسنے لگے کہ شاید آپ تیز بخار کی وجہ سے ہذیان بک رہے ہیں۔مگر حضرت نے کہا کہ وہ سنجیدہ ہیں اور اپنی درخواست کا اعادہ کیا۔اُن کے کہنے کے مطابق جس دن وہ مدعو تھے اُن کے مکان پر گئے اور کہا کہ حضرت ہم لوگ آپ کی دعاؤں کے محتاج ہیں مگر آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کے لئے دعاء کریں تو حضرت نے کہا معلوم نہیں کس کی دعاؤں سے میرے گناہ بخشے جائیں گے اسی لئے میں نے آپ سب کو مدعو کیا ہے۔آپ دعاء کیجئے یہ کہہ کر آپ نے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے "السلام علیکم" کہا اور تمام نے بیک آواز "وعلیکم السلام" جواب دیا اُس کے فوراً بعد حضرت نے اپنے جسم کو دراز کر دیا اور اُوپر سے چادر تان لی۔پھر 'یا ہو' کی ایک آواز آئی اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔مجمع پر آپ کی موت کا بڑا اثر ہوا گویا آپ کی موت کا تعین آپ نے نہیں طے کیا بلکہ طے کرنے والے نے آپ کو اطلاع کر دی تھی۔آپ کا مزار ویلور کے (City Gate) کی شاہراہ پر موجود ہے

ویلور — حضرت بخشی بیگم صاحبہؒ

آپ حضرت ٹیپو سلطان شہید کی سوتیلی ماں ہیں۔آپ کا مزار شاہ علی حسینی کے مقبرے کے بازو میں ہے جہاں حضرت ٹیپو سلطان شہید کے خاندان کے بہت سارے افراد کی آخری آرام گاہ بھی ہے۔آپ کے مزار پر شاندار گنبد بھی تعمیر ہے۔اس مزار سے منسلک ایک مسجد بھی ہے اور ایک باغیچہ بھی ہے جس میں پھول اور پھل دار پودے اور پیڑ بکثرت اُگائے گئے ہیں۔خصوصی طور پر گلاب کے پودے اس ماحول کو دلفریب اور معطر بناتے ہیں۔مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کی تدفین کے ایک سال بعد اس مزار کو مٹا کر وہاں ایک شاندار مستقل عمارت کھڑی کرنے کا منصوبہ بنایا گیا اس غرض سے جگہ کی کھدوائی شروع ہوئی تو دیکھا کہ حضرت بخشی بیگم کا جسد مبارک سفید کفن میں جوں کا توں صحیح و سالم موجود ہے۔فوراً اس کارروائی کو روک دیا گیا اور بعد میں اس پر شاندار مقبرہ تعمیر کیا گیا۔نواب علی دوست خان بھی اسی مقبرے کے پہلو میں مدفون ہیں۔

ویلور — حضرت عطا شاہ مجذوبؒ

ویلور سے آرکاٹ کی شاہراہ پر ایک مقام ہے جہاں پر ایک چھوٹی سی نہر بھی واقع ہے اس کو لوگ "کالوا" کہتے ہیں (ٹمل زبان میں "کالوا" بمعنی "نالا" ہے) اسی نالے کے قریب حضرت عطا شاہ مجذوب کا مزار موجود ہے۔یہ ویلور سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر ہے یہاں جنوب میں ایک بہت بڑا تالاب بھی ہے جس کے بازو میں "من کھت" (Mankath) نامی دیہات بھی ہے اسی طرح اور چھوٹے چھوٹے

Marfat.com

قریب قریب واقع ہیں۔ جو لوگ عطا شاہ مجذوبؒ کے مزار کی زیارت کو آتے ہیں وہ ان تمام علاقوں سے گذر کر ہی آتے ہیں۔ کسی زمانے میں یہ سارے کا سارا علاقہ زین العابدین خان جدی کی جاگیر رہا ہے۔

یہاں ایک مسجد ہے جس کے احاطے میں نواب محمد علی والا جاہ کی بیگم (باشا بیگم)، زین العابدین خان جدی کی پوتی اور صفدر حسین خان کے فرزند اور امیر الامراء بہادر کی بیگم رحمت النساء (بنت باشا بیگم) مدفون ہیں۔ والا جاہی خاندان کے افراد اور دیگر عمائدین مملکت کے لوگ یہاں مدفون ہونے کی اہم وجہ یہ ہے کہ حضرت عطا شاہ مجذوب سے اُن تمام کو کافی عقیدت تھی اور وہ ان کا قرب مرنے کے بعد بھی پسند کرتے تھے اور ان کی وصیتوں کے مطابق اُن کی تدفین وہیں ہوئی۔ والا جاہی خاندان میں یہی ایک خصوصیت ہے کہ اس کا ہر فرد کسی نہ کسی ولی یا مجذوب کا گرویدہ ہوتا ہے اور اکثر لوگوں کی آخری آرام گاہیں اولیاء اللہ کے آستانوں کے قرب و جوار میں ملتی ہیں۔

حضرت عطا شاہ مجذوبؒ کے آستانے کے بہت ہی قریب حضرت مستانؒ ولی کا مقبرہ ہے جن کا تعلق بھی چشتی گھرانے سے ہے اور اس آستانے کے قریب ہی شاہ عز الدین حسینیؒ چشتی جو حضرت تیغؒ برہنہ کی اولاد سے ہیں یہاں مدفون ہیں اور آپ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کے بھیجے ہیں۔ ان بزرگوں کے آستانے اس سرزمین میں یہی داستان دہراتے ہیں کہ اللہ والے اللہ والوں ہی کا قرب پسند کرتے ہیں۔ اتنی زیادہ تعداد میں اولیاء کرام کی موجودگی ایک ہی مقام میں اس مقام کے تقدس میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔

ویلور — حضرت سیدانی بیؒ

ویلور کی اہم شاہراہ پر قلعہ کے خندق کے بازو آپؒ کی درگاہ ہے اور ایک بڑی خانقاہ بھی تعمیر کی گئی ہے۔ پتہ نہیں یہ بزرگ خاتون کس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپؒ کا تعلق خانوادۂ اقطاب ویلور سے ہے یا حضرت ٹیپو سلطانؒ کے خانوادے سے یا خانوادۂ صبغتہ اللہی تاج پورہ آرکاٹ سے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان تمام سے ہٹ کر کسی عام شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کی ہو۔ کسی بھی تاریخی کتاب میں آپ کا حوالہ ناچیز کی نظر سے نہیں گذرا۔ اس کی تحقیق ہو جائے تو بہتر ہے۔

آپ کا عرس ہر سال 15/ربیع الاول کو منایا جاتا ہے۔

آمبور — حضرت سید محمد ابراہیم گدائے عالمؒ

آپؒ کی آخری آرام گاہ ضلع شمالی آرکاٹ کے ایک مشہور شہر "آمبور" کی قدیم ترین مسجد میں ہے جو آمبور اسٹیشن کے روبرو کی سڑک پر واقع ہے۔ آپ غیاث الدین بلبن کی ایما پر یہاں 524ھ م 1129ء

Marfat.com

بغرض اشاعت اسلام آئے تھے اور اس شہر کو اپنا مسکن بھی بنالیا تھا۔ غالباً آپ دہلی یا دہلی کی مضافات کے رہنے والے تھے "مولانا حافظ بشیر الحق قریشی کی علمی و دینی خدمات" نامی ایک کتابچہ میں جسے "مولانا سید شاہ عثمان پاشاہ قادری ناظم دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور نے خود لکھ کر 1996ء میں شائع کیا تھا اس کا پیش لفظ بھی میرے ابا حضور حضرت علیم صبا نویدی نے لکھا ہے جس میں موصوف نے یہ اطلاع دی ہے کہ "حضرت سید محمد ابراہیم گدائے عالم کھاڑی ضلع (اتر پردیش) کے باشندے تھے آپ نے ان کا نام اور وطنیت یوں بیان کی ہے "سراج السالکین حضرت سید محمد ابراہیم گدائے عالم کھاڑی ضلع اتر پردیش ثم آمبوری" اس طرح آپ کی وطنیت کا شبہ دور ہوتا ہے۔

آمبور کے قدیم نام کئی ہیں جن میں "کونل پورم" ایک ہے یہاں ایک دیوی امی پوجی جاتی تھی اس پوجا کے باعث کونل پورم کا نام "امی پور" پڑا اور یہی آمبور کہلانے لگا۔ ایک وجہ تسمیہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ اس کا قدیم نام "عالم پور" تھا یہ نام "شاہ گدائے عالم" کے نام کی مناسبت سے رکھا گیا تھا۔ "عالم پور" آمبور میں تبدیل ہوا۔ آخر الذکر قیاس اگر صحیح ہے تو حضرت ابراہیم گدائے عالم سے لوگوں کی حد درجہ عقیدت ثابت ہوتی ہے کہ اُنھوں نے اپنے شہر کے قدیم نام کو رد کر کے اپنے برگزیدہ ولی کا نام رکھ چھوڑا تا کہ یادگار رہے۔

حضرت گدائے عالم کے آمبور آنے کے بعد یہاں نہ صرف مسلمانوں کے عقیدوں کی اصلاح ہوئی بلکہ غیر مسلمانوں کے اسلام قبول کرنے کے بھی راستے کھل گئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا رسوخ آمبور کے اطراف و اکناف کے دیہاتوں پر بھی پڑا اور لوگ جوق در جوق اسلام کے حلقے میں آئے اور انھوں نے اُخروی نجات پائی۔

آپ کا قیام آمبور میں تقریباً 524ھ م 1129ء تا 557ھ م 1161ء رہا۔ آپ کا انتقال 557ھ م 1161ء میں ہوا۔ جہاں آپ کا قیام تھا وہیں آپ نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی اسی مسجد کے احاطے میں آپ کا مزار موجود ہے۔ یہ مسجد آپ کے وصال سے دو سال قبل تعمیر ہوئی تھی۔ اس مسجد کی تعمیر نو اور توسیع بعد کے تجار اور اہل خیر حضرات کی نیک نیتی کا نتیجہ ہیں۔

آرکاٹ — حضرت سید شاہ برہان الدین الحسینی القادری الشطاری صبغۃ اللہیؒ

آپ حضرت سید علی محمد ثانی الحسینی القادری صبغۃ اللہی قدس سرہ العزیز کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کا نسبی سلسلہ حضرت سید شاہ صبغۃ اللہ الحسینی القادری نائب رسولؐ سے ہوتے ہوئے انتیس پشتوں میں حضرت امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پر ختم ہوتا ہے۔ آپ یقینی طور پر حسینی سید کہلانے کے مستحق ہیں۔

Marfat.com

آپ کی پیدائش بمقام تاج پورہ آرکاٹ 24/شعبان معظم 1225ھ م 1810ء میں ہوئی۔آپ کے بزرگوں میں ہر ایک فرد ایک کامل ولی تھا۔سترہ برس کی عمر میں آپ کو اپنے والد بزرگوار حضرت سید علی محمد ثانی الحسینی القادری صبغتہ اللّٰہی سے خرقہ خلافت حاصل ہوا اور تمام سلاسل میں اور چودہ خانوادوں کے اذکار اور سلوک کے طریقوں میں آپ نے سرفرازی حاصل کی۔آپ کو اپنے والد سے قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ طریقوں میں بیعت کرنے کی اجازت بھی ملی۔آپ کے والد بزرگوار کی رائے آپ سے متعلق یوں ہے۔

''میرا برہاں کشف وشہود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچے گا''

آپ کے والد کا انتقال 9/شوال 1263ھ م 1864ء میں میسور میں ہوگیا تو آپ کے جسد کو امانتاً ایک سال تک سپرد خاک کیا گیا اور پھر اسے تاج پورہ لاکر آپ کی خاندانی وراثتی مٹی تاج پورہ کی امانت کردی گئی۔آپ کے والد کی پردہ پوشی کے بعد آپ نے خانقاہ کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور آپ کے مریدین اور معتقدین کا حلقہ جنوبی ہندوستان کی اکثر ریاستوں میں پھیل گیا۔نواب منور خان بہادر، نواب غلام غوث خان بہادر اور نواب محمد عبدالعلی خان بہادر آپ کے بے حد معتقد تھے۔آپ کی خانقاہ میں غریبوں کو ہمہ وقت غذا میسر تھی خوبی یہ کہ آپ جو کھانا پسند کرتے تھے غریبوں کو بھی وہی کھلاتے تھے۔آپ نے اپنی زندگی خدمت خلق کے لئے وقف کر رکھی تھی۔غربا پروری، مخلوق نوازی، خوش اخلاقی، مہمان نوازی، راست گوئی، ہمدردی، حق پرستی، سادگی جیسی عظیم خصوصیات آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھیں۔آپ کی بہت سی کرامتیں زبان زدِ عام و خواص ہیں جن کی تفصیل یہاں ناممکن ہے۔آپ کی ایک کرامت پر اکتفا کرتی ہوں۔

شہر مدراس کے ایک صاحب آپ کے مرید ہوئے بیعت کے موقع پر اس شخصیت نے حضرت کے گلے میں پھولوں کا ایک ہار پہنایا (حضرت کے بیعت کرانے کے وقت مریدین کا یہ رواج تھا) حضرت نے وہ ہار اپنے گلے سے نکالا اور مرید کے گلے میں ڈال دیا اس نے تبرکاً اپنے صندوقچہ میں رکھ چھوڑا۔مدراس میں پہنچ کر نو دن کے بعد جب اس نے اپنا صندوقچہ کھولا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ پھول ویسے کے ویسے تر و تازہ تھے۔ان میں ذرا بھی مرجھا جانے کے آثار نہیں تھے۔

21/ذی القعدہ 1309ھ م 1861ء کی شب کو آپ کا مزاج ناساز ہوا، مدراس کے مشہور حکیم غوث صاحب کا علاج شروع ہوا۔تمام خلفاء مریدین اور عقیدت مندوں کو اس کی اطلاع ہوگئی۔سب کے سب غم اور تشویش میں پڑ گئے مگر حضرت انھیں خود دلاسہ دیتے تھے۔ایام مرض میں بھی آپ نے بیعت کرنے کا سلسلہ ختم نہ کیا۔وظائف اور عبادت الٰہی دونوں برابر جاری تھے۔رحلت سے آٹھ روز پہلے ہی آپ نے دوا اور غذا دونوں ترک کردی ہمیشہ عالم استغراق اور محویت میں رہنے لگے۔18/ذی الحجہ 1309ھ م 1861ء بروز

Marfat.com

چہار شنبہ صبح کے وقت دن کے قریب گیارہ بجے آپ کی زبان پر ذکر ھو جاری ہو گیا اور آپ کی روح اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

19/ذی الحجہ کو آپ کا جنازہ آپ کے مکان سے نکلا کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے تھے انتظام کے لئے پولیس اور پیادوں کا اور سواروں کا ایک دستہ آپ کے جنازے کے ساتھ ساتھ رہا۔ ہندو مسلمان سبھی آپ کے جنازے پر عقیدتاً پھول کی چادریں چڑھاتے چلے جاتے تھے اور راستے میں دیگر لوگ ان کے جنازے پر کی چادروں کے پھول توڑ کر تبرکاً اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ آپ کا جنازہ پہلے جامع مسجد والا جاہی پہنچا، حضرت میران جو آپ ہی کے خانوادے سے تھے نماز جنازہ کی امامت کی پھر جنازہ سنٹرل اسٹیشن مدراس لایا گیا اور ایک خصوصی ٹرین کے ذریعہ والا جاہ روڈ اسٹیشن پر پہنچایا گیا اس جنازے کے ہمراہ ریاست کرناٹک کے رئیس اعظم نواب عظیم جاہ محمد نور خان بہادر پرنس آف آرکاٹ ان کے برادر حقیقی کئی امراء و اعزاء خلفاء فقراء مریدین اور معتقدین مدراس سے والا جاہ روڈ تک ساتھ گئے تھے بعد نماز عصر تاج پورہ میں آپ کی تدفین آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ علی محمد ثانی عرف علی پیراں قدس سرہ اللہ العزیز کے پائیں آپ کی وصیت کے عین مطابق ہوئی۔ رحلت کے وقت آپ کی عمر 85 سال تھی۔

وصال کے چالیس دن بعد حضرت کا چہلم منعقد ہوا تو اس وقت آرکاٹ اور تاج پورہ میں زبردست پانی کا قحط تھا تجویز کی گئی کہ پانی کی پندرہ گاڑیاں حکومت کی جانب سے تاج پورہ پہنچائی جائیں اور یہ بھی تجویز پیش کی گئی کہ تاج پورہ کے گنبد کے روبرو جو ٹینک (Tank) ہے اس کو کیچڑ سے پاک کیا جائے۔ ابھی یہ تجویزیں ہو ہی رہی تھیں کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور (Tank) اپنے آپ دھل بھی گیا اور اسے پانی سے بھر بھی لیا گیا۔ تاج پورہ اور آرکاٹ کے لوگوں کو بھی پانی کی قلت سے نجات ملی۔ حضرت کی یہ پردہ کر جانے کے بعد پہلی کرامت تھی یا آپ پر رحمت خداوندی نازل ہوئی تھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

آپ کی تاریخ وفات عیسوی اس شعر سے ماخوذ ہے۔

حرف منقوطہ میں احقر نے کہا سال مسیح   آفتاب تاج پورہ ہو چکا واللہ غروب

1894ء   (مولانا عبداللہ احقر)

ویلور حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری قدس سرہٗ

ضلع شمالی آرکاٹ میں ویلور دار السرور کا نام لیتے ہی خاندان اقطاب ویلور کی بہت سی ایسی بزرگ شخصیتوں کے نام گرامی ذہن میں ابھرتے ہیں جن کی بدولت تین سو سالہ خدمات زرین کی تاریخ سامنے آجاتی ہے۔ ان خدمات میں دینی دنیاوی ادبی اور سماجی ہر قسم کی خدمات شامل ہیں۔ جنوب میں بڑی بڑی

Marfat.com

ادبی علمی اورعرفانی خصوصیات کی حامل جو شخصیتیں بنی تھیں اُن کا سبب بھی خاندان اقطاب ویلور ہے۔ جہاں کہیں سے بھی تاریخی ثبوت فراہم ہیں اس کی روشنی میں جب ہم حضرت شاہ عبداللطیف قادری قدس سرہٗ کا جائزہ لیتے ہیں تو بہت سی باتیں بالکل واضح اور روزِ روشن کی طرح ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ آپ کی پیدائش بیجاپور میں 1097ھ م 1656ء میں ہوئی۔ آپ کا پدری سلسلہ حسینی ہے جو تقریباً گیارہ واسطوں سے حضرت امام حسینؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام میراں سید ولی اللہ تھا جن کی وفات تسخیر بیجاپور ہی کے دور میں 1099ھ م 1687ء میں ہوئی۔ حضرت عبداللطیف قادری نے اپنی تعلیم وتربیت اپنے والد کے زیر سایہ ہی حاصل کی۔ آپ کے والد بزرگوار ایک جید عالم اور صاحب طریقت تھے۔ فن تصوف میں بھی آپ نے والد ہی سے استفادہ کیا تھا اور سلوک بھی طے کئے تھے۔ آپ خَلقی اور خُلقی دونوں اعتبار سے احسن خصوصیات کے مالک تھے۔ آپ نے اپنے نانا سید ابوالحسن کے ہاتھ پر بیعت کی اور سترہ سلاسل میں خرقہ خلافت حاصل کیا تھا ان کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی آپ نے اجازت حاصل کی ہے۔ آپ نے ایک طویل مدت بیجاپور میں گذاری اور نواب سعادت اللہ خان اور نواب انورالدین خان کے عہد میں سیاسی ابتریوں کے باعث ترک وطن کیا اور کرناٹک کی راہ لی۔ جس وقت آپ کے فرزند ارجمند حضرت ابوالحسن قربیؒ صرف چار سال کے تھے یعنی یہ دور 1121ھ م 1709ء کا دور تھا آپ معہ اہل وعیال ہجرت کی اور شاہ نور (ہبلی سے بیس میل کے فاصلے پر واقع شہر) میں دو سال تک قیام کیا وہاں سے میسور کے قریب ایک مقام "سرا" چلے آئے اور تقریباً دس بارہ سال وہاں رہے وہاں سے بھی سیاسی حالات کی تبدیلی کے باعث آپ کو ہجرت کرنی پڑی اور آپ آرکاٹ چلے آئے جہاں آپ کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا گیا۔ 1138ھ م 1725ء میں آپ آرکاٹ سے ویلور منتقل ہوگئے جس وقت آپ ویلور پہنچے تو وہ رات کا موقع تھا اور آپ کو قلعہ کے روبرو ایک بڑے میدان میں رات گذارنی پڑی تھی۔ اسی رات آپ خواب میں زیارت حضور پرنورؐ سے مشرف ہوئے۔ آپ کو سرور کائناتؐ نے خطاب فرمایا "......اے نورالعین......اسی جگہ قیام کرو......دیکھو یہاں مسجد، یہاں مدرسہ اور یہاں خانقاہ تعمیر کرانا......تمہاری "اولادِ امجاد" سے ہمیشہ اہل اسلام کو فیض پہنچے گا اور اس جگہ اسلام کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوگا............"۔

حضرت سید شاہ عبداللطیف قادریؒ خواب سے بےدار ہوئے تو آپ نے دل میں ٹھان لی کہ وہ فرمانِ رسولؐ کی ضرور تعمیل کریں گے۔ الحمدللہ آپ کی بدولت ایک بہت بڑے دینی اور علمی خانوادہ کی ویلور میں بنیاد پڑی۔ آپ ویلور میں گیارہ سال تک بقید حیات رہے اور اہل عالم کو فیوض وبرکات سے آخری وقت تک نوازتے رہے۔ آپ کی وفات حسرت آیات 1149ھ م 1736ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار پرانور جامع مسجد کے احاطے میں مشرقی حصے میں واقع ہے۔ آپ ہی کے خانوادہ کے ایک بزرگ حضرت مولانا رکن

Marfat.com

الدین ثانی نے تاریخ وفات کا کتبہ آپ کے مزار شریف پر لگوایا ہے جس کے اشعار یوں ہیں

قبلہ و کعبہ جد من سید
شاہ عبداللطیف عرش راہ
کرد رحلت بگفت رکن الدین
سال ترحیل غاب قطب الہ

1149ھ

آپ کا مزار آج کل ہی نہیں بلکہ ہر دور میں مرجع خاص و عام رہا ہے۔آپ کے مزار پر جانے سے لوگ بڑا روحانی سکون محسوس کرتے ہیں۔

آپ صاحب کشف و کرامات تھے سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ہر اجنبی آپ سے جلد مانوس ہو جاتا تھا کیوں کہ آپ حسن اور اخلاق دونوں میں کمال کی حد تک بزرگی رکھتے تھے۔آپ کا خُلق ہی آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی آپ کے دور میں ایک عالم کو فیوض و برکات حاصل ہوئے غیر مسلموں میں اسلام کی روشنی پھیلی اور ویلور دارالسرور بننے کے قابل ہوا جس بزرگ کے خواب میں حضور اکرام آئیں اور تلقین کریں وہ بزرگ ہستی یقیناً ولی صفت ہی رہی ہوگی جس میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو ہی نہیں سکتا اور مزید یہ کہ قدرت نے خود آپ کو منتخب کر کے ویلور کی طرف روانہ کیا تھا تو رہا سہا شبہ و شک بھی دور ہو جاتا ہے۔

ویلور سید العارفین حضرت مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قربی قدس سرہ العزیز

آپ کا نام آپ کے والد بزرگوار کے نانا حضرت سید ابوالحسن کے نام پر رکھا گیا آپ کے والد بزرگوار حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری قدس سرہ العزیز ہیں جن کا تذکرہ میں نے ابھی کیا ہے۔ آپ کی پیدائش بیجاپور میں 14/ شعبان المعظم 1118ھ م 1706ء میں ہوئی۔آپ اس طرح ایک مقدس رات یعنی شب برأت کو پیدا ہوئے تھے۔ جب اورنگ زیب عالم گیر ایک سال کے بچے تھے تو آپ کی پیدائش ہوئی تھی آپ کا سن پیدائش "نتیجہ فکر" ہے۔ (مولوی محمد حسین موصوف حضرت قربی کے فارسی کے استاد رہ چکے ہیں جو ان دنوں بیجاپور سے کرناٹک آگئے تھے) جب آپ تین چار سال کے تھے آپ کے والدین بیجاپور سے ہجرت کر کے 1121ھ م 1709ء میں "شاہ نور" (ہبلی کی نواح کا ایک شہر) میں دو سال قیام کیا اور وہاں سے میسور کے قریب ایک مقام "سرا" آئے اور دس بارہ سال وہاں رہ کر آرکاٹ کا رُخ کیا۔ 1138ھ م 1725ء میں آرکاٹ سے ویلور آگئے اور وہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ جب آپ ویلور پہنچے

Marfat.com

تھے تو آپ کے عمر چودہ سال کی تھی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ قیام آرکاٹ کے دوران آپ نے مولوی محمد حسینؒ بیجاپوری سے فارسی کتب پڑھیں۔ استاد اور شاگرد کے درمیان بڑا گہرا رشتہ قائم ہوا اور برکت صحبت سے قربیؒ نے پورا فائدہ اُٹھایا۔ استاد کو بھی اپنے شاگرد پر بڑا ناز تھا۔ ویلور آنے کے بعد آپ نے حضرت شیخ عبدالحق محمد مخدوم ساویؒ (عرف دستگیر) کے مرید اور خلیفہ خاص حضرت مولانا مولوی فخر الدین ہمکری سے فارسی کی فن تصوف میں چند کتابیں پڑھیں اور اسی دوران آپ کو عربی پڑھنے کا شوق بھی لاحق ہوا۔ جس کے لئے آپ نے آرکاٹ میں مقیم پذیر حضرت مولانا محمد ساقی (شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالرحیم) سے ہفتہ میں پانچ دن متواتر درس لینا شروع کیا مگر یہ سلسلہ بعض وجوہات کی بنا پر تادیر قائم نہ رہ سکا اور حضرت قربیؒ نے بذات خود عربی کتابوں کا مسلسل مطالعہ شروع کر دیا۔

حضرت قربیؒ نے جس وقت اپنی آنکھیں کھولی تھیں خود کو ایک صوفیا و عرفاء کے درمیان پایا۔ آپ کی تربیت میں بھی آپ کے والد بزرگوار نے کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ شریعت وطریقت میں آپ نے زندگی بھر کسی طرح کی لوچ اپنے اندر آنے نہیں دی۔ آپ نے اپنے استاد شیخ فخر الدین ہمکری کے دست مبارک پر بیعت کی اور سلسلہ قادریہ میں آپ کو اجازت خلافت واذکار واشغال حاصل ہوئی۔ پھر موصوف ہی کی ایما پر آپ اپنے دادا پیر حضرت شاہ عبدالحق محمد مخدوم سلویؒ کی خدمت اقدس میں بھی پہنچ گئے اور شیخ موصوف کے تصرف بزرگانہ سے یگانہ روزگار ثابت ہوئے۔ حضرت قربیؒ نے آپؒ کی خدمت میں رہ کر جملہ منازل سلوک طے کئے۔ حضرت مخدوم ساویؒ کے جملہ خلفاء ومریدین میں صرف حضرت قربی کو یہ شرف حاصل ہوا تھا کہ آپ کو حضرت ساویؒ کی زندگی ہی میں بیعت کرانے کی اجازت ملی تھی۔ حضرت ساویؒ ہی کی ایما پر حضرت قربیؒ نے آرکاٹ کے مشہور بزرگ اور آپ کے عم بزرگوار حضرت سید علی محمد الحسنیؒ قادری صبغۃ اللّٰہی قدس سرہ کے بھی طالب ہوئے۔ حضرت سید علی محمد الحسینیؒ اس وقت آرکاٹ کے مشہور صوفیاء میں سے تھے اور آخر وقت میں بالکل جذب کے عالم میں رہتے تھے۔ حضرت قربی نے اپنے اندر بھی جذب کی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی تھی مگر معلوم نہیں بعد میں آپ اس سے کیوں باز آ گئے تھے۔

حضرت قربیؒ نے چھبیس خانوادوں سے اکتساب فیض کیا تھا اور ایک سو اکیانوے 191 سلاسل میں خرقہ خلافت واجازت حاصل کی تھی جن میں تین بزرگ مشائخ 1) آپ کے عم بزرگ حضرت سید علی محمد الحسینی قادری صبغۃ اللّٰہی 2) حضرت شیخ محمد فخر الدین ہمکری قادری 3) حضرت شیخ عبدالحق محمد مخدوم ساوی ؒ کے نام گرامی قابل ذکر ہیں۔ آپ بڑی تیزی سے لوگوں کو اپنے حلقہ ارادت میں لیتے تھے اور آپ کا مقصد یہ تھا کہ جتنی تیزی سے راہ سے بھٹکی ہوئی مخلوق راہ راست پر آجائے بہتر ہے اور وہ صحیح معنوں میں شریعت مصطفویہؐ کی اتباع کرے آپ شریعت وطریقت دونوں میں بہت سخت تھے آپ مریدوں میں اس بات کی

Marfat.com

سخت تلقین کرتے تھے کہ وہ حرام کھانے، ترک صلوٰۃ اور گناہِ کبیرہ سے ہمیشہ بچے رہیں۔ آپ" حضرت غوث پاک شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی زندگی کے عین موافق اپنے آپ کو بھی ڈھالنے کی کوشش کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اسی کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ آپ" کے اندر استغنا، توکل، خلق دوستی، راست گوئی، نرم مزاجی جیسی اعلیٰ خصوصیات کوٹ کوٹ کر بھری تھیں۔ آپ" بے جا دولت جمع کرنے کے سخت خلاف تھے۔ ایک مرتبہ نواب محمد علی والا جاہ آپ کی خدمت میں جاگیر کا پروانہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ" نے اسے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ "قربی شاہی اور ملک شاہی دونوں کا متلاشی نہیں ہے بلکہ وہ فقر و مستی کے عالم میں سب سے بلند و بالا ہے جس کا مسند بوریا ہی اُس کے لئے باعث فخر ہے"۔ آپ بردبار اور حلیم الطبع بھی تھے اور سخاوت میں اتنے عظیم تھے کہ کوئی سائل آپ کی بارگاہ سے کچھ پائے بغیر واپس نہیں ہوتا تھا۔ آپ نامحرموں کے سامنے کشف الٰہی کی قطعی گفتگو نہیں کرتے تھے بلکہ شریعت کے احکام کو زنانہ میں پہنچانے کے لئے اپنے خانوادے کی عالم خاتونوں کا سہارا لیتے تھے تاکہ شریعت کی پابندی میں کسی طرح کا خلل نہ پیدا ہو۔ اسلام کے فرائضی احکام میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ نمازوں کو اُن کے متعینہ اوقات میں ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سخت علالت کی حلات میں بھی بیٹھ کر یا لیٹ کر یا اشاروں سے نمازیں ادا کی تھیں۔ اس قدر عمل کا تواتر اور عمل کی صحت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ 1101ھ میں آپ بمراج ہالہ (Bimraj Hala) تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ سید لطف اللہ اور سید عمر نامی دو مریدین بھی ہمراہ تھے ان کا کہنا ہے کہ ایک دن آپ کو ناشتے کے بعد قئے ہونی شروع ہوئی یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے اور آپ کو قطعی خبر ہی نہ ہوئی۔ جب ظہر کا وقت آیا تو آپ کو اچانک ہوش آ گیا اور دریافت کیا کہ کیا وہ وقت ظہر تھا۔ اثبات میں جواب پانے کے بعد آپ نے وضو فرمایا اور بیٹھ کر نماز ظہر ادا کی۔ نماز کی ادائیگی تک مریدین اُنھیں تھامے رہے پھر آپ نے لٹا دینے کا حکم دیا جب لیٹ گئے تو دوبارہ آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور ٹھیک عصر کے وقت آپ ہوش میں آ گئے اور بدستور سابق آپ نے نماز ادا کی۔ دونوں حالتوں میں آپ انتہائی تکلیف میں تھے مگر حضور اکرمؐ کی اتباع اور اتباعِ شریعت دونوں کی پاس داری دکھائی دے رہی تھی۔

آپ کے فرزند حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف ذوقی" ویلوری کا کہنا ہے کہ "میں 1175ھ م 1761ء میں آرکاٹ میں سکونت پذیر تھا اور اکثر قصیدہ بردہ شریف پڑھا کرتا تھا ایک رات میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معاملے میں دیکھا کہ کاغذ کا ایک ٹکڑا مجھ کو عنایت فرمایا جس میں لکھا تھا یا (حضورؐ نے خود فرمایا تھا) کہ تمہارے والد (یعنی حضرت قربی") غوث الاعظمؒ کے مقام پر ہیں۔ اللہ اس پر البتہ گواہ ہے"۔

اس خواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قربی کا مقام سلطان الاولیاء کے مقام کے مترادف ہے

Marfat.com

اور آپ یقیناً اپنے وقت کے بہت بڑے قطب تھے جس کی شہادت خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی ......الحمد للہ

حضرت قربیؒ کی ذات برکات سے بہت ساری کرامتوں کا ظہور ہوا ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ اولیاء سے کرامتوں کا صدور خالق کائنات کی قادریت مطلقہ اور اُس کے وجود پر دلیل ہے اور ساتھ ساتھ مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو کائنات کے اندر تصرف کی طاقت اور قدرت عطا فرمائی ہے جو کچھ ان سے خرقِ عادات کا صدور ہوتا ہے یہ کوئی شعبدہ نہیں بلکہ منجاب اللہ عطا کردہ ایک حقیقت ہے جو صاحب کرامات کی بزرگی اور مقبولیت عنداللہ ہونے کی دلیل ہیں۔

(حضرت مولانا محمد حبیب الدین اشرفی مونگیری، عاشق خانوادہ اقطاب ویلور)

حضرت ذوقیؒ فرماتے ہیں "ایک مرتبہ ایک دن سید فضل اللہ نامی ایک آدمی جو ادھر اُدھر پھر رہا تھا پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لایا گیا"...... میں نے حضرت سے کہا کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھتا اور نازیبا حرکتیں کرتا رہتا ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا...... دوسری مرتبہ ایسا نہ کرنا اور بہت سمجھایا اس پر اس نے بہت زیادہ گستاخانہ کلمات استعمال کیۓ حضرت نے فرمایا...... اس مردود کو باہر کر دو...... وہ شخص وہاں سے نکلتے ہی اُسی دن دق میں مبتلا ہو گیا اور ریح وخون اس کے سینے سے نکلنے لگا یہاں تک کہ وہ چند روز میں ختم ہو گیا۔

(از کتاب انشائے عقائد ذوقی)

ایک دوسرا واقع اسی مذکورہ کتاب میں درج ہے۔

"ایک مرتبہ حضرت شیخ ایک لڑکے کو ایک آم کے درخت پر جو صحن مسجد میں (غالباً حضرت مکان کی قدیم ترین مسجد کی طرف یہاں اشارہ ہے) واقع ہے بکریوں کے لئے پتے توڑنے کو چڑھایا اور خود حضرتؒ درخت کے نیچے کھڑے رہے قضاراوہ لڑکا درخت کی بلندی سے سقف مسجد پر گرا اور پھر وہاں سے صحن مسجد میں آ گرا اس وقت آپ کی زبان سے نکلا...... خدا حافظ...... پھر آگے بڑھ کر اُٹھایا تو بحمد اللہ وہ محفوظ تھا اور اُسے کسی قسم کی ضرب نہ پہنچی"......

حضرت ذوقیؒ دو راویوں سید مصطفےٰ اور سید اسمٰعیل کے حوالے سے ایک واقعہ کی تفصیل میں یوں فرماتے ہیں۔

"یہ لوگ فرماتے ہیں کہ 1180ھ م 1766ء میں حضرت شیخ قربیؒ "سید پور (موجودہ مدراس کا محلہ کرشنا پیٹ) میں شیخ عبدالحق محمد مخدوم ساویؒ کے مقبرے کے قریب قیام پذیر تھے اور ہم لوگ (مرید اور چار راوی جن کے نام حضرت ذوقیؒ نے سید لطف، نور اللہ شاہ، سید عمر اور سید یسین بتائے ہیں) آپؒ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک دن صاحب زادہ غلام احمد (فرزند حضرت عبدالحق محمد مخدوم ساویؒ) نہایت عتاب میں

Marfat.com

آپ کے سامنے آئے اور بیٹھ گئے اور کہا کہ آپ نے اپنی کتاب میں شریعت کو "اصل" اور حقیقت کو "فرع" لکھا ہے بہتر یہی ہے کہ آپ لکھی ہوئی عبارت کو مٹادیں۔ شیخ نے جواب دیا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اور حضرت (حضرت مخدوم ساویؒ) نے اس کا مطالعہ فرمایا ہے لیکن وہ کچھ نہ بولے بلکہ یہی فرمایا کہ اگر میں لکھتا تو یہی لکھتا۔ اس بات پر صاحب زادے نے کان نہ دیا اور عبارت مٹانے میں مشغول ہو گئے ہمارے شیخ ان کے استاد زادے ہونے کی وجہ سے حرمت مرشد کا لحاظ کرتے ہوئے خاموش رہے۔ مزید صاحب زادے نے نازیبا باتیں اور گستاخیاں کیں پھر بھی حضرت خاموش رہے۔ اس شب حضرت مخدومؒ ساوی کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے ساتھ نہایت شفقت کلامی سے پیش آئے اور ان کی نازیبا حرکتوں کو تسلیم فرمایا۔ ابھی دو تین دن بھی نہیں گذرے تھے کہ صاحب زادے کے ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا اسی سراسیمگی کے عالم میں حضرت کی خدمت میں آکر پاؤں پر گر گئے اور رونے لگے تو حضرت نے خطائیں درگذر فرمائیں اور صاحب زادے کو شفا ہو گئی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حسن امام خان اور مرتضےٰ نامی دو شخص جو بہت کٹر رافضی تھے اُن دونوں نے حضرت قربیؒ کو قتل کرنے کے لئے چار آدمیوں کو متعین کیا وہ چاروں گھات میں تھے تاکہ شیخ کو شہید کر ڈالیں۔ ابھی دو تین دن نہیں گذرے تھے کہ ان چاروں میں سے ایک مر گیا اور تین بالکل دیوانے ہو گئے جن کا بعد میں بہت ہی برا حشر ہوا۔

حضرت قربیؒ کے دور میں نواب سعادت اللہ خان کی اولاد حکومت کر رہی تھی نواب رضا خان ویلور کا قلعہ دار تھا جو بڑا ہی ظالم اور غریبوں کے گھر اُجاڑ دیا کرتا تھا۔ جب حضرت قربیؒ کو پتہ چلا تو آپ نے فوراً فرمایا۔

غریباں فقیراں کا توڑیا ہے سایہ
رضا خان کی دولت کا ٹٹا ہے پایہ

چند دن بھی نہیں گذرے کہ نواب رضا کے قبضے سے قلعہ جاتا رہا اور اُس کا بھائی مرتضےٰ خان ویلور کے قلعے پر قابض ہو گیا۔

حضرت قربیؒ کے ایک مرید سید لطف اللہ نے بھی حضرت کی کرامت کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

"حضرت کی وفات کے بعد 1185ھ م 1771ء میں محمد جعفر نامی ایک بچہ پانی کے حوض میں گر کر ڈوب گیا ہر چند میں نے تلاش کیا نہ ملا، حاضرین میں سے ایک شخص نے غوطہ لگا کر تلاش کیا اور اچانک ان کے ہاتھ میں آگیا لیکن اُس میں زندگی ایک رتق بھی باقی نہ تھی آخر بچے کو حضرت قربیؒ کے مزار مقدس پر لا کر لٹا دیا گیا تھوڑی دیر بعد وہ اُٹھا اور روتے ہوئے اپنی ماں کو تلاش کرنے لگا"۔ (انشائے عقائد ذوقی)

Marfat.com

حضرت ذوقیؒ کے قول کے مطابق حضرت قربیؒ کا وصال 20/ رمضان المبارک 1183ھ م 1769ء پنجشنبہ بمقام ویلور ہوا مگر حضرت باقر آگاہ ویلوری نے آپ کا سن وفات 1182ھ م 1768ء بتایا ہے اور آپ کے مزار مبارک پر بھی کتبہ میں جو مولانا باقر آگاہ ویلوری کا لکھا ہوا ہے سن تاریخ 1182ھ ہی نکلتا ہے۔

رکن الدین شاہ ابوالحسن قربی
پیشوائے مقربان الہ
چوں کہ دریافت قرب حق سالش
غاب قطب البلاد گفت آگاہ

1182

سن وفات میں اختلاف محض ایک سال کا ہے ممکن ہے کہ حضرت ذوقیؒ نے ''انشائے عقائد ذوقی'' میں سہواً ایسی غلطی کی ہے۔

آپ کی تدفین حضرت مکان کے احاطہ میں مسجد کے مشرقی حصہ میں عمل میں آئی جس پر ایک قبہ بھی تعمیر کیا گیا۔ آج کل اس میں خانوادۂ قطب ویلور کے پانچ بزرگوں کے مزارات بازو بازو ہیں۔ ہر جمعہ بعدِ نماز درگاہ کے پھاٹک کھولے جاتے ہیں اور بعد نمازِ جمعہ وہاں سلام بڑی خوش الحانی سے نسل در نسل پڑھنے کا رواج ہے جس کے بعد فاتحہ خوانی بھی ہوتی ہے۔ ہر چودھویں شعبان کو حضرت کا عرس بھی باالتزام منایا جاتا ہے اور ٹمل ناڈو سے ہی نہیں بلکہ پورے جنوبی ہند سے عقائدین خانوادہ اقطاب ویلور پروانہ وار شریک ہو کر زیارت و فاتحہ سے مستفیض ہوتے ہیں۔ (استفادہ انوار اقطاب ویلور مطبوعہ 1383ھ م 1963ء)

ویلور

سید السالکین حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف ذوقیؒ

حضرت سید شاہ عبداللطیف ذوقی قادریؒ کے والد بزرگوار حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری قربیؒ ہیں جن کا تذکرہ آگے آچکا ہے۔ حضرت ذوقی کی ولادت باسعادت 1151ھ م 1738ء ویلور میں ہوئی۔ آپ کا سن پیدائش (1151ھ) ''رخشاں'' سے ماخوذ ہے۔ آپ نے فارسی کی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے ہی پڑھیں کسی وجہ سے گیارہ سال کی عمر میں آپ کا سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت قربیؒ آرکاٹ کے ایک بہت بڑے بزرگ شیخ ناصرؒ (جن کا مزارِ مبارک رانی پیٹ میں مرجع خلائق ہے) کی رہائش گاہ پر حضرت ذوقی کو لے گئے اور بڑے ادب سے حضرت کے روبرو بٹھایا اور گذارش کی کہ آپ ذوقی کی زیادتی علم کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت شیخ ناصر نے فرمایا ''تم اپنے ہم عصروں سے آگے بڑھ جاؤ گے''

Marfat.com

حضرت کی دعا کی برکت یہ تھی کہ آپ آگے چل کر نہ صرف ایک جید عالم بنے بلکہ حضرت قربی سے وراثت میں ملی ہوئی دولت عرفان کے مکمل وارث بنے۔ آپ حضرت باقر آگاہ ویلوری کے ہم جماعت اور ہم مشرب وہم پیالہ رہے ہیں۔

تکمیل حصول علوم ظاہری کے بعد حضرت شیخ ذوقی نے اپنے والد بزرگوار حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی قادری قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اُن ہی کی زیر سایہ تمام منازل سلوک طے کیے۔ آپ کو مختلف سلاسل کی خلافت واجازت حاصل ہوئی۔ حضرت قربی کا وجود دو طرح سے حضرت ذوقی پر اثر انداز ہوا۔ ایک طرف شفقت پدری نصیب ہوئی تو دوسری طرف عنایت پیر ومرشد سے بھی مستفیض ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار کے ہر قول وعمل کو اپنے لئے آئینہ بنالیا۔ حضرت قربی کی خاص توجہات کے باعث آپ میں قطبیت کی پوری شان پیدا ہوگئی تھی مزید یہ کہ حضرت ذوقی کی ریاضتوں اور مشقتوں نے اُن میں عارفانہ کمالات پیدا کردیے۔

حسن خلق میں حضرت ذوقی اپنے ہی والد کے عکس دگر تھے۔ چاہے کسی طرح کی پریشانی کیوں نہ ہو آپ کی پیشانی پر کبھی بل نہیں پڑتا تھا۔ ہر ایک کے ساتھ خلوص اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ آپ میں توکل واستغناء بھی بدرجہ اتم پایا جاتا تھا آپ ہمیشہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اپنے والد ہی کی طرح آپ نے نواب محمد علی والا جاہ کا جاگیر کا پروانہ رد کردیا تھا اس طرح کے اُس کو جلتی ہوئی شمع کی لو پر رکھ دی اور کہا کہ پروانے کو شمع ہی پر جلنے کا حق ہے۔ میرے لئے تو اس کی ضرورت ہی نہیں اور میری اولاد کے لئے اللہ بس اور باقی ہوس۔

نواب صاحب آپ کے اس طریقہ جواب پر دنگ ہوکر خاموش رہ گئے آپ اپنے والد ہی کی طرح بہت سخی واقع ہوئے تھے اور آپ کے در سے حاجت مند کبھی مایوس نہیں لوٹتا تھا۔ آپ نے اپنے ہی ہاتھوں سے لاکھوں روپے غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں میں تقسیم کردیے تھے۔ آپ کے لنگر خانے میں روزانہ ایک سو بیس سیر چاول استعمال میں آتے تھا۔

آپ نے کبھی شریعت اور سنت کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور اتنے ہی محتاط رہتے تھے جتنے آپ کے والد بزرگوار تھے۔ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں آپ ہمیشہ خود کو مستعد کیا اور اس کی وجہ سے آپ کو مقام قطبیت بھی حاصل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی ؒ نے بھی آپ کو قطبیت کی بشارت دی تھی۔ حضرت ذوقی ؒ نے ''انشائے عقائد ذوقی'' میں اپنے ہی متعلق ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

''میں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ سرکار غوث پاک ؒ یہاں تشریف لائے ہیں اور مسجد کی جانب

Marfat.com

جارہے ہیں میں بھی ان کے پیچھے جارہا ہوں۔ اسی دوران میں نے حضور غوث پاکؒ سے عرض کیا کہ......
یا شیخ! مجھے قطبیت عنایت فرمائی جائے تو سن کر آپ مسکرائے اور خاموش ہو گئے...... صبح جب میں بیدار ہوا اور شیخی و والدیؒ سے اس خواب کا ذکر کیا تو حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمہیں قطبیت کے مقام سے نوازا ہے لیکن تمہیں اس کی خبر نہیں ہے تمہیں اس سے بڑھ کر کوئی اور سوال کرنا چاہئے تھا جو ملتا''۔

آپ کے مجاہدات اور ریاضات اتنے شدید ہوتے تھے کہ کسی اور سے اتنی شدت ناممکن تھی یہی خصوصیت تھی جس کے باعث آپ کا کشف بلند سے بلند ہوتا گیا اور جتنے حجابات ناسوتی تھے وہ سب اُٹھتے گئے اور آپ سے ظہورِ کرامات ہوئے۔ ''صاحب مطالع النور'' حضرت عبدالحی احقر بنگلوری فرماتے ہیں۔

''ایک مرتبہ حضرت ذوقیؒ نے وصال سے چند روز پہلے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ اے لوگو ایک بات کہہ رہا ہوں اس کو یاد رکھنا کہ آج کے تیرھویں دن یہاں کا قطب دنیا سے اُٹھ جائے گا اور اس کے تین دن کے بعد قلعہ ویلور پر گولی چلے گی چنانچہ رجب کے مہینے میں تیرہ تاریخ کو جب آپ کا وصال ہوا اور اس کے تین دن بعد قلعہ پر گولی چلی تو لوگوں نے یقین کر لیا کہ آپ ہی کی مقدس شخصیت تھی جن کو اللہ تعالی نے اس زمانے کا قطب بنایا تھا جن کے وصال کے بعد حاکم قلعہ پر زوال آیا۔

اسی مصنف نے ایک اور واقعہ بیان کیا ہے۔

نواب والا جاہ نے آپ کے پاس عریضہ روانہ کیا اور اس میں درخواست کی کہ یا شیخ اگر آپ کی اجازت ہو تو قلعہ تنجاور پر فوج کشی کروں۔ حضرت نے ان کو اجازت عطا فرمائی۔ حاضرین اس پر متعجب ہوئے اور عرض کیا کہ یا حضرت! تنجاور کا راجہ نہایت ہی بہادر ہے اور لڑنے والی فوج اس کے پاس ہے۔ اتنے بڑے زبردست راجہ سے مقابلہ ممکن نہیں۔ حضرت ذوقی نے جواب دیا کہ تنجاور میں ایک بہت بڑے ولی قطبِ وقت کا مزار ہے۔ موصوف رات کو تشریف لائے اور فرمایا کہ بہ حکم رب العالمین ولایت تنجاور اور اس کے قلعے کی کنجی آپ کے سپرد کر رہا ہوں اور کنجی دے کر وہ پھر بہ خوشی واپس تشریف لے گئے۔ میرے رب نے مجھے یہ اختیار دیا ہے جس کو چاہوں وہ قلعہ عطا کر دوں۔ لہٰذا میں نے نواب موصوف کو وہ قلعہ عطا کیا اور اس پر چڑھائی کی اجازت بخشی۔ حسب اجازت نواب والا جاہ نے چڑھائی کی اور قلعہ فتح کر لیا۔

حضرت ذوقی کا وصال ویلور میں 13/ رجب المرجب 1194ھ م 1780ء میں ہوا۔ آپ کے دوست شاعر اور ہم مشرب حضرت مولانا باقر آگاہ ویلوری نے کئی مقامات پر آپ کی ستائش نثر اور نظم دونوں میں کی ہے۔ حضرت ذوقی کا بھی شعراء ادباء اور علماء میں بہت اُونچا مقام رہا ہے جس کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے۔ آپ کا مزار مبارک آپ کے والد بزرگوار ہی کے پہلو میں ہے۔ اس کا تذکرہ حضرت قربیؒ کے تعلق سے بیان کر چکی ہوں۔

Marfat.com

دیکور قدوۃ السالکین حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری محوی ویلوری

آپ حضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقیؒ ویلوری کے فرزند ہیں جو حضرت ابوالحسن ثانیؒ سے بھی معروف ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت 27/شعبان المعظم 1186ھ م 1772ء بروز دوشنبہ بوقت عصر بمقام ویلور ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار کے وصال کے وقت آپ کی عمر شریف آٹھ سال کی بتائی جاتی ہے مگر صاحب "مطلع الانوار" مولانا عبدالحی احقر صاحب بنگلوری کی ایک عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد کے وصال کے وقت آپ پانچ سال کے تھے مگر پہلی روایت ہی درست معلوم ہوتی ہے کیوں کہ حضرت ذوقیؒ کا تاریخ وصال "غاب قطب الامجاد" کے مطابق حضرت محوی کی تاریخ پیدائش سے ملائیں تو آپ کی عمر آٹھ سال ہی کی تھی جب آپ کے والد بزرگوار دنیا سے رحلت فرما گئے تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر مدراس آ گئیں اور تقریباً بیس سال یہاں مقیم رہیں اس دوران حضرت محویؒ نے اپنی تعلیم مکمل کی اور آپ نے تفسیر حدیث فقہ علم کلام سیرت، طب، فلسفہ وغیرہ میں زبردست درک حاصل کیا۔ جب آپ کی تعلیم ختم ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو دوبارہ ویلور لے آئیں۔

حضرت محوی نے غائبانہ اپنے والد حضرت ذوقیؒ سے ارادت اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ غائبانہ خلافت حاصل کرنے کے رواج کو بعض لوگ صحیح تصور نہیں کرتے جب کہ حضرت اویس قرنیؒ نے حضور کو دیکھے بغیر اسلام قبول کیا اور آپ صحابی رسولؐ کے زمرے میں شامل ہو گئے یہی وجہ ہے کہ اویسیہ سلسلے میں اس کو روا بھی رکھا گیا ہے۔ حضرت غوث پاکؒ سے سو سال پیشتر ایک بہت بڑے بزرگ حضرت ابوبکر ہزار کا خرقہ خلافت پہننا بھی اسی طرح کا ہے۔ اس بزرگ نے حضور اکرم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے خرقہ خلافت پہنائیے۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ وہ آگے بڑھ کر اپنے ہم نام کو خرقہ خلافت اور کلاہ پہنائیں۔ جب الحکم حضرت ابوبکر صدیقؓ آگے بڑھے اور حضرت ابوبکر ہزار کو خرقہ پہنایا اور سر پر کلاہ رکھتے ہوئے چہرے پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ جب حضرت ابوبکر ہزار بیدار ہوئے تو وہ خرقہ آپ کے بدن پر موجود تھا اور سر پر کلاہ رکھی ہوئی تھی۔ اسی لئے غائبانہ ارادت وخلافت کو درست قرار دیا گیا ہے۔ حضرت محوی کی خلافت میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت محویؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت غوث پاک تشریف لائے اور آپ کو حوض کوثر میں غوطہ دے دیا۔ جب حضرت محویؒ بیدار ہوئے تو آپ کا سارا جسم بھیگا ہوا تھا اور خنکی کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ اس طرح حوض کوثر میں غوطہ لگایا جانا بھی باطنی فیض کی طرف اشارہ ہے اور قادریہ سلسلے کی خلافت کو حضرت محویؒ کے لئے بالکل صحیح قرار دیا گیا ہے کیوں کہ خود غوث پاکؒ نے آپ کو حوض کوثر میں ڈبویا تھا۔

حضرت محویؒ بہت زیادہ ریاضت کیا کرتے تھے آپ کے چہرے پر ہمیشہ ایک جلالی کیفیت رہتی تھی

Marfat.com

اس لئے بہت کم لوگ آپ سے ہم کلام ہونے میں ایک طرح کی گھبراہٹ محسوس کرتے تھے تاہم آپ لوگوں سے نرمی اور بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملا کرتے تھے۔ اکثر اوقات لوگوں کا ہجوم اس لئے جمع رہتا تھا کہ وہ صرف آپ کا دیدار کرتے رہیں۔

صاحب ''مطلع النور'' نے شاہ عنایت اللہ فخریؒ کے حوالے سے یہ اطلاع دی ہے کہ ایک مرتبہ شاہ صاحبؒ نے حضرت ذوقیؒ کو خواب میں دیکھا انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ ''میں بہ فضل ربی اپنے فرزند پر توجہ کرتا ہوں'' اور شاہ صاحب نے گذارش کی ''یا حضرت مجھ پر بھی کرم ہو''۔ اس طرح حضرت ذوقیؒ نے دونوں حضرات پر توجہ کامل ڈالی۔ شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ حضرت محوی نے اس کے بعد سے بڑی تیزی سے سلوک طئے فرمائے۔

آپ بڑے مہمان نواز تھے مگر کسی رئیس یا امیر سے کبھی کوئی تحفہ قبول نہیں کیا۔ آپ کا دسترخوان ہمیشہ مہمانوں سے بھرا رہتا تھا۔ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی کہ اتنی ساری رقم حضرت کو کہاں سے ملتی ہوگی مگر اس کا جواب یہی دیا جاسکتا ہے کہ جس کا دوست اللہ خود ہو اُس کی دسترس کہاں تک ہوگی اس کا پتہ نہیں چلتا وہ جو چاہتے ہیں ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ٹیپو سلطان شہیدؒ نے حضرتؒ کو ایک بڑی رقم میسور سے روانہ فرمائی اور ایک درخواست بھی تحریر کرکے روانہ کی کہ آپ میسور تشریف لے آئیں۔ حضرت محویؒ نے شکریہ کے ساتھ قاصد کے حوالے وہ رقم واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنے سلطان سے جاکر یہ کہے کہ چھ ماہ میں سلطنت خداداد کا خاتمہ ہونے والا ہے اگر وہ میسور آتے ہیں تو خلوق یہی کہے گی کہ حضرت کے قدم پڑنے سے سلطنت خداداد کا زوال ہو گیا۔ میں اس طرح کا الزام اپنے سر لینا نہیں چاہتا۔ حضرت محویؒ کی پیشن گوئی کے عین مطابق چھ ماہ میں حضرت ٹیپو سلطان کی شہادت ہوگئی اور اس کی سلطنت پر انگریز قابض ہو گئے۔

آخری دور میں حضرت محویؒ ملامتیہ سلسلے میں داخل ہو گئے تاکہ آپ کی عبادتوں میں نمائش کا خوف جاتا رہے۔ وہ بہت کم مسجد میں آکر جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مسجد کے مقتدیوں نے آپ سے گذارش کی کہ آپ امامت کریں ہر چند حضرت منع کرتے رہے مگر مقتدی نہ مانے اور حضرت کو آگے بڑھا دیا۔ یہ عشاء کی نماز تھی۔ آپ نے سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کی اور جب ''اياك نعبد و اياك نستعين '' پر پہنچے تو یہی دوہراتے رہے۔ پیچھے مقتدیوں نے لقموں پر لقمے دیئے مگر حضرت پر کچھ اثر ہی نہیں ہوا مقتدیوں نے رکعتیں توڑ دیں اور الگ الگ نماز پڑھ کر چلے گئے مگر حضرت محویؒ یونہی قیام میں کھڑے رہے اور وہی آیت دوہراتے رہے یہاں تک کہ صبح کی اذان میں موذن نے ''الصلوة خير من النوم '' کی صدا لگائی اور حضرت کا جذب ٹوٹا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کا باجماعت نماز پڑھنا قدرے دشوار تھا۔ آپ کے بے نمازی ہونے کا بھی لوگوں نے طعنہ دیا۔ ایک مرتبہ ایک مرید بہت بگڑے تو حضرت نے کہا کہ آنکھیں بند

Marfat.com

کرلیں۔جب حضرت نے دوبارہ کہا اب آنکھیں کھول دو۔وہ کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں حرم میں موجود ہیں انھوں نے وہاں نماز پڑھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر حضرت محویؒ نے مرید سے کہا کہ آنکھیں بند کرلو۔مرید نے حکم کی تعمیل کی۔آنکھیں کھولنے کا حکم پا کر جب آنکھیں کھولیں تو خود کو حضرت کی خانقاہ میں پایا۔وہ بہت شرمندہ ہوئے اور حضرت سے معافی مانگی حضرت محویؒ نے مرید کو تاکید کردی کہ یہ راز ان کی زندگی تک راز ہی رہے تاکہ ان کی عبادتوں ریاضتوں کا راز فاش نہ ہو۔اسی وجہ سے آپ نے ملامتیہ سلسلے میں داخل ہونا گوارا کیا تھا۔

ڈاکٹر راہی فدائی اپنی تصنیف ''دارالعلوم لطیفیہ ویلور کا ادبی منظر نامہ'' مطبوعہ 1992ء میں رقمطراز ہیں۔

''حضرت محوی نے جذب واستغراق کے باوجود علم وادب اور مذہب ملت کی قابل ذکر خدمت انجام دی۔آپ ہی نے دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان کے احاطے میں اپنے آباواجداد کی روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے 1235ھ م 1819ء میں ایک عالی شان مسجد بنائی۔علاوہ ازیں خانقاہ کی مستقل عمارت اور مدرسہ ومسافر خانہ کے دوالگ الگ حصے تعمیر کرائے۔حالاں کہ حضرت قربی اور حضرت ذوقی کے عہد میں اس طرح کی مضبوط اور مستقل عمارتیں نہیں تھیں''۔

حضرت محویؒ اکثر جذب کے عالم میں رہتے تھے۔جب بھی ہوش آجاتا تھا آپ تصنیف اور مطالعے میں منہمک ہوجاتے تھے۔

آپ کی اولاد میں دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری نقویؒ ہیں قطب ویلور سے مشہور ہیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

آپ کا وصال 26/ جمادی الآخر 1243ھ م 1827ء میں دوشنبہ کے دن ستاون 57 سال کی عمر میں ہوا اور اپنے خاندانی مقبرہ وگنبد میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں آسودۂ خواب ہیں۔دیوار گنبد پر یہ قطعہ کندہ ہے۔

شد از طاق رخصت رواں بو الحسن | پے سیر در روضۂ جاوداں
درآمد بہ مغرب سر آفتاب | چو گویم منش غاب قطب الزماں

ویلور

زبدۃ العارفین حاجی الحرمین حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی المعروف بہ قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مولانا حافظ بشیر الحق قریشی قادری نے اپنی تصنیف ''مجدد جنوبی ہند حضرت قطب ویلور'' (مطبوعہ

Marfat.com

1989ء) میں آپ کے متعلق یوں تحریر فرمایا ہے۔

"سادات حسنی و حسینی کے اس نامور کی مخلص دینی اور علمی خاندان میں دوشنبہ 14/ جمادی الثانی 1207ھ م 1792ء میں حضرت قطب ویلور کی ولادت باسعادت ہوئی۔ والدِ ماجد (حضرت محوی قادریؒ ویلوری) نے "عبداللطیف" نام رکھا۔ بڑے ہوکر شاہ محی الدین سے معروف ہوے اور دنیائے علم و عرفان میں قطب ویلور کے لقب سے مشہور ہوئے اور یہی لقب، نام اور عرف پر غالب آ گیا۔

حضرت قطب ویلور کو بچپن ہی سے حصول علم و عرفان کا بہت زیادہ شوق تھا۔ آپ بے حد ذہین تھے چار سال ہی میں مکتب میں داخل ہو گئے چند ہی دنوں میں قرآن ناظرہ معہ تجوید ختم کیا اور دیگر اسباق بھی پڑھنے لگے۔ آپ نے اپنے والد کی زبانی سنا تھا کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان کے وقفہ میں دعا کی مقبولیت مستجاب ہے۔ چنانچہ آپ نے ان خطبوں کے درمیان اپنے علم کے لئے دعا کی اور مقبول ہوئی۔

جب آپ آٹھ سال کے تھے تو اس وقت میسور کی جنگ میں ٹیپو سلطان شہید کر دیئے گئے ٹیپو کی بیگمات اور شہزادے ویلور کے قلعے میں نظر بند کئے گئے شہزادوں نے حضرت محویؒ سے عرض کیا کہ آپ کے صاحب زادے کو فن حرب میں مہارت حاصل کرنے کے لئے بہترین اساتذہ کا انتظام کرتے ہیں۔ حضرت محویؒ نے ان کی پیشکش قبول کر لی اور حضرت قطب ویلوہ کو آٹھ سال کی عمر میں ہی اس فن میں بہترین اساتذہ ملے اور آپ نے مہارت حاصل کی۔ فن حرب سیکھنے کے بعد حضرت قطب ویلور دیگر قابل اساتذہ سے فقہ، حدیث، عقائد، ادب و اخلاق، انشاء، قصائد، صرف و نحو، منطق و کلام، نظریات و عملیات، طبابت، ہندسہ ہیئت و ریاض و مساحت علم فرائض، اُصول، حقائق و سلوک وغیرہ کی تکمیل کی (بحوالہ انوار اقطاب ویلور۔ مصنف محمد طیب الدین اشرفی مونگیری مطبوعہ 1963ء)۔ بیس سال کی عمر میں آپ نے کلام اللہ شریف کا حفظ فرمایا اور دو سال میں حفظ مکمل کیا۔ حضرت قطب ویلور شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تصنیفات سے بہت متاثر ہوئے اور والدہ سے اجازت طلب کی کہ اُنھیں شیخ موصوف سے مزید اکتساب کی اجازت دی جائے مگر آپ کی والدہ محترمہ نے کہا کہ پہلے وہ وہیں اچھی طرح علم حاصل کر لیں پھر شیخ کے پاس جانا۔ آپ والدہ کی اجازت سے مدراس تشریف لائے اور یہاں کے جید علماء سے علوم نقلی و عقلی کی تکمیل کی۔

مدراس کے قیام کے دوران آپ متواتر کتابی مطالعوں میں منہمک رہتے۔ کسی کی مداخلت پسند نہیں فرماتے تھے۔ جب کوئی آپ سے ملنے آتا تو پہلے ہی طے کر لیتے کہ وہ کتنی باتیں کرے گا۔ اگر جواب ملتا کہ صرف پانچ باتوں پر استفسار کروں گا تو آپ چھٹی بات کا موقعہ نہیں دیتے اور فوراً آنے والے کو واپس کر دیتے اور مطالعہ میں منہمک ہو جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے سترہ دنوں میں انگریزی سیکھ لی اور اس میں کافی عبور حاصل کر لیا۔ (بحوالہ صاحب مطلع الانور)

Marfat.com

مدراس سے جب حضرت قطب ویلور واپس ہوئے تو آپؒ کی والدہ کو فکر لاحق ہوئی کہ اب ان کا نونہال دہلی کے سفر پر مصر ہو جائے گا۔ وہ آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی خود سے جدا دیکھنا نہیں چاہتی تھیں۔ اپنی اہلیہ کو فکر مند دیکھ کر حضرت محویؒ نے دلاسا دیا اور کہا کہ وہ فکر مند نہ ہوں اور کہا کہ خواب میں جد بزرگوار حضرت قربیؒ تشریف لائے اور میرے بچے کو ایک مسندِ مکلل پر باعز و وقار بٹھایا لہٰذا اب دہلی جانے کی نوبت نہ آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا پینتیس 35 سال کی عمر میں 5/ شعبان المعظم 1243ھ کو حضرت قطب ویلور مدراس سے ویلور بغرض روانگی دہلی آئے تو اِدھر آپ کے والد بزرگوار حضرت محویؒ اور اُدھر حضرت شیخ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی دونوں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ حضرت قطب ویلور کو مسند سجادگی سنبھالنی پڑی۔ آپ دہلی کا سفر نہ کر پائے۔

آپ نے اپنے والد بزرگوار ہی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ ریاضت و سلوک بھی اپنے والد بزرگوار ہی کے زیر سایہ طے کیا۔ آپ کو 191 سلاسل میں خلافت و اجازت حاصل ہوئی۔ ویلور میں آپ نے فیوض عام میں دلچسپی لی۔ لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آتے اور حلقہ بگوش اسلام و عرفان ہوتے وعظ و تقریر میں آپ کمال کی حد تک ملکہ رکھتے تھے اور سننے والوں پر جادو سا ہو جاتا تھا۔

آپ کی زندگی ''اطیعو اللہ و اطیعو الرسول'' کے عین مطابقت میں تھی۔ آپؒ میں سنن نبویؐ کی پوری جھلک نظر آتی یہاں تک کہ لباس پوشاک اور وضع قطع میں بھی آپ نے اتنا اہتمام برتا کہ شمائل نبوی میں جو باتیں پڑھیں اسی کو اپنا شعار بنایا۔ وہ ہمیشہ ریا کاری سے بچے رہے۔ خود کو عام مسلمان سے بھی ادنیٰ تر کہا کرتے تھے آپ جب نکلتے تھے تو آپ کے اردگرد لوگوں کا ایسا ہجوم ہوتا جیسے کوئی شاہی سواری گذر رہی ہو۔ آپؒ میں خلفاء راشدین کی ایک ایک ادا کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ جود و سخا میں بھی آپ خاندانی روایت کو مدنظر رکھتے تھے علماء و مشائخ کو ہمیشہ ہدیہ و سوغات، نقد و جنس نہایت احترام سے پیش فرماتے۔ تسخیر قلوب کی خاطر غیر مسلموں کو بھی ضرورت سے زیادہ عنایت فرماتے تھے۔ جب کسی سے ملتے تو خندہ پیشانی سے ملتے تھے خود بہت کم کھاتے تھے مگر مہمانوں کو شکم سیر ہونے دیتے اور اچھے سے اچھا کھلاتے تھے۔

کسی موقعہ پر شر پسندوں میں کسی نے یہ افواہ پھیلادی کہ آپ اپنی تقریروں اور وعظوں میں انگریزوں کے خلاف اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی مخالفت میں مسلمانوں کو اُبھارتے ہیں یہ خبر جب کمپنی کو ملی تو اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور آپ نظر بند کر دیئے گئے اور پھر آپ کی برأت ہوئی اس کی خبر جب ملکہ وکٹوریہ کو ہوئی تو فوراً اس غلط فہمی کے لئے معذرت چاہی۔ رہائی کے بعد ججوں نے آپ سے کہا کہ وہ شر پسندوں کے خلاف اپنی حرمت کا دعویٰ کر دیں مگر حضرتؒ نے یہ کہہ کر تجویز رد کر دی کہ ''میں بلا وجہ کسی کو

Marfat.com

کیوں تکلیف دوں اور میں اپنی مرضی کو خدا کی ہر مرضی و مشیت پر قربان کر دینا عین کمال سمجھتا ہوں"۔ حکام یہ سن کر دنگ رہ گئے اور آپ کے خُلق عظیم کا بہت گہرا اثر ہوا۔ آپؒ میں اپنے آبا و اجداد کی تمام خوبیاں کوٹ کوٹ کر بھری تھیں۔

آپ تصرفات و کرامات میں مشہور زمانہ تھے۔

آپؒ کے ایک مرید جو عابد، پرہیز گار اور حاجی بھی تھے اور خلیق بھی فرماتے ہیں کہ جب ان کا شباب کا زمانہ تھا تو ایک مرتبہ اپنے اہل و عیال سے دور ہو گئے اور اسی جدائی کے عالم میں ان میں گناہ کبیرہ کے ارتکاب کا خطرہ پیدا ہوا اور خواہش بڑھتی چلی گئی تو رات میں حضرت شیخ (قطب ویلور) تشریف لائے اور تنبیہ کی اور غصے میں کہا کہ "جا، آج سے تیری رجولیت سلب کرتا ہوں" مرید مذکور کا کہنا ہے کہ جب وہ بیدار ہوئے تو خود کو نامرد پایا اور تقریباً تین سال تک وہ اسی حالت میں رہے۔ لاکھ علاج معالجہ کیا مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ ایک دن جب وہ ویلور آئے تو حضرت شیخ کے بہنوئی مولانا حاجی محی الدین صاحب جو بہت بڑے صوفی و عالم ہونے کے علاوہ ایک حاذق حکیم بھی تھے ان سے تشخیص کرائی تو حضرت موصوف نے کہا کہ علاج سے زیادہ اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں رجوع ہوں۔ غرض مرید نے حضرت قطب ویلور کے روبرو جانے سے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے ایک کاغذ کے پرزے میں لکھ کر آپ کے حجرے میں رکھ دیا جب حضرت قطب ویلور مسجد میں تشریف لائے تو اپنے مرید کو طلب فرمایا اور کہا " آئندہ ہشیار رہنا۔ کبھی ایسی حرکت نہ ہونے پائے۔ بہ سر و جبر خدائے قہار سے خوف کھاتے رہو اور کہا "جاؤ تیری رجولیت کو واپس کیا" رات کو سو کر جب بیدار ہوئے تو اپنے آپ کو اصلی حالت میں پایا۔

اسی طرح حضرت قطبؒ ویلوری کی ایک اور کرامت بیان کرنے پر اکتفا کرتی ہوں۔

آپؒ کے انتقال کے بعد ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک قندھاری سید ذاکر نامی شخص حضرت مکان تشریف لائے۔ ایک شب وہ نوجوان بالکل بھوکا سو گئے تو حضرتؒ خادمہ کے خواب میں آ کر اس پر آگ بگولہ ہو گئے اور کہا کہ کس طرح ایک مہمان کو بھوکا سونے دیا گیا۔ خادمہ نے کہا کہ حضرت چاول (کھانا) تو ہے مگر سالن ختم ہو گیا ہے تو حضرت نے کہا اگر سالن نہیں تو چٹنی ہی رکھ دیتی۔ غرض نوکرانی بیدار ہوئی اور حسب حکم چاول اور چٹنی اس نوجوان تک پہنچا دی نوجوان جاگ کر حیران رہ گیا اور کہا کہ اس نے اپنے بھوکا ہونے کی کسی کو اطلاع ہی نہیں کی تھی پھر کس طرح معلوم کر لیا گیا تو اسے حقیقت بتائی گئی وہ حیران رہ گیا۔

آپ نے دو بار زیارت حرمین اور حج مبرور سے سرفراز ہوئے۔ جب حج اولی سے فارغ ہوئے تو بہ حکم حضور پرنورؐ واپس آئے اور خدمت خلق میں منہمک ہو گئے مگر تن ہی یہاں تھا اور آپ کی روح مدینہ میں تھی۔ ہمیشہ بے قرار رہا کرتے 24/ محرم 1280ھ م 1863ء شب دوشنبہ آپ کی والدہ ماجدہ دنیا سے رحلت

Marfat.com

فرما گئیں۔اس سانحہ کے بعد حضرت قطب ویلور کو سفر حجاز کا بہت زیادہ خیال پیدا ہو گیا اور یہی آرزو تھی کہ باقی زندگی حرمین شریفین کے درمیان گذرے آپ کی زبان پہ یہی حدیث اکثر آ جاتی جس کا مفہوم ہے" جس کی موت حرمین شریفین کے درمیان ہوئی وہ قیامت میں آمنین سے اٹھایا جائے گا"۔

آپ کی دلی تمنا پوری ہونے کا وقت آ گیا اور 3/ شوال 1288ھ م 1871ء کو آپؒ سفر پر روانہ ہوئے۔مختلف مقامات سے گذرتے ہوئے آپ بمبئی پہنچے اور 6/ ذی القعدہ 1288ھ م 1871ء کو جہاز پر حجاز کے لئے سوار ہوئے۔آدھی مسافت بھی طے نہیں ہوئی تھی کہ سمندر میں طوفانی صورت پیدا ہو گئی اور جہاز آگے نہیں بڑھنے پا رہا تھا بلکہ پیچھے ہٹنے لگا تو لوگوں کی پریشانیاں بڑھ گئیں۔مسافرین حضرت شیخ کے پاس آئے اور دعا کی درخواست کی۔آپ نے فرمایا خدا حافظ و ناصر ہے۔جب جہاز جدہ سے 150 میل کے فاصلہ پر تھا کہ ذی الحجہ کا چاند دکھائی دیا۔حجاج ناامید ہو گئے کہ اب حج نصیب نہ ہوگا۔دوسرے دن جہاز جدہ پر لنگر انداز ہو گیا۔اس طرح حضرت قطب ویلور جدہ سے مکہ کے لئے روانہ ہو گئے اور حج کے فرائض سرانجام دیئے۔اس سفر میں حضرت بہت بیمار اور ضعیف ہو گئے تھے۔آپ کا دل ڈوبنے لگا تھا کہ وہ حضور پرنور کی شاید زیارت نہیں فرما پائیں گے۔آپ کا گریہ جاری ہو گیا۔آپ نے اسی عالم میں حضور کو صبح صادق کے قریب خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور بہت سے اجنبی لوگ اس میں بھرے پڑے ہیں اور سرکار دو عالم تاجدار مدینہ تشریف فرما ہیں اور حضرت قطب ویلور کی جانب متوجہ ہو کر فرما رہے ہیں "تعال یاولدی" آپؒ نے بیدار ہو کر لوگوں سے خواب بیان کیا آپ میں ایک طاقت سی پیدا ہو گئی اور مدینہ منورہ کے سفر کا آغاز کیا۔یہ سفر 24/ ذی الحجہ کو شروع ہوا۔8/ محرم دوشنبہ کے دن آپ کو چار اسہال ہوئے جس سے اور زیادہ کمزوری پیدا ہو گئی۔آپؒ کے صاحبزادے مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری زیادہ بے قرار ہو گئے اور رونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ" گھبرانے کی بات نہیں۔غور کرو کہ میرے والد کی عمر شریف 5 سال کی تھی کہ اس وقت جد محترم رحلت فرما گئے اور تم تو بیس 20 سال کے ہو چکے ہو۔تم اپنی زندگی میں میرے طریقے کو پیش نظر رکھو......"اس طرح بہت سی نصیحتیں کیں۔

آپؒ نے وصیت فرمائی کہ اگر آپ کی رحلت ہو جائے تو آپ کی قبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پائنتی بنائی جائے۔آپ نے وہیں اپنے فرزند کو خرقہ خلافت و دستار عطا کی اور خلافت نامہ تیار کرا کے دے دیا۔

حافظ بشیر الحق قریشی اپنی تصنیف "مجدد جنوبی ہند حضرت قطب ویلور" میں رقمطراز ہیں۔

"مورخہ 11/ محرم الحرام 1289ھ م 1872ء پنجشنبہ کا روز تھا کہ حضرت کی آواز پست ہو گئی اور لب مبارک ہلنے لگے۔مولوی سید شہاب الدین کان لب مبارک کے قریب لے گئے تو صاف یہ صدا آئی "لقد

Marfat.com

نظر الله الی " اور حضرت کے داماد فرماتے ہیں کہ میں اس وقت سر بالین کھڑا ہوا تھا۔حضرت کا سر بائیں طرف جھکا تو میں سمجھا کہ شدت ضعف سے جھکا ہے۔فوراً بیٹھ گیا۔دیکھا تو لب ہلتے ہیں نزدیک سے سنا زبان پر لاالہ الا اللہ جاری تھا۔اسی حالت میں اس منبع علم وعرفان اور مجمع کمالات ہستی نے عصر کے وقت بیاسی سال کی عمر میں دنیائے فانی سے کوچ فرمایا"۔

اتفاقاً جس شب حضرتؒ نے رحلت کی اُسی شب آپ کے بھانجے مولانا سید محمد قادری بھی اسہال اور قئے میں اللہ کے پیارے ہوگئے اور اسی شب حاکمِ مدینہ کے خواب میں حضور اکرم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرا فرزند فلاں مقام پر ہے جاؤ اور اُس کی تدفین کا انتظام کرو۔آپ کے ساتھ حج کو جانے والوں کا بیان ہے کہ وہ حاکم نعش مبارک سے لپٹ کر رو رہا تھا اُس نے اپنا خواب بیان کیا۔جمعہ کا دن تھا دونوں جنازے مسجد نبویؐ لائے گئے اور آپ کے جنازے میں ستر ہزار زائرین شریک ہوئے پھر جنت البقیع میں حضرت امام حسنؓ کے پائنتی حسب وصیت دونوں ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔حضرت مولانا سید محمد قاسم ویلوری صاحب نے آپ کا قطعۂ تاریخ فارسی میں یوں کہا ہے

چوں زدنیا محی الدین عبداللطیف ، شیخ وقت و عابد و شاغل برفت
گفت تاریخ وفاتش ہاتفم ، صاحب دیں عارف کامل برفت
(1289ھ)

ویلور — حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری

حضرت شاہ عبدالوہاب قادری کی ولادت یکم رجمادی الاول 1247ھ م 19/ اکتوبر 1831ء بروز شنبہ ویلور میں ہوئی۔آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا شاہ عبدالقادر ہندوستان کے مشہور ومعروف ولی کامل عارف باللہ درویش بزرگ حضرت مولانا سید شاہ بدیع الدین مدار معروف بہ "شاہ مدار" ابن سید شاہ معین الدین (المتوفی 18/ جمادی الاول 840ھ م 1436ء) کے خانوادے کے چشم و چراغ تھے اور آپ کے نام کے ساتھ بھی آپ کے اجداد کا نام منسلک کیا گیا اور حضرت شاہ عبدالقادر کو حضرت شاہ مدار آتوری بھی کہا جاتا ہے جن کا مزار شریف موضع "آتور" نزد پلاپٹی (ضلع ترچناپلی) میں ہے۔آپ کے مزار پر کوئی کتبہ موجود نہیں ہے مگر آتور کے خاص وعام اس مزار کی نشاندہی کرتے ہیں اور آپ کا مزار مرجع خاص وعام ہے۔
حضرت شاہ عبدالقادر حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری محویؒ ویلوری پدر بزرگوار حضرت قطب ویلور کے مرید اور خلیفہ خاص تھے۔

حضرت محویؒ ویلوری ہی کی ایماء پر حضرت شاہ عبدالقادر المعروف بہ شاہ مدار آتوری نے حضرت محویؒ

Marfat.com

کے خلیفہ خاص مولانا مولوی شاہ محمد امین قادری کی لڑکی حضرت فاطمہ سے نکاح کیا تھا حالاں کہ آپ کی پہلی اہلیہ آتور میں موجود تھیں۔ اپنے شیخ کی یہ ایما اس لئے تھی کہ انھیں کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت فاطمہ کے بطن سے حضرت شاہ عبدالقادر کی ایک صالح اولاد پیدا ہوگی۔

(استفادہ از تصنیف : ڈاکٹر راہی فدائی مدرسہ باقیات صالحات ویلور کے علمی وادبی کارنامہ مطبوعہ 1996ء)

دیگر کئی ذرائع سے حضرت شاہ عبدالقادر اور آپ کے فرزند بزرگوار حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوریؒ کے بارے میں بہت ساری معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ مولانا حافظ بشیر الحق قریشی کی تصنیف "مختصر تعارف حضرت قطب ویلور کے نامور خلیفہ شمس العلماء اعلیٰ حضرت شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری" سے اور مولانا فدوی باقوی کی تصنیف "مجدد مجذوب" سے ان بزرگوں پر اچھی خاصی روشنی ڈالی گئی ہے جو بہت تفصیل میں ہے۔ مجھ ناچیز کو اِدھر اُدھر سے حسبِ موضوع کچھ خوشہ چیناں کرنی پڑیں جس کا ماحصل آپ کے روبرو پیش ہے۔

مولانا شاہ عبدالوہاب کی عمر ابھی چار سال کی تھی کہ آپ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا آپ کی والدہ ماجدہ جو کہ حضرت قطب ویلور کی مریدہ تھیں اور بڑی نیک اوصاف کی مالک تھیں آپ کی تربیت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی جب بھی وہ شیخ کی خدمت میں جاتیں اپنے نونہال کو بھی لے جاتیں اور آپ کے شیخ قطب ویلور ہمیشہ یہی فرماتے۔ "فاطمہ بیٹی اس نونہال کو پڑھاؤ انشاالله اس بچے کے فیض سے ایک عالم فیض یاب ہوگا"۔ (مجدد مجذوب)

افسوس کی بات ہے کہ جب حضرت شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری کی عمر ابھی بارہ سال بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ کی والدہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ اب آپ اپنے حقیقی ماموں حضرت مولانا شاہ محمود شطاری (مرید قطب ویلور) کی کفالت میں رہنے لگے اُنھوں نے آپ کو حضرت مولانا حکیم شاہ زین العابدین قادری ویلوری کی خدمت میں عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھنے کے لئے بھیج دیں۔ مزید تکمیل علم کی خاطر حضرت شاہ عبدالوہاب قادری 1271ھ م 1854ء میں مدراس تشریف لے گئے اور آپ وہاں سات سال مقیم رہے دورانِ قیام آپ نے مولانا غلام قادر مدراسی اور دیگر اساتذہ سے بہت زیادہ علمی استفادہ کیا اور 1278ھ م 1861ء کو ویلور واپس ہو گئے۔ اب آپ میں علوم باطنی کے حصول کی تمنا پیدا ہوئی اور آپ اپنی والدہ ماجدہ کے شیخ ومرشد حضرت قطب ویلور سرہ العزیز کی بارگاہ میں پہنچ کر علوم باطنی کے تحصیل میں لگ گئے اور آپ سے بیعت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ حضرت قطب ویلور قدس سرہ نے آپ کو "وہاب خیر" کا لقب عنایت فرمایا"۔

1279ھ م 1862ء میں حضرت شاہ عبدالوہاب ویلوری نے اپنے آبائی مکان واقع 29 لبے گلی

Marfat.com

(Labbai Street) (موجودہ "باقیات گلی") ویلور میں ایک دینی وعلمی درس گاہ کی بنیاد ڈالی یہ درس گاہ آگے چل کر ایک عظیم جامعہ کی صورت اختیار کر گئی آج یہ درس گاہ "مدرسہ باقیات الصالحات" کے نام سے ملک گیر شہرت رکھتی ہے۔

1284ھ م 1867ء میں آپ نے سفر حجاز کیا اور وہاں آپ نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ معلوم نہیں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے حجاز میں قیام کیا اور آپؒ وہاں کب گئے تھے۔ "مجدد جنوب" کے مصنف کا کہنا ہے کہ 1274ھ م 1857ء کے ہندوستان میں قیامت خیز حالات کی بنا پر بہت سارے علماء ومشائخ ہندوستان سے حجاز ہجرت کر گئے تھے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی شہرہ آفاق تصنیف "ازالتہ الشکوک" نے عیسائی دینا کو متزلزل کر دیا تھا۔

اسی طرح حضرت شاہ عبدالوہاب قادری نے مکہ مکرمہ میں مولانا رحمت اللہ ابن خلیل عثمانی کیرانوی سے، علامہ محمد نواب ہندی سے، مولانا شیخ احمد دحلان شافعی مدرس حرم شریف سے اور حضرت مولانا مولوی سید حسین پشاوری سے بھی بہت زیادہ علمی استفادہ کیا۔ آپ نے حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی سے بھی علمی وروحانی استفادہ کیا۔ (استفادہ از تصنیف حافظ بشیر الحق قریشی)

آپؒ حجاز میں تقریباً اٹھارہ ماہ مقیم رہے۔ اس قیام کے دوران آپ کو اپنے مکان پر قائم کردہ مدرسہ کی فکر لگی تھی اور آپ چاہتے تھے کہ ہندوستان واپس ہو کر اس کو بہترین درسگاہ کی شکل دیں گے۔ غرض آپ کی یہ خواہش پوری ہوئی حالاں کہ بہت ساری مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا تھا۔

حجاز سے ویلور آنے کے بعد آپؒ نے پھر سے اپنے شیخ کامل حضرت قطب ویلور کی صحبت اختیار فرمائی اور بہت زیادہ اکتساب فیض کیا۔ آپ کو اپنے پیر ومرشد سے بڑی محبت واُلفت تھی جس وقت آپ کے شیخ حضرت قطب ویلور 1288ھ کو زیارت حرمین کے لئے روانہ ہوئے تھے تو حضرت شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری نے بھی ہمراہ چلنے کی خواہش ظاہر کی تھی مگر آپؒ کے شیخ نے آپ کو ویلور میں رہ کر دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتزکیہ کا کام سنبھالے رہنے کی ہدایت کی اور آپ نے شیخ کے فرمان پر آمنا وصدقنا کہا اور ویلور ہی میں رہ گئے۔

حضرت شاہ عبدالوہابؒ قادری نے ٹمل ناڈو میں اصلاح وارشاد کا بھر پور کام کیا ہے شہر شہر، گاؤں گاؤں جا کر اپنے وعظ ونصائح سے لوگوں میں بدعات ومعاصی کی بیخ کنی کی اور لوگوں کو اتباع شریعت پر گامزن کیا۔ آپؒ کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ جس کی تدوین وترتیب مدرسہ باقیات کے سابق استاذ حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب وشارمی نے کی ہے جو 1408ھ میں مدرسہ باقیات کی جانب سے شائع بھی ہوا ہے یہ مجموعہ آپ کی فقہی بصیرت کو پوری طرح اُجاگر کرتا ہے۔

Marfat.com

آپ اپنے وقت کے ایک بزرگ ترین ولی صفت عالم دین ہیں جس سے ایک عالم مستفیض ہوا تھا اور آج بھی غائبانہ اور بلا واسطہ مستفیض ہو رہا ہے۔

آپ کا وصال بروز شنبہ 22/ ربیع الثانی 1337ھ م 25/ جنوری 1919ء ویلور میں ہوا۔ آپ کے انتقال کی شب تحسین العلماء سید شاہ عبداللطیف قادری ویلوری المعروف بہ حضرت کی (1298 تا 1338ھ م 1880 تا 1919ء) نے خواب میں دیکھا کہ قلعہ ویلور کے خندق کا پانی یک لخت خشک ہو گیا ہے۔ آپ نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ فیاضِ زماں کے انتقال کی طرف اشارہ ہے۔ (استفادہ از تصنیف ڈاکٹر راہی فدائی) اس کے دوسرے دن ہی حضرت شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری کی انتقال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

آپؒ کی نمازِ جنازہ حضرت شاہ عبداللطیف کی نے پڑھائی اور تدفین بڑی مسجد کے صحن میں مدرسہ کی عمارت کے بغل میں ہوئی۔ مزار شریف پر خوبصورت گنبد ہے جس کے دروازے پر درج ذیل اشعار موجود ہیں۔

اذا قال عبدالوهاب علمه	هو القطب للهند خلداً نعيما
ففكرت في ارخة اقتباساً	بدالي فقد فوزاً عظيما

پرنام بیٹ

شیخ المشائخ حضرت سید شاہ قاسم الحسینی القادری صبغۃ اللّٰہی قدس اللہ سرہ العزیز

تمل ناڈو میں ضلع شمالی آرکاٹ میں آمبور سے گڈیاتم جاتی ہوئی شاہراہ پر ایک قدیم گاؤں پیاری بیگم پیٹ (جس کا موجودہ بگڑا ہوا نام پرنام بٹ ہے) سے بالکل متصل ایک چھوٹا سا قریہ ہے جسے سات گڈھ کہتے ہیں (سات پہاڑیوں پر مبنی یہ علاقہ نواب انور الدین کے دور حکومت میں زبردست قلعے کا کام سرانجام دیتا تھا اور جس کے بالکل روبرو بقال کی پہاڑی ہے ایک چھوٹا راجہ تھا جس کا نام بقال تھا جس سے نواب نورالدین خان بہادر کی جھڑپیں ہوئی تھیں اور سات گڈھ کے پہاڑی کے پہلے سلسلے میں چٹانوں کے درمیان درے ہیں جہاں سے بقال پہاڑی پر توپیں داغ گئیں تھیں جس کے نشانات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں) اس سات گڈھ کو مڑنے کی سڑک کے کنارے ایک چھوٹا گاؤں ہے جس کا موجودہ نام "لالہ پیٹ" ہے جس کا قدیم نام "قاسم پورہ" تھا۔ اس گاؤں کی سب سے اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ یہاں "کاواڑ" نامی گھانس سے یوکلپٹس تیل کی طرح تیل نکالا جاتا ہے جس کی بو اتنی تیز ہوتی ہے کہ جسم میں نہ صرف پسینہ آتا ہے بلکہ دماغ کا پورا پانی اتر کر سردی اور زکام سے نجات مل جاتی ہے۔ یہ گھانس بالخصوص اسی علاقے میں اگتی ہے جس کی کاشت بھی کی جاتی ہے۔ لالہ پیٹ میں ایک دور میں تیل نکالنے کی بے حساب بھٹیاں تھیں آج کل لوگوں کے دیگر پیشوں کی وجہ سے یہ آبائی پیشہ ختم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

Marfat.com

اس گاؤں کی سب سے اہم خصوصیت یہاں کے ایک مشہور بزرگ کا آستانہ ہے جس سے منسلک ایک شاندار مسجد بھی ہے جو کسی زمانے میں ''جامع مسجد'' سے مشہور تھی یہ آستانہ (درگاہ) اور مذکورہ مسجد کھنڈروں میں تبدیل ہوتے جارہے ہیں اس کی دیکھ بھالی کس کے ہاتھوں میں ہے اس کا پتہ نہیں چلتا شاید انتظامات کے لئے وسائل کی کمی نے اس کے منتظمین کو مجبور و لاچار کردیا ہے۔ان تمام باتوں کے باوجود صاحب آستانہ کے مزار شریف پر آج بھی عقیدت کی چادریں اور پھول چڑھائے جاتے ہیں اس بزرگ کی نشاندہی کے لئے پہلے میں آپ کا اسم مبارک بتاتی چلوں۔آپ کا پورا نام حضرت سید شاہ قاسم الحسینی القادری صبغتہ اللٰہی ہے جن کو ''شاہ قاسم قلندر قادر'' بھی کہتے ہیں اور اسی مشہور لقب سے آپ کی تاریخ وفات 1196ھ م 1781ء نکلتی ہے۔آپ کا تعلق تاج پورہ آرکاٹ کے بزرگوں سے براہِ راست ملتا ہے۔میں نے تاج پورہ کے بزرگوں کا تذکرہ کردیا ہے اور قارئین کو اس خاندان کے بزرگوں کے ساتھ حضرت شاہ قاسم الحسینی کی نسبت خاندانی بخوبی قائم کرنے میں آسانی ہوگی۔آپ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے۔حضرت سید شاہ قاسم الحسینی قادریؒ ابن سید شاہ کریم محمود الحسینی القادریؒ ابن سید شاہ سلطان عبدالرحمٰن الحسینی القادریؒ بن حضرت سید شاہ روح اللہ الحسینی القادریؒ بن حضرت سید احمد الحسینی القادریؒ بن حضرت سید عبدالفتح الحسینی القادریؒ الخ یہ سلسلہ نسب حضرت سید الشہد اامام حسین شہیدِ کربلاؓ سے جا ملتا ہے۔اس لئے آپ براہ راست حسینی ہیں۔

حضرت سید شاہ عبدالرحمان الحسینی القادریؒ جو اس خاندان کے بزرگ ہیں وہ برادر زادۂ سید شاہ صبغتہ اللٰہی قدس سرہ اللہ العزیز نائب رسول ہیں جو اس خاندان کے سب سے عظیم اور متبرک شخصیت ہیں اور آپ اپنے وقت کے قطب تھے۔

آج کل مضافات کے شہروں میں لادینیت کا مظاہرہ بزرگان دین کی دشمنی کے طور پر اُبھر آیا ہے۔ مذکورہ بالا ولی کے آستانے پر صرف عقیدت مندوں ہی کے پھول نچھاور ہوتے ہیں۔کثیر مسلم آبادی کے باوجود پرنام بٹ اور لالہ پیٹ میں جغرافیائی قرب کے باوجود روحانی قرب نہیں ہے مگر بزرگوں کو اس کی ذرا بھر بھی پرواہ نہیں۔اُن کے پروانے جہاں بھی ہیں غائبانہ طور پر ہی ان پر عقیدت کے پھول اور چادریں برابر چڑھا رہے ہیں۔

جس وقت حضرت سید شاہ قاسم الحسینیؒ باحیات تھے وہ نواب انورالدین کا آخری دور تھا اور نواب انوالدین کی وفات 16/ شعبان 1162ھ م 21/ جولائی 1749ء میں ہوئی اور اس کے فوراً بعد ان کی دوسری بیوی کے تیسرے فرزند نواب محمد علی والاجاہ نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھالی تھی اور یہ تاج پورہ کے تمام مشائخین کے دلدادہ تھے۔ممکن ہے حضرت سید شاہ قاسم الحسینی کی رحلت کے بعد آپ کے مزار پر گنبد اور مسجد

Marfat.com

کی تعمیر نواب محمد علی والا جاہ ہی کی وساطت سے کی گئی ہو۔ان دونوں کا فن تعمیر والا جاہی طرز تعمیر کے عین مطابق ہے اور سات گڈھ کی پہاڑیوں پر جو سیتا پھلوں کے باغات ہیں نواب ہی عبدالحکیم کے خاندان کا ورثہ رہے ہیں اس سے یہ بات طے ہوتی ہے کہ مذکورہ بزرگ کو والا جاہی خاندان ہی کی پیش قدمی کے باعث لالہ پیٹ میں قیام کا مطالبہ ہوا ہوگا کیوں کہ اس کے اطراف کی آبادی زیادہ تر غیر مسلموں پر مبنی تھی۔آپ کی آمد کے بعد یہاں کی کایا پلٹ گئی اور آج پیاری بیگم پیٹ (پرنام پیٹ) پوری طرح مسلم آبادی پر مبنی ہے (حرف چند گلیاں جو بستی کے کناروں پر واقع ہیں غیر مسلموں کی ہیں جو بعد کی بڑھی ہوئی آبادی ہو) اگر یہ بزرگ نہ ہوتے تو یہ علاقے آج بھی کفر کی ضلالت میں ڈوبے رہتے۔

ویلور — حضرت سید شاہ شہاب الدین قادریؒ

حضرت سید شاہ شہاب الدین قادری کے آباءو اجداد بغدادی ہیں۔حضرت فتح اللہ شاہ قادریؒ جن کا تذکرہ میں نے کیا ہے آپؒ کے جد اعلیٰ تھے۔آپ (حضرت فتح اللہ شاہ قادری) بغداد سے ہجرت کر کے انگولہ کی بندرگاہ پر اُترے تھے اور وہاں کچھ مدت قیام کے بعد مختلف مقامات کا سفر کرتے ہوئے مدراس آئے تھے اور یہیں وفات پائی تھی جن کے جنازے کی نماز نواب محمد علی والا جاہ نے پڑھائی تھی۔آپ کے دوسرے فرزند حضرت سید محی الدین شاہ قادریؒ نے انگولہ سے کرناٹک کے ایک گاؤں کیسر مڑو (نزد ٹمکور) میں ٹھہرے تھے اور نواب حیدر علی کی گذارش پر سری رنگپٹن بھی گئے تھے جہاں نواب حیدر علی اور ان کے خاندان کے بہت سے افراد نے حضرت سید محی الدین شاہ قادریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔شیخ محترم موصوف حضرت قادر ولی ناگوریؒ کے بہت عقیدت مند تھے اور اس درگاہ کے سجادہ نشین بھی ہوئے تھے۔حیدر علی کی وفات کے بعد جب ٹیپو سلطان وارث تاج ہوئے تو وہ اپنے خاندان والوں کے ساتھ حضرت سید محی الدین شاہ ہی کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔جب ٹیپو سلطان کی شہادت ہوئی تو اس خاندان کے تمام افراد ویلور آئے تھے۔

جس دن حضرت سید محی الدین شاہ قادریؒ نے دنیا سے رحلت کی اسی دن حضرت سید شاہ شہاب الدین قادری نے اس دنیا میں اپنی آنکھیں کھولیں۔اس طرح آپ کی پیدائش 1240ھ م 1824ء میں ہوئی حضرت سید محی الدین شاہ قادریؒ کے تین فرزندان ارجمند تھے جن میں آپؒ کے بڑے فرزند حضرت سید عبداللہ شاہ قادری کے آپ فرزند ہیں۔آپؒ کی ولادت حضرت مکان ویلور ہی میں ہوئی۔ٹیپو سلطان شہیدؒ کی بیگمات نے اس ہونہار بچے کو گود لیا اور پرورش کی۔یہ دور نواب کرناٹک غلام غوث خان کے مدراس پر حکومت کا دور تھا۔مدراس اس دور میں علماء، فضلاء، شعرا اور عارفین کی آماجگاہ تھا۔حضرت سید شاہ شہاب الدینؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم مدراس ہی میں حاصل کی اور مزید تعلیم کے لئے آپ مدراس تشریف لائے۔اس وقت آپ

Marfat.com

نے مدراس کی ایک عظیم المرتبت علمی وصوفی شخصیت مولانا غلام قادر صاحب سے بہت زیادہ علمی استفادہ کیا۔ آپ مولانا موصوف ہی کی خانقاہ میں مقیم رہے اور ہمہ وقت استاد کی توجہ کے مرکز بنے رہے۔ اختتام تعلیم کے بعد آپ ویلور چلے آئے اور ام المدارس دارالعلوم لطیفیہ ویلور میں آپ نے درس وتدریس کو اپنا مشغلہ بنایا۔ ہزاروں لوگ آپ کے تبحر علمی سے فیض یاب ہوئے حضرت سید شہاب الدین قادری نے حضرت قطب ویلور سے ارادت وخرقہ خلافت واجازت حاصل کی مدراس کے قیام کے دوران یا اس کے بعد آرکاٹ کے مشہور شاعر اور ہم عصر غالبؔ "لطیف آرکاٹی" نے حضرت سید شاہ شہاب الدین قادریؒ کے مرید ہوئے۔اس عظیم شاعر نے اپنے پیر ومرشد کے تعلق سے یوں اظہار خیال کیا ہے۔

اے شہاب اوج عزت، واقف اسرار دیں ہچو نور صبح روشن کاشف علم یقیں

یا الٰہی تا بہ دور مہر و مہ تا بندہ دار فیض مولانا شہاب الدین برروئے زمیں

حضرت مولانا سید شاہ شہاب الدین قادریؒ سے متعلق پروفیسر میر محمود حسین اپنی تصنیف "ویلور نامہ" میں اطلاع دی ہے کہ "حضرت مولانا موصوفؒ ایک زمانے تک ویلور میں سکونت پذیر تھے اور وہ اپنی آخری عمر میں میسور آئے تھے اور میسور ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا"۔

جناب اکرام کاوش مولف "داستان میسور" (مطبوعہ 1985) میں رقمطراز ہیں کہ مولانا مدرسہ لطیفیہ ویلور کے فارغ التحصیل تھے۔اپنی آخری عمر میں سری رنگپٹن آئے اور وہیں اپنے آبائی مکان بنام "قادر اولیاء مکان" میں رہتے تھے۔مولانا اپنی آخری سانس تک سلوک ومعرفت کی تعلیم دینے میں مصروف تھے۔ مولانا راہی فدائی کا بھی خیال سنئے۔آپ کہتے ہیں کہ مولانا موصوف حضرت قبلہ قطب ویلور کے خلیفہ بھی تھے۔

ان شواہد کی روشنی میں یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی بنا پر آپ تا دیر مدرسہ لطیفیہ ویلور میں درس وتدریس میں منہمک نہیں رہ سکے۔غالباً آپ کی اپنی آخری سانس میں اپنے آبائی مکان میں رہنے کی تمنا ہوئی ہوگی اس کے باوجود بیگمات ٹیپو سلطان شہید کا احسان بھی آپ کو چکانا تھا اس لئے اس خاندان کے باقی ماندہ لوگوں کی خدمت دین ودنیا کی بھی آپ کو خواہش رہی ہوگی۔اسی بنا پر آپ نے ویلور سے ترک وطن کیا۔

آپؒ نے اپنے پیر ومرشد حضرت قطب ویلور کے ہمراہ زیارت حرمین کا سفر کیا تھا اور حج کی سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔حضرت مکان ویلور کے قیام کے دوران آپ کو "سراج العلماء" کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔آپ ایک عظیم عالم، بلند ترین صاحب معرفت اور حسن خلق کے اعتبار سے بہترین انسان تھے۔آپ اُردو کے پائے کے شاعر بھی تھے۔فارسی میں بھی آپ کی ایک کتاب تصوف میں ہے۔ آپ کی وفات میسور میں 1323ھ م 1905ء میں ہوئی اور وہیں آپؒ کی درگاہ مرجع خلائق ہے۔

Marfat.com

آپؒ سے عقیدت رکھنے والوں کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں۔ خاص و عام میں آپؒ کے چاہنے والوں کی کافی تعداد نہ صرف میسور میں بلکہ تمل ناڈو میں بھی ہے کیوں کہ آپ کی زندگی کی بہترین سانسیں اور کاوشیں یہیں صرف ہوگئی تھیں۔

فرنگی پیٹ حضرت سید عکاشہ ابن محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ صحابی رسولؐ ہیں آپؓ نے جنگ بدر میں شریک ہو کر جہاد کیا تھا۔ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں ہندوستان روانہ کیا گیا تھا۔ آپ ''محمود بندر'' آئے تھے جسے ''فرنگی پیٹ'' اور ''مچھلی بندر'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا قدیم تمل نام ''مسولی پٹنم'' ہے جو آج بھی اسی نام سے موسوم ہے۔ ''مسولی'' سے ہی شاید ''مچھلی'' بنایا گیا ہو۔ یہاں کثیر تعداد میں مچھلیاں پکڑنا لوگوں کا تجارتی پیشہ تھا۔ لوگ کثیر تعداد میں یہاں آ کر بس گئے تھے اور وہ اسلام سے نابلد تھے۔ یہ دور اسلام کا آغازی دور تھا۔ اللہ کی رحمت جب حرکت میں آئی تو عرب سے اسلام کی روشنی ہندوستان میں پہلے پہل اس کی ضیا پاشیاں محمود بندر پر بھی ہوئیں۔ ایک صحابی رسولؐ کا اسلام کی اشاعت کرنا واقعی یہاں کے لوگوں کے نصیب کی بلندی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس حقیقت کا احساس جسم میں ایک بجلی سی دوڑا دیتا ہے۔ آپؓ کے آستانہ مبارک پر ایک قدیم ترین عمارت آج بھی موجود ہے جو بالکل ''کوفی'' طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔ اس کے چاروں طرف وسیع صحن ہیں جہاں لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور صحابی رسولؐ کی بارگاہ میں دعاؤں کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

اسی آستانے سے تھوڑے فاصلے پر حضرت عکاشہؓ کے شاگردِ رشید اور پیر و حضرت سیدنا صاحب گنجؒ کا آستانہ ہے یہ دونوں آستانے تھوڑے فاصلوں پر ہیں مگر دونوں کی احاطہ بندی ایک ہی ہے یہ دونوں آستانے ساحل سمندر سے دو فرلانگ پر واقع ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا عرس گیارہ ذی الحجہ کو منایا جاتا ہے۔

نوٹ: فرانسیسیوں کی آمد کے بعد اس شہر ''محمود بندر'' کا نام (فرنگی پیٹ۔ پرنگی پیٹائی) سے موسوم ہوا یہ علاقہ چدمبرم ڈسٹرکٹ میں آتا ہے۔ محمود بندر کو ایک بزرگ عالم مولانا عبدالعالم صدیق نے ''بغداد ثانی'' کہا ہے۔ چدمبرم بذات خود صوفیوں کی پائندہ آرام گاہ ہے۔ محمود بندر کی راہ سے عربوں کی تجارت سارے ہندوستان میں ہوا کرتی تھی تو سب سے پہلے چدمبرم کو اسلام کی روشنی ملی تھی۔

فرنگی پیٹ حضرت شیخ عبدالقادر صدیقؒ

آپ کا آستانہ فرنگی پیٹ میں ایک بڑے احاطے کے وسط میں ہے جہاں اس کے روبرو ایک نقار

Marfat.com

خانہ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت قادر ولی ناگوری کے روحانی فرزند ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس 15 ویں رجب کو منایا جاتا ہے۔

فرنگی پیٹ حضرت محمد شریعت پناہ المعروف بہ حضرت طیبی القاہری

آپ لوگوں میں "طیبی شاہ" سے معروف ہیں۔ غالباً "طیبی" Tibi طیبی (Tayibi) کی بگڑی شکل ہے اور عوام صحیح تلفظ ادا نہیں کر پار ہے تھے اس لئے آپ کا نام "طیبی شاہ" خواص کی زبان پر بھی چڑھا ہوا ہے آپ شریعت کے سخت پابند تھے کسی بھی معاملے میں شرعی حدود سے باہر قدم رکھنے پر آپ بالکل آمادہ نہ تھے۔ لوگوں کو بھی آپ اسی بات کی تلقین کیا کرتے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو فرنگی پیٹ کے ایک عام قبرستان میں دفن کیا گیا تا کہ عورتوں کا گذر آپ کے مزار پر نہ ہو۔ شرعاً عورتوں کا قبروں پر آنا ممنوع ہے۔ اسی لئے آپ نے اپنی وصیت کے سہارے شرعی پابندی اس معاملے میں بھی ضروری جانی۔ آپ نے البتہ مزار پر پختہ مقبرہ کی تعمیر کی اجازت دی تھی۔ قبر کو مٹی کا ہی رہنے دیا گیا تھا۔ بعد میں اس کو بھی تحفظ کے خیال سے لوگوں نے گارے سے باندھ دیا ہے۔ آپ مصنف بھی تھے۔ آپ کی کئی عربی تصنیفیں ہیں جن میں "نظام العقائد" آج بھی مقبول ہے۔ آپ حضرت شیخ صداقت اللہ متوطن کیلا کرے کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے اپنے شیخ کی تعریف میں قصائد بھی لکھے ہیں۔ آپ نے 1140ھ م 1727ء کو دنیا سے پردہ کیا۔

فرنگی پیٹ حضرت سید شاہ وجیہ الدین عبدالقادر حقی قادری حقانی اولیاء

فرنگی پیٹ میں آپ کے آستانے کی بڑی شہرت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ مصر سے آکر یہاں بس گئے تھے۔ کاجو کے باغات کے درمیان ایک وسیع ترین علاقے میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ اس پرعظیم الشان عمارت اور قبہ تعمیر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس شہر کے ناظم صوبہ دار عبدالنبی خان نے نواب محمد علی خان والا جاہ کے حکم کی تعمیل میں یہ درگاہ تعمیر کی تھی۔ اس درگاہ کے اخراجات کے لئے نواب موصوف نے پانچ گاؤں بطور جاگیر وقف کر دیئے تھے۔

ہر سال آپ کے عرس کی تقریبات 5/ صفر المظفر سے شروع ہو کر 15/ صفر المظفر تک بڑی شان سے منائی جاتی ہیں۔ ہزاروں لوگ ان میں شرکت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ پانچ سلسلوں کے فقراء کی ٹولیاں 5 گروہوں میں بٹ کر عرس کی تقریبات میں حصہ لیتی ہیں۔

Marfat.com

فرنگی پیٹ **چار مزار**

1) حضرت خاکی صاحبؒ 2) حضرت برخوردار صاحبؒ

3) حضرت تاج الدین صاحبؒ 4) حضرت ننگے صاحبؒ

فرنگی پیٹ شہر سے چار میل کے فاصلے پر ایک بڑے جنگل کے وسط میں ایک ہی احاطہ میں ان چار بزرگوں کے مزار ہیں۔ ہر مزار الگ الگ طور پر بڑے چوکور میں ہے۔ان سے منسلک ایک بڑی خانقاہ بھی ان ہی کے دور میں تعمیر کی گئی ہے۔ان چاروں بزرگوں کا عرس بھی ایک ہی وقت میں ہر سال 10/ رجب المرجب کو منایا جاتا ہے۔

فرنگی پیٹ **حضرت پلور ابراھیم کاکاؒ**

فرنگی پیٹ میں چار مزار سے ایک میل کے فاصلے پر آپؒ کا مزار ہے۔ یہ عجیب وغریب انداز میں مدور عمارت کے اندر واقع ہے۔کہا جاتا ہے کہ وہ ان چار بزرگوں کے مرید تھے اور بڑے صاحب کرامات تھے۔آپؒ ملیبار سے یہاں آئے تھے۔آپ غالباً ملیالی زبان کے شاعر بھی تھے اس لئے آپ کے نام کے ساتھ "پلور" منسلک ہے اور اس کی معنی شاعر کے ہیں۔ملیباری زبان میں "کاکا" عمر رسیدہ لوگوں کو خطاب کرنے کا طریقہ ہے اور اس نام سے ایک خاندان بھی ملیبار میں عام ہے۔

فرنگی پیٹ **حضرت عبدالرسولؒ**

آپؒ کا مزار فرنگی پیٹ میں ایک بڑی شاندار عمارت میں ہے جس پر چار مینارے ہیں۔ یہ عمارت 300 سال قبل تعمیر کی گئی تھی۔آپ کا عرس ہر سال 10/ صفر المظفر کو منایا جاتا ہے۔

فرنگی پیٹ **حضرت القریشؒ بی بی**

آپؒ ایک خاتون ولی ہیں اور فرنگی پیٹ میں آپ "ارے کاسو بی بی" (Arai Kasu Bibi) سے معروف ہیں۔ غالباً آپؒ کو پردہ کئے ہوئے تین سو سال گذر چکے ہیں۔آپؒ ساری زندگی کنواری ہی رہیں۔آپؒ کا آستانہ ایک چھوٹے سے اراضی علاقے پر مشتمل ہے۔مگر مزار پانچ فٹ کی اونچائی تک تعمیر ہے۔آپؒ کا آستانہ بہت پاک اور صاف رکھا جاتا ہے۔اس سے منسلک ایک خانقاہ بھی ہے جہاں زائرین کے ٹھیرنے کا انتظام ہے۔اس علاقے میں یہ آستانہ زہر کژدم (بچھو کے زہر) کو اُتارنے اور دیگر اعصابی امراض کی شفا کے لئے بہت مشہور ہے۔لوگ فوری طور پر شفا پا کر لوٹتے ہیں۔مریضوں کو محض آپؒ کے مزار

Marfat.com

پر ہاتھ رکھنا ہوتا ہے۔ ہر دن صبح سے شام تک لوگوں کا اژدھام لگا رہتا ہے۔

آپ کا عرس ہر سال بڑے شان و شوکت اور عقیدت کے ساتھ 17/ویں شعبان المعظم کو منایا جاتا ہے۔

فرہنگی پیٹ حضرت رومی صاحبؒ

کہا جاتا ہے کہ آپ ملک روم سے یہاں آئے تھے جو حضرت جلال الدین رومی کا وطن ہے۔ حضرت موصوف کا اصلی نام پردۂ اخفا میں ہے۔ یہاں آپ فقط حضرت رومیؒ صاحب ہی سے معروف ہیں۔ ایک گھنے بڑے جنگل کے وسط میں آپ کا آستانہ ہے اور اس کی بہترین طریقے پر دیکھ بھالی کی جاتی ہے۔

ہر سال 10/ صفر المظفر کو آپؒ کا عرس منایا جاتا ہے۔

فرہنگی پیٹ حضرت بنگلہ صاحبؒ

کہا جاتا ہے کہ شیر شاہ سوری کے عہد میں آپ فرہنگی پیٹ کو بنگال سے آئے تھے۔ وہ جس علاقے میں ٹھہرے تھے وہ ان دنوں ''اسلام آباد'' کے نام سے معروف تھا۔ آپؒ کا اصل نام معلوم نہیں ہو سکا۔ آپؒ کا مزار حضرت رومیؒ صاحب کے مزار سے چند ہی گز کے فاصلے پر ہے۔

ہر سال 10/ صفر المظفر کو آپؒ کا عرس منایا جاتا ہے۔

فرہنگی پیٹ حضرت سید زین العابدینؒ

آپ بھی اس علاقے (فرہنگی پیٹ) کے ایک بہت ہی معروف و مشہور بزرگ ہیں۔ معلوم نہیں آپ کہاں سے تشریف لائے تھے۔ آپ آج سے تین سو سال پہلے باحیات تھے۔ آپ کا آستانہ بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ لوگوں کو آپؒ سے بڑی عقیدت ہے۔

آپؒ کا عرس ہر سال 23/ محرم الحرام کو منایا جاتا ہے۔

فرہنگی پیٹ حضرت سید احمد خاکیؒ

آپ بھی فرہنگی پیٹ کے ایک ہر دلعزیز بزرگ ہیں۔ لوگ آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ حضرت سید زین العابدینؒ کے مداح اور معتقد تھے اور آپ ہی سے اکتساب نور کیا تھا۔ آپ کا مزار ایک کھلی درگاہ کے اندر ہے جس پر چھت نہیں ہے۔

Marfat.com

ہر سال آپ کا عرس بھی حضرت زین العابدین کی طرح 23/ محرم الحرام کو منایا جاتا ہے۔

فرنگی پیٹ — حضرت در بدر قلندرؒ

آپ بھی فرنگی پیٹ کے بزرگوں میں ایک صاحب کشف وکرامات بزرگ ہیں۔آپ کا نام بعض لوگ "در بدر قلندر" بتاتے ہیں یعنی آپ بھی ایک جگہ پر مستقل نہیں ٹھیرتے تھے۔ ہمیشہ گھومتے پھرتے رہا کرتے تھے۔آپ سے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ کوئی آپ کو کہیں بھی یاد کرتا تھا وہ آپ کو وہاں پاتا تھا۔کبھی کبھی مختلف مقامات پر بیک وقت لوگوں کو دکھائی دیا کرتے تھے۔واللہ اعلم۔آپؒ کا مزار شہر کی آبادی سے سات میل کے فاصلے پر ایک پرسکون جگہ پر ہے۔چاروں طرف ہریالی ہے۔یہ ایک احاطہ بند علاقے میں ہے۔ احاطے کے صدر دروازے سے 50 گز کے فاصلے پر آپؒ کا آستانہ ہے۔لوگ یہاں آکر ہر طرح کا غم بھول جاتے ہیں اور سکون محسوس کرتے ہیں۔آپ کا عرس ہر سال 22/ رمضان کو منایا جاتا ہے۔

فرنگی پیٹ — حضرت سید شاہ علی اولیاءؒ

فرنگی پیٹ میں آپ کا پختہ مزار ایک بڑے احاطہ بند علاقے میں واقع ہے۔کہا جاتا ہے کہ آپ "حضرت قادر ولی ناگوری کے ہم عصر تھے۔آپ کا عرس ہر سال 15/ویں شوال کو منایا جاتا ہے۔

فرنگی پیٹ — حضرت سید بجن صاحبؒ

آپؒ کا آستانہ فرنگی پیٹ میں ایک بڑے تالاب کے روبرو وسیع احاطہ میدان کے وسط میں ہے۔
آپ کی درگاہ پر پختہ عمارت تعمیر ہے۔آپ صاحب کشف وکرامات بزرگ ہیں۔
آپ کا عرس ہر سال یکم/ شعبان المعظم کو منایا جاتا ہے۔

فرنگی پیٹ — حضرت شاہ علی گنجؒ

آپؒ کا آستانہ فرنگی پیٹ سے پانڈیچیری کی شاہراہ پر فرنگی پیٹ شہر سے 10 میل کے فاصلے پر ہے۔آپؒ کے آستانے کی حال میں ایک ہندو معتقد مالک بس ٹرانسپورٹ نے تجدید کی ہے اور ایک نیا خانقاہ بھی تعمیر کروایا ہے۔کہا جاتا ہے کہ روحانی طور پر اس ہندو معتقد کی حضرت نے تائید کی تھی اور اس معتقد کے مقاصد برآئے تھے۔اس کا کہنا ہے کہ زندگی میں اسے جو بھی کامیابی حاصل ہوئی وہ اسی بزرگ کی دعاؤں کا

Marfat.com

نتیجہ ہے۔

آپؒ کا عرس ہر سال 23/ محرم الحرام کو منایا جاتا ہے۔

دو مزارات

1) حضرت حافظ سید میرؒ صاحب 2) حضرت سید اسمٰعیلؒ صاحب

شہر فرنگی پیٹ کی جامع مسجد کے عقب میں ایک جنگل کے وسط میں یہ دونوں مزارات ایک ہی احاطے میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں کی روایتیں ہیں کہ ایک ولی اللہ موسوم بہ حافظ سید میر صاحب وہاں تبلیغ و اشاعت میں مصروف تھے۔ ان کے ایک مرید بہ نام حضرت سید اسمٰعیل صاحب کو اپنے پیر حضرت موصوف سے بڑی عقیدت اور احترام تھا۔ حضرت سید اسمٰعیل صاحب کی زندگی ہی میں یہ آرزو تھی کہ وہ جب انتقال ہوں تو حضرت ہی کے قدموں میں ان کی تدفین عمل میں آئے۔ مگر اتفاق سے وہ اپنے پیر سے پہلے رحلت فرما جاتے ہیں اور ان کی تدفین کی جاتی ہے۔ جب پیر موصوفؒ کی وفات ہوتی ہے تو ان کی تدفین اس طرح کی جاتی ہے کہ مرید کا سر پیر کے قدموں کے پاس ہو۔ کہا جاتا ہے حضرت حافظ سید میر صاحب درجہ سلوک میں اپنے مرید کو بڑھا ہوا سمجھتے تھے اس لئے وہ اپنے پیروں کے پاس اپنے مرید کا سر گوارا نہیں کر پائے تھے کیوں کہ ان کی تدفین کے دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ حضرت موصوفؒ کی مزار اس طرح پلٹ گئی تھی کہ آپ کا پائینتا مرید کے سرہانے نہ رہا۔ یہ کرامت کے مزار کا خود پلٹ جانا لوگوں میں بہت مشہور ہے اور لوگ ان دونوں کی کرامتوں کے قائل ہیں اور ان کے معتقد ہیں۔

ان دونوں ولیوں کا عرس ہر سال 10/ رجب المرجب کو منایا جاتا ہے۔

کلکرچی حضرت شاہ عباس بیرامیؒ

آپ کی درگاہ کلکرچی (Kallakurichi) سے جنوبی سمت میں 8 میل کے فاصلے پر ایک دیہات بہ نام سیٹالور (Sittalur) میں ہے۔ کہتے ہیں کہ نواب محمد والا جاہ نے آپؒ ہی سے اکتساب نور کیا تھا۔

ہر سال آپ کا عرس 15/ محرم الحرام کو منایا جاتا ہے۔

پن روٹی حضرت نور محمد شاہؒ

ضلع جنوبی آرکاٹ کے صدر تعلقہ پن روٹی (Panruti) میں آپؒ کی درگاہ ہے۔ آپؒ کی یہ درگاہ

Marfat.com

پختہ تعمیر کی گئی ہے جس سے منسلک ایک خانقاہ ہے جو زائرین کے قیام کی سہولتوں کو مدنظر رکھ کر بنائی گئی ہے۔ درگاہ کی تعمیر نوابین آرکاٹ میں سے کسی ایک نے تعمیر کرائی ہے۔ آپؒ کا عرس ہر سال 27/ محرم الحرام میں منایا جاتا ہے جس میں عام زائرین کے علاوہ مختلف صوفی سلسلوں کے فقراء اس میں شریک ہوتے ہیں۔

حضرت سید امین قلندر سہروردیؒ

پن روٹی

آپ کا آستانہ بھی پن روٹی میں حضرت نور محمد شاہؒ ہی کی درگاہ کے احاطے میں ہے۔ آپؒ کا انتقال 6/ صفر المظفر 1325ھ م 1907ء کو ہوا اور تدفین 7/ صفر کو ہوئی۔

ہر سال آپ کا عرس 7/ صفر المظفر کو بڑے شاندار پیمانہ پر منایا جاتا ہے۔

حضرت سید شاہ رحمت اللہ جعفری شطاریؒ

کلائی

آپ کا آستانہ فرنگی پیٹ اور ایک دیہات بہ نام کلی یا کلائی (Killai) کے درمیان کے چشمہ آب کے علاقے میں موجود ہے۔ آپؒ کے آستانے کے آس پاس آم کے باغات ہیں جس کے قریب ہی ایک بڑا سا تالاب اور ایک مسجد ہے۔ آپ کی درگاہ سے منسلک ایک خانقاہ اور ایک مدرسہ ہے۔ درگاہ کے روبرو ایک نقار خانہ بھی ہے۔ کلائی دیہات کو حضرت ہی کے نام نواب والا جاہ محمد علی والا جاہ نے بطور جاگیر 1725ء میں لکھ دیا تھا جس کی آمدنی سے درگاہ خانقاہ اور مدرسے کے اخراجات پورے کئے جاتے ہیں جس میں تقریباً چار سو ایکٹر پر مشتمل اراضی کاشتکاری کی تر زمین ہے۔ حضرت سید شاہ رحمت اللہ نے 11/ ذی العقدہ 1167ھ کو دنیا سے پردہ پوشی کی تھی۔ ہر سال اسی تاریخ کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

آپؒ ایک مصنف بھی تھے اور آپؒ کی تصنیف میں بہت سی کتابیں ہیں جن میں

1) مفتاح العجائب 2) مفتاح النجوم
3) سر نو نہ اور 4) مفتاح التواریخ قابل ذکر ہیں۔

حضرت صاحب زادی بی بیؒ

کلائی

حضرت سید رحمت اللہ جعفری شطاریؒ کے برادر کلاں حضرت سید عظمت اللہ چشتیؒ کی آپؒ دختر ہیں۔ حضرت سید عظمت اللہؒ کے انتقال کے بعد حضرت سید رحمت اللہؒ نے اپنی بھتیجی کو وار دھا سے 52 میل کے فاصلے پر واقع مقام رشتی سے کلائی لے آئے اور اپنی نگرانی میں رکھا۔ آپ کنواری ہی انتقال کر گئیں اور کلائی سے 8 میل کے فاصلے پر ایک مقام میں تدفین عمل میں آئی جہاں آج کل انا ملائی یونیورسٹی کا قیام ہے۔

Marfat.com

یونیورسٹی ہی نے آپؒ کے آستانے کی تعمیر کے اخراجات برداشت کیے۔

آپؒ کا عرس ہر سال یونیورسٹی ہی کی جانب سے منایا جاتا ہے۔

چدمبرم — حضرت خواجہ سید امین الدین حسینی چشتیؒ

آپؒ چدمبرم کے ایک مشہور و معروف بزرگ ہیں۔ آپؒ کا اصلی وطن کڈپہ تھا۔ آپؒ گورنر لال خان کے ہمراہ یہاں آئے تھے۔ آپؒ کا انتقال 21/ ذی الحجہ 1180ھ م 1766ء میں ہوا۔ آپ کے آستانے کی دیکھ بھالی بہترین انتظامیہ کی نشاندہی کرتی ہے۔

آپؒ کا سالانہ عرس 21/ذی الحجہ ہی کو منایا جاتا ہے۔

چدمبرم — حضرت سید شاہ ثانی سلطان حسینی چشتیؒ

آپؒ کی درگاہ کی تعمیر کرناٹک کے نواب انورالدین خان نے کروائی تھی۔ آپؒ کی درگاہ کے نام موصوف نواب نے 35 پینتیس ایکٹرز مین 1181ھ میں وقف کردی تھی۔

حضرت سید شاہ ثانی سلطان حسینی چشتیؒ یہاں اپنے والد حضرت سید شاہ فخری سلطان حسینی چشتیؒ اور اپنے بھائی کے ساتھ آئے تھے۔ حضرت سید شاہ ثانی سلطان حسینی چشتیؒ نے 14/ذی الحجہ 1111ھ م 1699ء کو دنیا سے پردہ پوشی کی تھی۔ آپؒ کے ساتھ آپؒ کے والد بزرگوار اور بھائی بھی اسی مقبرے میں مدفون ہیں۔

حضرتؒ موصوف کا عرس ہر سال 14/ذی الحجہ کو بڑی شان وشوکت سے منایا جاتا ہے۔

ترووناملئی — حضرت مخدوم علی شاہؒ

آپؒ کا مزار ترووناملئی (ضلع شمالی آرکاٹ) میں ہے۔ آپ ایک مجذوب تھے۔ آپؒ کا اصلی نام معلوم نہیں ہوسکا ہے۔ آپؒ حضرت مخدوم علی شاہؒ ہی کے نام سے لوگوں میں معروف ہیں۔ آپ نے 15/ذی الحجہ 1344ھ م 1925ء کو دنیا سے پردہ کیا۔

آپؒ کا عرس ہر سال 15/ذی الحجہ کو منایا جاتا ہے۔

کیل کرے — حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر صدیقی

حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر صدیقی شنی نالبے عالم کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ بہت دولتمند

Marfat.com

تھے۔آپ کا نسبی سلسلہ آپ کے اجداد میں حضرت ملا احمد الحافظ الیمنیؒ کے واسطے سے خلیفہ رسولؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے۔آپ کی پیدائش 982ھ م 1574ء میں ہوئی آپ کی پیدائش ویڈائی نامی کیل کرے کے ایک علاقے میں ہوئی۔آپ اَدِی رام پٹنم (Adirampathinam) میں سکونت پذیر تھے۔آپ نے 1050ھ م 1640ء میں اَدِی رام پٹنم کی جامعہ مسجد تعمیر کرائی ہے۔حضرت شیخ صداقت اللہؒ نے اپنی تصنیف "مرثیہ لامیہ" میں آپ کا حوالہ دیا ہے۔حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر صدیقی شیخ شمس الدین کلاں (المتوفی 1032ھ م 1622ء) کے شاگرد رشید تھے۔آپ نے کیل کرے کی قدیم جامع مسجد میں ایک دینی درسگاہ بھی قائم کی تھی۔آپ ایک صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔آپ کی درگاہ مذکورہ مسجد ہی میں ہے۔ آپ کی وفات 1071ھ م 1660ء میں کیل کرے میں ہوئی تھی۔آپ ساترا کے جنگلات میں زیادہ گھوما کرتے تھے اس لئے آپ کو "کاناٹی ولی" کہا جاتا تھا۔کاناٹی کے معنی جنگلی ہاتھی کے ہیں۔آپ آخری عمر میں ادی رام پٹنم میں بس گئے تھے مگر آپ کی وفات کیل کرے میں ہوئی تھی۔

کیل کرے حضرت مخدوم میراں ولیؒ

حضرت مخدوم میراں ولیؒ کے والد بزرگوار کا نام حضرت جمال محمد ولیؒ (المتوفی 1234ھ م 1818ء) تھے۔حضرت مخدوم میراں ولیؒ کی پیدائش کیل کرے میں 1183ھ م 1769ء میں ہوئی۔والد بزرگوار اور فرزند ارجمند دونوں ولایت کے درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔مخدوم میراں ولیؒ اور ان کے والد بزرگوار عربی کے بہت بڑے عالم تھے اور آپ دونوں خط وکتابت ترکی ،مصر اور مکہ کے حاکموں سے تھی۔ حضرت مخدوم میراں ولیؒ نے قصائد میں اپنے والد بزرگوار کا نام بڑے احترام سے لیا ہے۔حضرت موصوف کی وفات 1247ھ م 1831ء میں ہوئی۔

د (مدورائی)

مدورائی حضرت قاضی سید تاج الدینؒ

مدورائی شہر تمل ناڈو میں ہر دور میں خواہ وہ دور قدیم ہو کہ دور جدید بہت سی خوبیوں اور اہمیتوں کا حامل ہے۔یہاں کا مینا کشی مندر جنوبی ہندوستان کا سب سے بڑا اور فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے اور مذہبی نقطہ نظر سے وہ سارے ملک کے ہندوؤں میں اہم ترین مندر ہے۔مدورائی شہر جتنا ہندوؤں کے لئے اہم ہے مسلمانوں کے لئے بھی اتنا ہی اہم ہے۔ملک کافور جب علاؤالدین خلجی کا فوجی سپہ سالار تھا تو اس نے

Marfat.com

رامیسورم اور راس کنیا کماری تک پہنچ کر ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ جب وہ واپس ہونے لگا تو اس کے ساتھ آئے ہوئے بہت سے مسلمانوں نے سرزمین مدورائی کو اتنا پسند کیا تھا کہ وہ یہیں سکونت اختیار کرنے کے خواہشمند ہو گئے تھے۔ غرض انھوں نے مدورائی کو مستقل طور پر اپنا مستقر تسلیم کر لیا اور مقامی باشندوں سے گھل مل گئے اور یہیں شادیاں بھی کیں یہاں تک کہ ایک فوجی بہ نام سید جلال الدین احسان نے 1335ء میں یہاں اپنی حکومت بھی قائم کر لی تھی۔ وہی شاید اس علاقے کا پہلا مسلمان حاکم تھا۔ اس کا انتقال 1341ء میں ہو گیا اس کے بعد اس کا بیٹا سید علاء الدین حاکم بنا اور اس نے صرف ایک سال حکومت کی 1342ء میں سید قطب الدین حاکم ہوا مگر صرف 40 دن تخت نشین تھا۔ لوگوں نے اُسے نا اہل قرار دے کر تخت سے اُتار دیا 1344ء میں سلطان غیاث الدین داغانی حاکم ہوا اس نے 1357ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد فخر الدین اس کا جانشین ہوا اور 1360ء تک وہ تخت نشین رہا۔ اس کے بعد سلطان علاء الدین سکندر 1372ء میں حاکم ہوا اور 1377ء تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے جام شہادت نوش کر لیا ترو پارن کندرم کی پہاڑی پر اس کی تدفین ہوئی۔ ابن بطوطہ کے مطابق ان تمام سلاطین نے تقریباً 40 سال تک مدورائی پر حکومت کی تھی۔ اس حیثیت سے مدورائی مسلمانوں کے لئے اہم ترین شہر ہے کیوں کہ تمل ناڈو میں یہ سب سے پہلی مسلمانوں کی حکومت کا پایہ تخت رہا تھا۔ مزید یہ کہ یہاں دکنی زبان نے بھی ترقی کی تھی اور آج بھی دکنی زبان کے لئے یہ ایک اہم ترین تاریخی مقام ہے۔ مسلمانوں کے سیاسی ثقافتی اور لسانی اہمیت کے علاوہ بھی یہاں صوفیا کرام کی آمد نے اس کی اہمیت میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس اعتبار سے یہاں کے بزرگ اور ولی صفت لوگوں میں ہم حضرت قاضی سید تاج الدینؒ کا نام لیتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

آپ حضرتؒ سید جمال الدین مفتی کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپؒ کے والد بزرگوار حضرت سید شاہ جمال الدین مفتیؒ بادشاہ مصر ملک الظہیر کی ایماء پر ہندوستان کے اس علاقے کی طرف آئے تھے۔ آپ کے ذمہ بادشاہ مصر نے مسلم عرب تاجروں کی رہنمائی کا کام سپرد کیا تھا۔ وہ جس وقت یہاں آئے تھے یہ علاقہ "معبر" کہلایا کرتا تھا۔ حضرت سید جمال الدین مفتی جب مدورائی آئے تھے اس وقت مدورائی کے تخت پر راجہ سندر پانڈین بیٹھا ہوا تھا جس نے 1251 تا 1293ء حکومت کی تھی۔

اپنے والد کے انتقال کے بعد حضرت قاضی سید تاج الدین نے اس منصبی کام کو اپنے ذمہ لیا اور بخوبی اسے نبھاتے رہے۔ سندر پانڈین کے دور حکومت کے آخری سال یعنی 1292ھ م 1895ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات 15/ رجب 1292ھ ہے اور آپ کی تدفین منڈپ میں ہوئی اور بتایا جاتا ہے کہ وہ منڈپ سے پہلے ایک مندر تھا۔ راجہ ہی کی ایما پر اور اجازت سے آپؒ کو منڈپ میں دفن کیا گیا۔

مدورائی کا مشہور قاضی محلہ اور اس محلہ کے باشندے حضرت ہیؒ کی اولاد سے ہیں یعنی ان کا سلسلہ

Marfat.com

حضرت قاضی سید تاج الدین ثانی سے چلا تھا اور حضرت تاج الدین ثانی کا سلسلہ 7 پشتوں میں قاضی تاج الدین اعلیٰ سے جاملتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مدورائی سے کنیا کماری تک اسلام تیزی سے جو پھیلا وہ آپؒ (یعنی حضرت قاضی تاج الدینؒ ثانی) ہی کے باعث تھا۔

مدورائی — حضرت مینا نورالدینؒ

آپ کا آستانہ مدورائی کی شاہراہ میں ایک معروف ترین علاقے میں ہے جہاں ایک شاندار مسجد بھی ہے اور مسلمانوں کا ایک قبرستان بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مینا نورالدین اعلیٰ نسبی برہمن تھے اور حضرت قاضی تاج الدین ثانیؒ کے اثر میں آکر آپ مشرف بہ اسلام ہوئے اور اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے باطنی تعلیم بھی حاصل کی اور تیزی سے سلوک طے کیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت قاضی تاج الدین ثانیؒ نے حضرت مینا نورالدین کی لڑکی کو اپنی رفیق حیات بھی بنالیا تھا اسلام سے پہلے آپ کا نام میناکشی سندرم تھا جس کو مختصر کرے "مینا" آپ کے اسلامی نام کے ساتھ سابقہ کی حیثیت سے برقرار رکھ لیا گیا اور اسی نام سے آپ بہت مشہور اور معروف ہیں۔

آپؒ کا سالانہ عرس ہر سال 2/ شوال المکرم میں منایا جاتا ہے۔

پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت قادر ولی ناگوری کے ہم عصر تھے۔ آپؒ کا سن وفات 750ھ م 1349ء بتایا جاتا ہے۔ حضرت کمنڈی مستان نے آپ کی شان میں بہت سے قصیدے لکھے ہیں۔

مدورائی — حضرت سید سلطان علاء الدین و حضرت خواجہ سید سلطان شمس الدین

ان دونوں کے آستانے مدورائی میں بڑے شاندار ہیں اور بہترین تعمیر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ آپ کے آستانوں کے قریب ایک بہت بڑا مسلمانوں کا قبرستان ہے اور اسی کی مضافات میں ایک نقار خانہ اور خانقاہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں ولایت کے درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان سے متعلق بہت سی باتیں ابھی پردۂ راز میں ہیں۔ یہ قیاس ہے کہ آپؒ دونوں حضرت تاج الدین اعلیٰؒ کی نسل سے ہیں۔ ان کے آستانوں کا انتظامیہ بہت اچھا ہے۔ تمل ناڈو کی روایتوں سے ہٹ کر آپ دونوں کے مزاروں کی تعمیر ہوئی ہے۔ یہ دونوں مزار ابھرے ہوئے چبوتروں پر واقع ہیں۔ مقبرہ واحد چٹان کو تراش کر بنایا گیا ہے جو 22'x69' کا رقبہ رکھتا ہے۔ ہر سال ان کا عرس 16/ شوال کو منایا جاتا ہے۔

Marfat.com

مدورائی — حضرت طہور اللہ شاہ قادریؒ

آپؒ کا آستانہ شہر مدورائی کے معروف ترین محلہ میں ہے۔ دیکھا جائے تو آپؒ کا مزار ایک بس سرویس کے مالک کے دفتر کے احاطے میں ہے جو اہم شاہراہ میں واقع ہے۔ ٹی وی سندرم اینگار اینڈ سنس کی جانب سے آپ کے آستانے کے تمام اخراجات برداشت کئے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ایک عرب تھے جو 1940ء ہی میں مدورائی آئے تھے اور 1942ء میں آپ نے رحلت فرمائی۔ اتنی قلیل مدت میں آپ لوگوں میں کس طرح مقبول ہوئے ہوں گے!! یہ کوئی اچھنبا تو نہیں۔ ہیرے کے کھرے ہونے کو جوہری منٹوں میں معلوم کر لیتا ہے۔ واقعی اہل مدورائی جوہر شناس ہیں۔ غالباً آپ کی تاریخ وفات 2/ شوال 1361ھ م 1942ء ہے۔

آپ کا عرس ہر سال 2/ شوال کو بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔

مدورائی — حضرت سلطان سکندرؒ

آپؒ کا آستانہ ٹمل ناڈو کی عجائبات میں سے ایک ہے۔ آپ کی درگاہ سکندر پہاڑ پر واقع ہے جو سطح سمندر سے 2000 فٹ کی بلندی پر ہے۔ شہر مدورائی سے 9 میل پر یہ پہاڑی شروع ہوتی ہے۔ زمین پر سے دیکھیں تو آپ کا آستانہ دکھائی نہیں دیتا (وہ ہمیشہ کہرے نما دھوئیں کے مرغولوں میں چھپا رہتا ہے)۔ یہ آستانہ چٹانی پتھروں پر مبنی ہے۔ قریب ہی ایک خانقاہ ہے جہاں زائرین کے ٹھہرنے کا انتظام ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ آپؒ کا مزار اس آستانے میں نہیں بلکہ دو پہاڑیوں کی درمیانی جگہ کے سایہ میں ہے جو دکھائی نہیں دیتا۔ مجاوروں کو بھی نہیں معلوم کہ آپؒ کا مزار کیسا ہے۔ آپؒ سے متعلق بہت سی غلط بیانیوں سے کام لینے میں یہاں کے مجاور تھکتے نہیں۔ کوئی آپؒ کو سکندر اعظم کہتا ہے تو کوئی آپؒ کو سکندر ذی القرنین بتاتا ہے مگر قاضی محلے کے لوگ جو کہتے ہیں اس میں کچھ صداقت ضرور جھلکتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت سلطان سکندر حضرت ابراھیم شہید کے ہمراہ مدورائی آئے تھے۔ (حضرت ابراھیم شہید مدینہ کے ایک مقام یار باد کے باشندے تھے جو اب ایراواڈی میں مدفون ہیں جن کے بارے میں اسی کتاب میں لکھا جا چکا ہے)۔ حضرت سلطان سکندران دو پہاڑیوں کے درمیان کی ڈھلوانی جگہ کس طرح پہنچے اور انھیں کس نے سپرد خاک کیا وغیرہ معمہ ہیں واللہ اعلم۔ اللہ والوں کی بات اللہ ہی جانے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علاء الدین خلجی کے دور میں ملک کافور کے ساتھ حضرت سلطان سکندر بھی مدورائی آئے تھے۔

آپؒ کا سالانہ عرس 29/ جمادی الآخر کو منایا جاتا ہے۔

Marfat.com

مدورائی حضرت لقمانؒ

حضرت سلطان سکندرؒ کے علاوہ اسی پہاڑی پر نصف درجن اللہ والے بزرگ آرام کر رہے ہیں قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ حضرت سلطان سکندرؒ کے مرید ہوں گے ان میں سے ایک بزرگ کو حضرت لقمان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جن کا سالانہ عرس 16/رجب المرجب کو منایا جاتا ہے۔ حضرت سلطان سکندر اور آپؒ کے ان ہی مریدوں کی بدولت مدورائی کی مضافات میں اسلام کی روشنی پہنچی تھی۔ مدورائی کے لوگ اپنے بچوں کے نام سکندر ولی رکھنا بہت پسند کرتے ہیں۔

۵ (کنیا کماری)

کنیا کماری حضرت پیر محمد صاحبؒ

آپؒ کنیا کماری کے ایک اہم ترین بزرگ تھے جن کی پیدائش 984ھ م 1575ء میں ہوئی اور وفات 22/رجب 1076ھ م 1664ء میں ہوئی۔ آپؒ کا آستانہ کنیا کماری کی مضافات میں بہت مشہور ہے اور لوگ دور دور سے یہاں حاضری دیتے ہیں آپ ٹمل زبان کے ایک ماہر ادیب اور شاعر تھے اور آپؒ نے اس زبان میں عرفانیات اور تصوف سے متعلق بہت کچھ لکھا ہے آپؒ کی تحریریں بعد کے عرب ٹمل شاعروں نے قصیدوں وغیرہ میں دہرائی ہیں۔

(استفادہ از تصنیف ڈاکٹر شعیب عالم۔ عربک، اردو اینڈ پرشین ان سرند یپ ٹمل ناڈو مطبوعہ 1993ء)

آپؒ کا عرس ہر سال 22/رجب المرجب کو شاندار پیمانے پر منایا جاتا ہے۔

کنیا کماری حضرت شیخ محی الدین مالکؒ

کنیا کماری میں آپ ننیا صاحب (Nania-Nanya Sahib) سے مشہور ہیں۔ (ٹمل میں ننیا بمعنی زاہد و پرہیزگار یا خدا ترس ہے۔) آپ عرب سے یہاں آئے تھے۔ پہلے پہل آپؒ نے کال پٹنم کا بندرگاہ پر قدم رکھا تھا۔ آپؒ بہ غرض اشاعت اسلام ہندوستان آئے تھے۔ وہاں سے وہ کوٹار (Kottar) گئے جو ہندوستان کی آخری جنوبی حد ہے اور اب یہ کیرالا میں شامل ہے۔ آپؒ کی پیدائش 563ھ م 1167ء اور وفات 606ھ م 1209ء کو ہوئی آپ کی درگاہ کے ساتھ ایک مسجد اور ایک خانقاہ تعمیر ہے اور پاس ہی مسلمانوں کا ایک قبرستان بھی ہے۔

Marfat.com

و (سیلم)

الندورپیٹ ''تکیہ'' نامی قریہ قریب حضرت سید گلشن شاہؒ

آپ کی درگاہ اُلندورپیٹ اور سیلم کو ملانے والی سڑک پر واقع ''تکیہ'' نامی مقام پر واقع ہے۔ نواب محمد علی والا جاہ نے بہت بڑی جاگیر درگاہ کی دیکھ بھالی کے لئے وقف کی ہے۔ درگاہ کے احاطے میں ہی اس سے منسلک ایک مسجد اور ایک خانقاہ بھی ہے۔ ان تمام کا انتظامیہ بہت اچھا اور سراہنی ہے۔ تقریباً 300 سال پیشتر آپؒ نے 2/ ذی الحجہ کو دنیا سے پردہ پوشی کی تھی اور سالانہ اسی تاریخ کو بڑی شان و شوکت سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ مختلف سلسلوں کے صوفیاء اور آپ کے ہزاروں معتقدین اس عرس میں شریک ہوتے ہیں

سیلم حضرت سید خان باباؒ

حضرت سید خان باباؒ سیلم کے بہت اہم بزرگ اور ولی تھے۔ یہ نہیں معلوم کہ آپ کہاں کے رہنے والے تھے یہاں کب آئے اور کب پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی وفات آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ افغانستان کے باشندے تھے اور نواب والا جاہ محمد علی کے دور میں آپ مدراس میں مقیم تھے اور بعد میں سیلم آ گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ بہ غرض اشاعت اسلام ہندوستان آئے تھے اور آپ کا فیض ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پہنچتا رہا۔ ممکن ہے آپؒ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں گھومتے ہوئے تمل ناڈو کی طرف آئے ہوں اور تمل ناڈو کی بود و باش کو پسند کر لیا ہو۔

آپ کی درگاہ ایک مسلم تاجر نے جو آپؒ کے بے حد عقیدت مند تھے تعمیر کرائی ہے۔ اس تاجر بزرگ کا نام بادشاہ صاحب بتایا جاتا ہے جو غالباً سیلم ہی کے باشندے ہیں۔ آپ کی درگاہ سیلم کی جامع مسجد کے عقب میں ہے۔

آپؒ کا عرس ہر سال 29/ ربیع الاول کو منایا جاتا ہے۔

سیلم حضرت شیخ پیر اللہ ہادی عرف شیر سوارؒ

حضرت شیخ پیر اللہ ہادی کا مزار شہر سیلم سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ اس پہاڑی کو ''ڈونگری'' کا نام دیا گیا ہے۔ مگر یہاں کے لوگوں میں اس کو ''سنیاسی گنڈو'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے (اسے سنیاسی کی چٹان یا اللہ والے کی چٹان بھی کہتے ہیں۔ غالباً آپ کے نام کی مناسبت سے کہ آپ اللہ کے ''پیر'' ہیں ''پیر'' کو بمعنی ''سنیاسی'' لیا گیا ہو۔ تمل زبان میں ''گنڈو'' چٹان کو کہتے ہیں)۔ یہ

Marfat.com

علاقہ ایک سبزہ زار ہے اور لوگ تفریحاً بھی یہاں کافی تعداد میں آتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپؒ ایک عرب تھے اور آپؒ سب سے پہلے ملیبار کے ساحل پر 1267ھ م 1850ء میں آئے تھے۔ وہاں سے آپ گھومتے گھماتے سیلم کی طرف آئے تھے۔ آپؒ کی وفات 1306ھ م 1888ء میں ہوئی۔

سیلم والوں میں مشہور ہے کہ آپؒ کی سواری کے لئے ہمیشہ ایک شیر آپؒ کے دروازے پر مستعد رہا کرتا تھا۔ آپ کو کہیں آنا جانا ہوتا تو اس پر سوار ہو جاتے تھے۔

آپؒ کا عرس ہر سال 17/ شوال المکرم کو منایا جاتا ہے۔

سیلم — حضرت بستر شاہ ولیؒ

سیلم کے سنٹرل بس اسٹینڈ میں آپؒ کا مزار بغیر کسی چھت یا آسرے کے موجود ہے جس کی حالت بہت خستہ ہے۔ حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ نے آپؒ کے مزار کی دیکھ بھال اور تعمیر کے لئے ایک بہت بڑی جاگیر عطا کی تھی جس کا بڑا حصہ آپ کے مزار کے مجاوروں نے بیچ کھایا۔ معلوم نہیں اب یہ مجاوری کس کے سپرد ہے مزار کسمپرسی کی حالت میں ہے۔

سیلم — حضرت شاہنشاہؒ

آپؒ کی درگاہ سیلم کی جامع مسجد کے بازو میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ میسور ریاست میں کسی جگہ کے باشندے تھے اور تقریباً 150 سال قبل سیلم چلے آئے تھے۔ آپؒ کا عرس ہر سال 15/ شوال کو منایا جاتا ہے۔ بانوا گروہ کے فقیر اس عرس میں حصہ لیتے ہیں۔

سیلم — حضرت سید فتح شاہ ولیؒ

آپ سیلم میں ''پتھر شاہ ولی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار سیلم سے ایرکاڈ کی شاہراہ پر ایک گاؤں گولاپٹی (Gollapatti) کے قریب عین سڑک پر واقع ہے جہاں سڑک لہرا کر نکلتی ہے۔ مزار سادہ اور بغیر چھت کے ہے اور خود اس ولی اللہ کی خواہش تھی کہ آپؒ کے مزار کو یونہی رکھا جائے۔ آپؒ کے مزار پر بہت سے لوگوں نے چھت ڈالنے کی بھی کوشش کی تھی مگر ولی اللہ کی خواہش اور وصیت کو خاطر میں رکھ کر باز آ گئے تھے

کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت ٹیپو سلطانؒ کے دور میں سیلم آئے تھے۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ کہاں کے رہنے والے تھے اور کب پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے انتقال کی تاریخ بھی پردۂ اخفا میں ہے۔

Marfat.com

ہر سال 15/ذی الحجہ کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

سیلم

حضرت مقیعد شاہؒ (یا مقاعدؒ شاہ)

آپؒ ترچی روڈ سیلم میں آسودۂ خواب ہیں۔ آپ کی درگاہ بہت عمدہ پیانہ پر تعمیر ہے جس پر ایک بڑا گنبد اور چار مینار بھی لگے ہوئے ہیں۔ آپؒ کے نام کا تلفظ بھی مختلف ہے۔ بعض لوگ آپ کا نام "حضرت مجیب شاہ" بھی بتاتے ہیں۔ آپ کی درگاہ سیلم کی دیگر درگاہوں کی بہ نسبت بہت اچھے طرز کی ہے۔

آپؒ کا سالانہ عرس 15/رجب المرجب کو منایا جاتا ہے۔

ز (کائمبتور)

کوئمبتور

حضرت جنگل پیرؒ

حضرت کی درگاہ کوئمبتور میں ترچی روڈ پر واقع ایک بڑے قبرستان کے بازو میں واقع ہے۔ یہ درگاہ اتنی شاندار ہے کہ شاید تمل ناڈو میں اس معیار کی کوئی درگاہ ہو۔ اس کے بالکل روبرو کوئمبتور ضلع کا ہیڈ کوارٹرس ہسپتال ہے۔

آپؒ کا اصلی نام کسی کو معلوم نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ یہاں کب اور کہاں سے آئے تھے۔ آپ حضرت جنگل پیرؒ کے نام سے اس لئے معروف ہوئے ہوں گے کہ جس دور میں وہ یہاں رہتے تھے ان کا قیام ایک جنگل میں رہا ہوگا جہاں اب آبادی ہوگئی ہے۔ آپؒ نے گھنے جنگل کے درمیان خود کو محوِ عبادت و ریاضت رکھنا پسند کیا ہو اور تخلیہ پسند ہوں۔ یہ سب قیاس آرائیاں ہیں۔ حقیقت حال سے صرف اللہ واقف ہے۔

آپؒ کا عرس ہر سال 15/شوال المکرم کو منایا جاتا ہے۔

کوئمبتور

حضرت جمیعت شاہ ولیؒ

کوئمبتور میں آپؒ کی درگاہ بیچ سڑک پر ایک معروف ترین علاقے میں واقع ہے۔ درگاہ کی موجودگی کے باعث یہاں ٹرافک ممنوع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں کے شہری افسران نے چند سال پیشتر کوشش بھی کی تھی کہ اس کو منہدم کر کے آمد و رفت کی سہولت پیدا کریں۔ جس وقت مزار کھودا گیا تو اس سے تازہ خون اُبل پڑا۔ گھبرا کر اس کارروائی کو بند کر دیا گیا۔ معلوم نہیں آپ کہاں سے آئے تھے، کب پیدا ہوئے اور کب انتقال

Marfat.com

فرمایا۔درگاہ کے روبرو دو بڑی ہنڈیاں لگی ہوئی ہیں جو صبح سے شام تک بھر جاتی ہیں اور ہر شام کھولی جاتی ہیں۔ اسی سے درگاہ کے انتظامات کا خرچ برداشت کیا جاتا ہے۔

ح (چنگل پیٹ، کانچی پورم)

سید شاہ حمید اولیاء بادشاہؒ

سید شاہ حمید اولیاء سے متعلق کسی بھی تذکرہ نگار نے وثوق کے ساتھ کچھ نہیں لکھا ہے لیکن ڈاکٹر حسینی شاہد کی تحقیقی کتاب ''امین الدین اعلیٰ حیات اور کارنامہ'' مطبوعہ سنہ سے اتنی ضرور معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ (فرزند حضرت برہان الدین جانم بیجاپوری) کے خلیفہ تھے۔ یہاں کے بڑے بوڑھوں کی زبانی آپ سے متعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں۔ان ہی روایتوں کے بل بوتے پر کسی نے کبھی کچھ لکھ دیا اسی طرح کی ایک تحریر محمد انور مدراسی صاحب کی بھی ہے۔جن کا ایک رسالہ بحوالہ حمید یہ خیانسی کارز بوی کنچی نے بڑے خلوص کے ساتھ شائع کرایا ہے جو ایک شاعر بھی ہیں ان کے بیان کے مطابق سید شاہ حمید اولیاء کا ورود باسعود کنچی میں عالم گیر کے زمانے میں ہوا۔حضرت کے ورود سے پہلے کنچی کا ایک بھیانک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔یہ واقعہ یوں ہے۔

یہ شہر (کنچی) کسی زمانے میں پورے کا پورا کفرستان تھا جہاں کہ لوگ بڑے ظالم اور بت پرست تھے اتفاقاً ایک مسلمان سیاح نے ظہر کے وقت کنچی شہر میں قدم رکھا اور وضو کے پانی کی تلاش میں وہ ایک ایسے کنٹھے (حوض) پر پہنچا جو ایک مندر کے پجاریوں کے لئے مخصوص تھا جس میں کوئی بھی مسلمان ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔بیچارے سیاح کو اس کا پتہ نہ تھا اس نے وضو کی نیت سے حوض میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ برہموں نے اسے پکڑ لیا اور تمل زبان میں اول فول بکنے لگے جس میں اُنھوں نے یہ کہا تھا ''ایک تلکا (یعنی مسلمان) نے ہمارے حوض کا پانی گندہ کردیا ہے'' وہ اسے اپنے بڑے پجاری دھرم کرتا کے پاس لے گئے اس دھرم کرتا نے حکم دے دیا کہ سزا کے طور پر اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹ دیں اور ایسا ہی کیا گیا۔اس بھیانک واقعہ کی خبر آرکاٹ کے نواب کو پہنچی اور نواب صاحب کی وساطت سے اس واقعہ کی خبر شہنشاہ عالم گیر کو پہنچائی گئی فوراً شہنشاہ نے سپہ سالار داؤد خان بھنگڑ کو حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ کنچی پہنچے اور وہاں کے برہموں کی سرکوبی کرے۔داؤد خان بھنگڑ کی فوج کنچی پہنچی۔سب سے پہلے مذکورہ حوض ''تیرو تیرتم'' میں فوجیوں نے غسل کرنا شروع کیا۔برہموں نے یہ ماجرا دیکھا اور کرتا دھرتا پجاری کو خبر پہنچائی کہ ''تلکا'' کا لشکر شہر میں آگیا ہے اور ''تیرو تیرتم'' میں اشنان کررہا ہے۔فوجیوں نے یکامبرم سوامی کے ''واہنا منڈپ'' کو مسمار کردیا۔

Marfat.com

برہمن ''ہری ہری شواشوا'' کا جپ کرنے لگے اور ایک واویلا مچ گیا۔ کرتا دھرتا پجاری نے داؤد خان بھنگڑ کے آگے ہاتھ جوڑے اور منت سماجت کی اور معافی مانگتے ہوئے ہیرے جواہرات کے ڈھیر لگا دئے داؤد خان بھنگڑ اپنی فوج کو لے کر واپس دہلی چلا گیا۔ جس وقت اس نے عالم گیر سے ماجرا گوش گذار کیا تھا اس وقت دربار میں ایک ولی کامل عارف واصل حضرت سید شاہ حمید اولیاء بادشاہ چشتی قدس اللہ سرہ العزیز بھی موجود تھے اُنھوں نے کہا اے بادشاہ تم یہاں آرام سے راجدھانی کرتے رہو میں کنچی جا رہا ہوں تا کہ وہاں کے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لاؤں۔

اگر یہ دور عالم گیر کا ہے تو غالباً یہ واقعہ بھی 1085ھ م 1674ء کا ہے جب کہ حضرت شاہؒ صاحب کے قدم کنچی میں پڑے تھے۔ آپ اپنے ہمراہ اپنی والدہ محترمہ کو بھی لے آئے تھے۔ کنچی پہنچتے ہی حضرت نے ''گنگنا منڈپ'' میں قیام فرمایا۔ اس وقت کنچی میں کاماچی دیوی کا جترا ہو رہا تھا اور ہر طرف ہجوم ہی ہجوم تھا اس جترے کا معمول یہ تھا کہ دیوی کے آگے انسانی بھینٹ بھی دی جاتی تھی۔ برہموں نے حضرت کو پکڑ کر دیوی کے چرنوں میں چڑھانے کے لئے حاضر کر دیا۔ آپ کی یہ کرامت تھی کہ دیوی کی مورتی میں رعشہ پیدا ہو گیا جیسے وہ ڈر کر کانپ رہی ہو۔ صبح جب برہموں نے مندر کھولا تو حضرت کو صحیح سالم پایا اور حضرت کو مورتی کی گردن پر سوار بھی پایا۔ برہموں کو بہت غصہ آیا اور تجویز کیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انھیں کسی کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اس کارروائی کو کر گذرنے کے بعد جب برہمن لوٹے تو حضرت کو صحیح سالم منڈپ میں بیٹھا ہوا پایا۔ برہموں کی راتوں کی نیند حرام ہو گئی اور ہر طرح سے حضرت کو زک پہنچانے کی تدبیریں کرنے لگے مگر ان کی ایک بھی نہیں چلتی تھی۔

ایک مرتبہ کاماچی دیوی کا ''رتھ جلوس'' نکلا اور شہر کا گشت کرتے ہوئے حضرت کے منڈپ کے روبرو سے گذرا تو حضرت نے ایک غلط نگاہ رتھ پر ڈالی وہ وہیں کا وہیں جم گیا ایک انگل بھی سرک نہ سکا۔ برہموں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا یہاں تک کہ ہاتھی اور بیل بھی لائے گئے اور رسیوں سے باندھ کر رتھ کو کھینچنے لگے۔ تب بھی رتھ جوں کا توں وہیں رہا۔ برہمن سمجھ گئے کہ ہو نہ ہو وہ اس مسلمان کا کام ہے وہ تمام حضرت کے روبرو آ کھڑے اور ہاتھ جوڑنے لگے کہ ان کے رتھ کو جانے دیا جائے۔ حضرت چاہتے تھے کہ اُنھیں کوئی کرامت دکھائی جائے اس غرض سے آپ نے کچا دھاگا طلب فرمایا اور اس کے ایک کنارے سے رتھ کو باندھ دیا اور دوسرا کنارہ پکڑ کر حضرت نے رتھ کو کھینچنا شروع کیا اور وہ بغیر کسی دشواری کے آسانی سے چلنے لگا۔ برہموں کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جو کام ہاتھی بیل اور ایک مضبوط رسی نہ کر سکے وہ اس ''مسلمان'' نے ایک کچے دھاگے کی مدد سے اور تن تنہا کھینچ کر دکھا دیا۔ سب آپ کے قدموں پر گر پڑے۔ جس جگہ حضرت نے قیام کیا تھا اس کے بازو میں ایک مندر بھی موجود تھا حضرت نے اُسی جگہ کو اپنا مسکن بنایا اور مندر کو

Marfat.com

رہنے دیا آج بھی کنجی میں حضرت کے آستانے کے قریب ایک مسجد (اس مسجد کی محراب پر جو تاریخ کندہ ہے وہ یہ ہے "ایک شد حسن بیت الہ" 1106ھ) اور وہ مندر موجود ہیں۔

یہ واقعہ کہاں تک درست ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے مگر یہاں حضرت سے متعلق یہی واقعہ صدیوں سے مشہور ہے۔ کبھی کبھی بڑے بزرگوں کی روایتیں صحیح بھی ہوتی ہیں۔

مولوی غلام عبدالقادر ناظر نے اپنے "سفر نامہ والا جاہ چہارم" میں کنجی ہی میں ایک بزرگ کا نام لیتے ہیں اور وہ اس بزرگ کو حضرت بابا حمید ولیؒ بتاتے ہیں جو حضرت امین الدین اعلیٰ کے ایک خلیفہ تھے اور یہاں کے اولیاء کرام کی روایتوں کے مطابق آپ بھی کنجی بغرض رشد وہدایت آئے تھے۔

اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ سوال اُٹھتا ہے کہ یہاں کے کسی ولی کے مندر کو توڑ کر اپنا آستانہ بنانے کی روایت نہیں ہے۔ البتہ یہاں کے راجاؤں نے ولیوں کو اراضیاں نذر کی ہیں اور بخوشی ان کو رہنے دیا گیا ہے۔ جیسے کناگور کی زمین حضرت قادر ولی کو تنجاور کے راجہ نے نذر کی تھی۔ مذکورہ بزرگ یقیناً عالم گیری کے دربار سے آئے ہوں گے۔ واللہ عالم

غالباً آپ نے 1115ھ م 1703ء میں وصال فرمایا اور چھوٹی کانچی ہی میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کا عرس ہر سال 17/ ربیع الثانی کو منایا جاتا ہے اس لئے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ آپؒ کی وفات 17/ ربیع الثانی 1115ھ کو ہوئی تھی۔

حضرت عاشق شاہ قادریؒ

آپؒ کانچی پورم کو کب آئے اور کہاں سے آئے اس سے متعلق کوئی کچھ نہیں کہتا۔ قیاس ہے کہ آپؒ یہیں کے باشندے تھے۔ آپؒ کی وفات 1370ھ م 1950ء ہی میں ہوئی۔ آپؒ کے عقیدت مندوں نے ہی آپؒ کی درگاہ تعمیر کی ہے۔

آپؒ کا عرس ہر سال 25/ شوال المکرم کو منایا جاتا ہے۔

حضرت تمیم الانصاریؓ صحابی رسولؐ

آپؓ کا روضہ مبارک شہر مدراس سے تقریباً 40 کلومیٹر کے فاصلے پر کولم (شریف) نام گاؤں میں ساحل خلیج بنگال سے بہت قریب واقع ہے۔ روایت ہے کہ آپؓ عرب تاجروں کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے اور آپؓ نے تبلیغ واشاعت کے لئے کولم (Kollam) کو پسند فرمایا تھا۔ اس دور میں پلوا راجاؤں کی حکومت تھی جس کا ایک مشہور پایہ تخت مہابلی پورم اور اس کی بندرگاہ اس دور میں بہت مشہور تھے۔ مہا پلوا

Marfat.com

(Great Pallava) کے نام پر اس شہر کا نام مالاپورم پڑا جس کو مہابلی پورم کہا جانے لگا۔

ایک روایت کے مطابق یکم صدی ہجری میں آپؓ یہاں آئے تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ آپؓ حضور پرنور صلعم کی وفات کے بعد یہاں آئے تھے۔ اس سلسلے میں کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ بعض شرپسند لوگ آپ کے وجود ہی کو مشکوک بتاتے ہیں جو کسی طرح قابل قبول نہیں اس لئے کہ قدرت کسی جھوٹ کو زیادہ دنوں تک پنپنے نہیں دیتی اور خصوصی طور پر ایک ایسی مقدس ہستی کے معاملے میں جو اپنے حبیبؐ کے صحابیؓ ہوں۔ اللہ ان کا جھوٹ انہی کے منہ پر مارے اور ان پر لعنت بھی بھیجی جائے تو کوئی گناہ نہیں۔ آپؓ سے متعلق ایک روایت بہت زیادہ مشہور ہے کہ آپؓ کے والد محترم کا نام گرامی احمد انصاریؓ تھا اور آپ مدینہ منورہ کے باشندے تھے۔ آپؓ (حضرت تمیم انصاریؓ) ہندوستان جب آئے تھے تو پہلے کراچی میں قیام کیا تھا جہاں آپؓ کا وصال 75ھ میں ہوگیا۔ آپؓ نے وصیت کی تھی کہ آپؓ کے جسد مبارک کو ایک چوبی تابوت میں بند کر کے بحر عرب کے حوالے کر دیا جائے اور وہ اس جس کنارے پر لگ جائے وہیں آپؓ کی تدفین عمل میں آئے۔ یہ تابوت مختلف سمندروں میں بہتا رہا اور آخر کار یہ خلیج بنگال کے ساحل پر واقع چھوٹے سے قریہ ''کولم'' پر آلگا۔ ماہی گیروں نے اسے سمندر میں کوئی خزینہ سمجھ کر جال پھینکے بھی تھے مگر وہ تابوت بچتا بچاتا آیا تھا۔

آپؓ کی تدفین وہیں عمل میں آئی۔ اس روایت کو اگرچہ کہ مقبولیت حاصل ہے مگر اس کے صحیح ہونے میں کچھ شبہ بھی ہے۔

آپؓ کا روضہ (جسے درگاہ کہنا بھی مناسب نہیں کیوں کہ یہ صحابی رسولؐ کا معاملہ ہے) بہت ہی قدیم طرز کا ہے جس پر ایک گنبد بھی ہے جسے عرب طرز تعمیر پر مکمل کیا گیا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک مسجد بنام مسجد مالک بن دینارؓ ہے (اور کہا جاتا ہے کہ یہاں آپؓ کا مزار بھی ہے واللہ عالم) اور ایک خانقاہ ہے۔ ہر دن صبح سے شام تک زائرین کا تانتا بندھا رہتا ہے اور آپؓ کا عرس 30/ذی القعدہ کو منایا جاتا ہے۔ عرس کا اہتمام مہینوں پہلے شروع ہو جاتا ہے۔ عرصہ دراز سے مجاورین کے خاندان والوں پر عرس کی باریاں مقرر ہیں۔ ہنڈیوں کی رقم سے ایک بہت قلیل حصہ باری والے مجاور خاندان کو بطور عطیہ عنات کیا جاتا ہے۔ آپؓ کے معتقدین میں اہل اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیرو بھی شامل ہیں۔ آپؓ کی بارگاہ سے دینی و دنیوی فیوض لوگ برابر پا رہے ہیں۔ اس بارگاہ صحابیؓ رسولؐ پر حاضری دینے والوں کی سہولت کو مدنظر رکھ کر ریاستی حکومت (چاہے کسی کی بھی ہو) آمد و رفت کا خاص انتظام کرتی ہے خصوصی طور پر سالانہ عرس کے موقعوں پر خصوصی بسوں کا انتظام کیا جاتا ہے لوگوں نے نجی طور پر سرائیں بھی تعمیر کر رکھی ہیں جہاں قیام کی اُجرت بہت مناسب وصول کی جاتی ہے۔ البتہ یہاں لوگوں کو ٹھگنے والوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ بعض حاسدوں نے حضرت تمیم

Marfat.com

انصاریؒ کے آمدنی میں فرق ڈالنے کے لئے ایک "فرضی بزرگ" کی درگاہ بھی تعمیر کی جو چند ہی قدموں پر بنائی گئی تھی۔ قدرت نے اسے پنپنے نہیں دیا اور وہ دھیرے دھیرے ختم ہوتی جارہی ہے۔

ط (مدراس)

مدراس — حضرت خواجہ سید موسیٰ شاہ قادریؒ

آپؒ کی درگاہ مدراس شہر کی مشہور و معروف سڑک "مونٹ روڈ" پر ہے جو ہر قوم و ملت کے لوگوں کے لئے زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔ درگاہ بہت چھوٹی مگر خوبصورت تعمیر ہے۔ اس کے عقب میں ایک قدیم قبرستان تھا جس میں بہت سی پختہ قبریں ہیں۔ مگر آج کل وہاں تدفین نہیں ہوتی۔ حال ہی میں مکہ مسجد بالکل نئے طرز سے تعمیر ہے۔ شاید پہلے یہاں کوئی قدیم مسجد رہی ہوگی اور اسی کی پشت پر کووم ندی بہہ رہی ہے (جس کی گندگی آج کل ناقابل برداشت ہے اس ندی میں کسی زمانے میں کشتیاں چلا کرتی تھیں)

ممکن ہے حضرت خواجہ سید موسیٰ شاہ قادریؒ کا مدراس میں ورود مسعود حضرت طبل عالم بادشاہؒ کی ایما پر ہوا تھا (ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ اور حضرت سید تراب علی شاہ جن کا آستانہ اسٹینلی ہسپتال رایاپورم کے اندر حضرت سید رحمت اللہ شاہ قادریؒ، حضرت ظہور اللہ حسینی قادریؒ، حضرت سید کریم اللہ شاہ قادریؒ وغیرہ ایک ہی دور میں مدراس آئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت سید موسیٰ شاہ قادریؒ اور حضرت سید تراب علی شاہؒ آپس میں بھائی تھے۔ واللہ اعلم)

حضرت خواجہ سید موسیٰ شاہ قادری کی ایک کرامت کا ذکر مدراس میں عام اور مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ 1947 میں ایک مرتبہ سخت طوفانی بارش ہوئی تھی اور شہر کی ندیاں، نالے، سڑکیں پانی میں غرق تھیں اور سارے شہر میں بجلی چلی گئی تھی۔ سارے ٹرانسفارمر ناکارہ ہو گئے تھے۔ اس وقت صرف حضرتؒ کے آستانے میں برقی بلب روشن تھا۔ لوگ حیران ہو گئے تھے۔ بجلی کے عملے نے بھی چھان بین کی کہ آیا قریب کا کوئی ٹرانسفارمر اب بھی کام کر رہا ہو مگر ان کی بھی حیرت کی انتہا نہیں رہی کہ بجلی کی سپلائی نہیں ہے اور نہ ان تاروں میں جو درگاہ کو جاتے ہیں۔

ایک واقعہ اور بیان کیا جاتا ہے کہ سڑک کو کشادہ کرنے کے لئے شہری افسران میں سے ایک بڑے افسر نے درگاہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تھا تو حضرت نے اس کے خواب میں آکر تنبیہہ کی کہ وہ اس بھیانک ارادے سے باز آجائے۔ وہ گھبرا گیا اور اس منصوبہ پر خط تنسیخ کھینچ دیا اور تاکید بھی کردی کہ حضرت ایک اللہ والے اور ولی ہیں۔ آئندہ بھی کوئی اس طرح کی حرکت نہ کرے۔ یہ بات بہت مشہور ہوگئی اور آج بھی

Marfat.com

کارپوریشن آف چینائی میں اس کو انتباہ کے طور پر محفوظ کر دیا گیا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت بہمنی اقتدار کے خاتمہ کے بعد بیجاپور سے یہاں آگئے تھے۔ ممکن ہے اسی دور میں حضرت طبل عالم بادشاہؒ سے آپ کے مراسم گہرے رہے ہوں۔

آپؒ کا سالانہ عرس 15 تا 17 شعبان المعظم میں بڑے شاندار پیانے پر منایا جاتا ہے۔

مدراس — حضرت سید شاہ مرتضیٰ بادشاہ قادریؒ المعروف بہ کمبل پوشؒ

مدراس کی مشہور گلی بہ نام "بڑی گلی" ترو ملکھری (ٹرپلیکین) میں آپؒ کی درگاہ موجود ہے۔ یہ درگاہ آپؒ ہی کی خانقاہ میں ہے جس کی جگہ نواب محمد علی نے بطور عطیہ عطا کی تھی۔ اس درگاہ کو لگی ہوئی مدراس کی مشہور مسجد ''مسجد انوری'' تعمیر ہے۔ آپ کے والد بزرگوار سید فضل اللہ شاہ قادریؒ کا آستانہ میل وشارم (Mel Visharam) میں موجود ہے۔ ان ہی کی مضافات میں اور کئی بزرگوں کے مزارات خستہ حالت میں آج بھی دکھائی دیتے ہیں۔

آپؒ کی درگاہ بڑی عمدہ عمارت پر مبنی ہے جس میں چار مینار اور درمیان میں ایک گنبد بنایا گیا ہے۔ اس درگاہ کی آمدنی اور حضرت کی دعاؤں کی برکت سے موجودہ ٹرسٹی سکول بھی چلا رہے ہیں جن میں سے ایک پرائمری اور دوسرا ہائر سیکنڈری ہے۔ دونوں کا نصاب اورینٹل ہے اور مدرسوں کے نام مرتضویہ ہائر سکنڈری اورینٹل سکول اور ایلمنٹری سکول ہے۔ آج کل ان اسکولوں کو شعبہ تعلیمات کا گرانٹ جاری ہے۔ ٹرسٹ دیگر سماجی کاموں کا بھی حوالے دیتی ہے۔ حضرتؒ جانیں اور ٹرسٹ جانے ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ آپؒ کے دور کے دیگر بزرگوں میں حضرت سید طاہرؒ شاہ (جن کے نام سے طاہر صاحب گلی مشہور ہے جن کی خانقاہ اسی گلی میں واقع تھی جس کو منہدم کر کے لڑکیوں کے لئے کارپوریشن کا مدرسہ بنایا گیا اور آپ کے ایک ولی دوست حضرت دادا شاہ پیر جو شولہ میں رہتے تھے جن کے نام سے دادا شاہ مکان آج بھی موسوم ہے اور آپ کا مزار بھی وہیں ہے آپؒ ہی کے دور میں مولانا عبدالعلی بحرالعلوم نواب محمد علی والا جاہ کی دعوت پر مدراس تشریف فرما ہوئے اور مسجد انوری میں واقع اسی خانقاہ کے احاطے میں ایک کمرے میں آپ نے قیام فرمایا تھا۔

آپ کا سالانہ عرس 28/ شعبان کو منایا جاتا ہے۔

مدراس — حضرت سید شاہ گل محمد نقشبندی خراسانیؒ

کہا جاتا ہے کہ حضرت 1290ھ میں خراسان سے ہندوستان آئے تھے اور مدراس میں کب مقیم ہوئے اس کا وثوق نہیں۔ آپؒ نے بلا امتیاز مذہب و ملت بہت بڑی دینی و سماجی خدمت سرانجام دی۔ آپ

Marfat.com

مذہبی اشاعت ہی کی غرض سے یہاں آئے تھے۔ آپؒ کی وفات 1321ھ م 1903ء میں ہوئی۔ آپؒ کی درگاہ اڈیار محلے میں لیٹس برج (Lattice Bridge) پر واقع ہے۔ متولیانِ درگاہ کے بہترین انتظامیہ کے باعث درگاہ کی دیکھ بھالی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہے۔

مدراس — حضرت سلطان عبدالقادر المعروف بہ گمنڈی مستانؒ

حضرت علیم صبا نویدی (راقمہ کے والد محترم) نے آپؒ سے متعلق "تمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء" مطبوعہ 1996ء میں یوں لکھا ہے۔

آپؒ رامناڈ ضلع میں تنڈی کے مضافات میں بستی "کن موڈی" میں 1207ھ م 1792ء میں پیدا ہوئے۔ آپؒ حسینی نسب تھے اور تمل کے مشہور ادیب مینا نورالدین کے پڑپوتے تھے۔ سولہ سال کی عمر میں آپؒ کیلا کرئی (Keela Karai) پہنچ کر صدق اللہ اپا کے خاندان کے مشہور بزرگ تیکا ولی اللہ سے "مدرسہ تیکا" میں اکتساب علم کیا۔ آپؒ نے بچپن ہی سے صوفیانہ طبیعت پائی تھی۔ خلوت پسند تھے۔ اکثر کسی نہ کسی پہاڑی کی وادیوں میں مشغول عبادت رہتے تھے۔ ہمیشہ مجذوبی کیفیت آپؒ پر طاری رہتی تھی۔ ہوش کے عالم میں آپؒ نے اچانک ایک دن مدراس کا رخ کیا اور مدراس آنے کے بعد نواب والاجاہ سے آپ کو ملاقات کا موقع ملا نواب والاجاہ نے آپؒ سے مل کر نہ صرف آپؒ کی قدر کی بلکہ آپ کو احاطہ رائے پورم میں جاگیر بھی عطا کی پھر آپ ہمیشہ کے لئے مدراس کے ہو رہے۔

آپؒ نے چار مصرعوں پر مشتمل بہت ساری نظمیں تمل زبان میں لکھیں۔ ان نظموں میں نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں زیادہ نظمیں ملتی ہیں۔

"آخری عمر تک آپ نے شادی نہیں کی۔ زندگی کی ہر سانس ذکر الٰہی میں گذار دی" پروفیسر حسرت سہروردی نے اپنی تصنیف "برڈز آئی ویو۔ سینٹس اینڈ صوفیس آف تمل ناڈو" مطبوعہ 1999ء میں آپ کی پیدائش تونڈی پٹنم ہی میں بتایا ہے مگر حضرتؒ کے نام ہی میں "گمنڈی" کا لفظ موجود ہے تو یہ تونڈی پٹنم نہیں بلکہ اس کی مضافات میں ایک قریہ "گمنڈی" ہے جہاں آپؒ پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے 47 سال کی عمر میں 14/ جمادی الاول 1254ھ م 1838ء کو رائے پورم میں انتقال فرمایا اور تدفین وہیں عمل میں آئی۔ آپؒ کے معتقدین نے ایک پختہ درگاہ تعمیر کی اور ایک ٹرسٹ بنا کر اس کی دیکھ بھالی بھی کرتے ہیں۔

ہر سال 13/ جمادی الاول کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

Marfat.com

مدراس **حضرت سُور شاہ نائب کمبل پوش چشتیؒ**

مدراس کے محلہ کرشنا پیٹ میں آپ کی پختہ اور بہترین انتظامیہ والی درگاہ موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؒ حضرت مخدوم حسینی کڈپوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپؒ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے مدراس آئے اور آپؒ نے یہیں سکونت اختیار کی۔ متولیان درگاہ حضرت مخدوم حسینی ہی اس درگاہ کی بھی دیکھ بھالی کرتے ہیں اور ان ہی کی جاب سے آپ کا سالانہ عرس 5/ جمادی الاوّل کو منایا جاتا ہے۔

مدراس **حضرت خواجہ سید غلام دستگیر المعروف بہ موتی باباؒ**

آپؒ شہر مدراس میں ایک مجذوب تھے۔ آپؒ کئی سال ناگور میں رہ چکے تھے۔ اپنے آخری ایام میں آپؒ نے مدراس کا رُخ کیا تھا۔ آپ کا انتقال 1959ء میں ہوا۔ آپؒ کا مقبرہ پولیس کمشنر آفس ایگمور کے روبرو واقع ہے۔ یہ درگاہ آپؒ کے معتقدین نے تعمیر کی ہے۔

آپؒ کا سالانہ عرس 25/ ذی الحجہ کو بڑے شاندار پیانے پر منایا جاتا ہے۔

مدراس **حضرت سید فریدالدین شہیدؒ**

سعید آباد (سعید اپیٹ) مدراس کا ایک قدیم ترین محلہ ہے اس کی شاہراہ پر Y.M.C.A کالج آف فیزیکل ایجوکیشن کے بالکل روبرو حضرت سید فریدالدین شہیدؒ کا مزار ہے جس پر درگاہ تعمیر ہے۔ آپؒ حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کی فوج میں سپاہی تھے اور جام شہادت نوش فرمایا تھا۔

ہر سال آپ کا عرس 8/ جمادی الاول کو منایا جاتا ہے۔

مدراس **حضرت سید حسین شاہ قادری شطاری المعروف بہ دادا شاہ پیرؒ**

ممکن ہے آپ حضرت طبل عالم پاشاہؒ کی ایما پر بہت سے علماء اور اولیاء کے ساتھ نواب انورالدین خان کے دور میں مدراس تشریف لائے ہوں پر مبور کی شاہراہ پر آپؒ کی درگاہ ہے۔ آپ کو غیر مسلم لوگ ''دم سامی'' کے نام سے یاد کرتے تھے (غالباً آپ پانی پر یا کسی اور مشروب مثلاً دودھ وغیرہ پر دم کرتے تھے جسے پی کر مریض شفا پاتے تھے)۔ آپ کے ممتاز خلیفہ حضرت فتح شاہ مستان (جن کا آستانہ مسجد معمور تنیال پیٹ میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے) ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپؒ حضرت سید موسیٰ شاہ قادریؒ کے ہمراہ بیجاپور سے یہاں آئے تھے۔ شہر مدارس میں حضرت دادا شاہؒ، حضرت طاہر علیؒ اور سید مرتضےٰ پاشا قادریؒ کمبل پوش کی خانقاہیں بے حد مشہور تھیں اور ان بزرگوں کے آپس میں مراسم بھی بہت گہرے تھے اور ان بزرگوں کی دعاؤں

Marfat.com

سے اہل مدراس فیض یاب بھی ہو رہے تھے۔

آپؒ کا عرس ہر سال 19/ذی القعدہ کو منایا جاتا ہے۔

مدراس حضرت سید شاہ صفدر ولیؒ

آپ کی درگاہ مدراس کے محلہ دھوبی پیٹ میں واقع ہے۔ یہ ایک پختہ عمارت ہے جسے آپ کے معتقدین نے تعمیر کی ہے۔ جس سے منسلک ایک مسجد بھی ہے۔

آپؒ کا سالانہ عرس 29/شعبان کو منایا جاتا ہے۔

مدراس حضرت فتح شاہ مستانؒ

حضرت شاہ مستانؒ کا دور مدراس کے بہت سارے اولیاء کرام کا دور کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ آپؒ کے پیر و مرشد حضرت دادا شاہؒ بھی اپنے وقت کے قطب تھے جن کا مزار مدراس میں پرمبور کے ایک علاقے شولے میں ہے اور یہ علاقہ آپ ہی کے نام یعنی "دادا شاہ مکان" سے آج بھی موسوم ہے۔ اسی دور میں حضرت مرتضےٰ پاشا قادریؒ المعروف بہ کمبل پوش کا وجود مدراس میں عرفان کی روشنیاں پھیلا رہا تھا اسی دور میں حضرت عبدالعلی بحر العلوم بھی مدراس تشریف فرما ہوئے تھے۔ سب سے بڑی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ بہت سے بزرگوں سے ملی ہوئی اور چاہنے والی ایک عظیم شخصیت جسے ساری دنیا نواب محمد علی والا جاہ کے نام سے آج بھی یاد کرتی ہے حضرت فتح شاہ مستان شاہ قادریؒ کے پیر بھائی تھے کیوں کہ جس بزرگ حضرت دادا شاہ سے حضرت فتح شاہ مستان نے ارادت کا شرف حاصل کیا تھا اسی دادا شاہ کے دست حق نواز پر نواب محمد علی والا جاہ نے بھی بیعت کی تھی بعض لوگ حضرت فتح شاہ مستان کو مجذوب سمجھتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے کیوں کہ آپ کے نام کے ساتھ "مستان" کے یہ معنی نہیں ہوئے کہ آپ ہمہ وقت وجد میں مست رہا کرتے تھے ہر ولی پر کبھی کبھی مستانی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ ان کی محویت کا عالم ہوتا ہے اور وہ اس سے لوٹ کر واپس بھی آجاتے ہیں۔ مجذوب عالم ہوش میں بہت کم لوٹتا ہے۔ حضرت نے ہوش کے عالم میں ہی لوگوں سے معاملات اور روابط قائم رکھے تھے۔ کسی نے بھی آپ کی مجذوبیت کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے۔ آپؒ کی تاریخ پیدائش پردۂ راز میں ہے البتہ آپ کا سال وفات 1207ھ م 1792ء ہے۔ جس وقت آپ نے وفات پائی تھی اس سے کچھ ہی عرصے پہلے آپؒ نے یہ وصیت کر دی تھی کہ ان کی جنازے کی نماز وہی شخص پڑھائے جس کی نماز فجر کبھی قضا نہ ہوئی ہو۔ جس وقت آپ کا جنازہ انگپن نائکن (Angappa Naikken) گلی میں واقع مسجد معمور میں رکھا گیا تو آپ کی آخری وصیت کا اعلان ہوا (مسجد معمور کی تعمیر و تجدید بھی نواب محمد علی

Marfat.com

والا جاہ نے کی تھی)۔ یہ اعلان سن کر کوئی آگے نہیں بڑھا کافی دیر تک انتظار کرنے کے بعد خود نواب محمد علی والا جاہ آگے بڑھے اور نماز جنازہ ادا کی۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نواب محمد علی والا جاہ دینی نقطۂ نظر سے کسی ولی صفت بزرگ سے کم نہ تھے اگر انھیں ولیوں میں شمار کریں تو بھی بے جا نہ ہوگا۔

حضرت فتح شاہ مستانؒ کی تدفین مسجد معمور کے بائیں جانب عمل میں آئی جس کے احاطے میں ہی حضرت مولانا بغدادی کا مزار مبارک ہے۔ یہ دونوں مزارات ایک ہی درگاہ کی عمارت میں ہیں اور دونوں بزرگوں کے عقیدت مند حضرات دونوں پر اپنے تقدس کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ جس وقت حسن مولانا باحیات تھے تو وہ روزانہ بعدِ نماز مغرب حضرت فتح شاہ مستان قادری کے روضے پر حاضری دیتے اور فاتحہ پڑھتے تھے۔حضرت حسن مولانا کو حضرت فتح مستان سے اتنی عقیدت تھی کہ وہ بھی آپ ہی کے قریب اپنی آرام گاہ کے خواہش مند ہوئے تھے اور آپ کی یہ خواہش پوری بھی ہوئی۔

مدراس — حضرت سید امین شاہ قادریؒ

مدراس سے تقریباً بیس میل کے فاصلے پر پونیری (Ponneri) کے قریب ایک چھوٹی سی آبادی والے علاقے ولور (Vallur) میں آپ کی درگاہ ہے یہ معلوم نہیں آپ کہاں سے تشریف لائے اور دیگر تفصیلات مثلاً تاریخ پیدائش، تاریخ وفات، خاندانی حالات وغیرہ پردۂ اخفاء میں ہیں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اکثر آستانوں میں مجاوروں کے پاس وہاں کے مدفون بزرگوں کی مستند تاریخی تفصیلات موجود نہیں ہیں اگر ایسی تفصیلات مہیا ہوں تو ان بزرگوں سے متعلق بہت سی باتیں روشنی میں آسکتی ہیں۔ بڑی بڑی درگاہوں کے کرتا دھرتا بھی اس عیب سے بری نہیں ہیں۔

ہر سال آپ کا عرس 10/ذی القعدہ کو منایا جاتا ہے۔

مدراس — حضرت مولانا سید حبیب محمد حسن القادری بغدادیؒ

مولانا سید حبیب اللہ محمد حسن القادریؒ کا آستانہ مدراس کے مشہور مسجد بنام ''مسجد معمور'' واقع انگپن نائکن گلی کے جنوبی حصے میں واقع ہے۔آپ کی ولادت بغداد معلی میں ہوئی۔ بغداد معلی باب الخلیل میں نقیب الاشراف حضرت سید محمد رشید مولانا قادری بغدادیؒ ابن حضرت سید محمد خلیل قادریؒ کے گھر حضرت سیدہ آمنہ بی بیؒ کے بطن سے بروز دوشنبہ بہ وقت صبح صادق 1896ء کو آپ پیدا ہوئے تھے۔آپ کے والدین نے آپ کا نام سید محمد حسن تجویز کیا۔آپ کا آبائی سلسلہ صدر الاولیاء حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ المعروف بہ حضرت غوث اعظم دستگیرؒ سے جاملتا ہے۔حضرت حسنؒ مولانا کی مادری زبان عربی تھی آپ خانوادۂ قادریہ

Marfat.com

کے نورِ نظر تھے۔ بچپن ہی سے آپ سے آثارِ ولایت نمودار تھے۔ طبیعت کا میلان زہد وتقویٰ کی جانب تھا۔ آستانہ غوث اعظم میں اکیلے گھومنا آپ کا مشغلہ تھا ولایت سے قریب ہونے اور اپنے وقت کے ولی کامل اور قطب ہونے کا سبب صرف قرب آستانہ دستگیرؒ ہے۔ آپ کے والد بزرگوار بیسویں صدی کے اوائل میں 1901ء میں نواب محبوب الدولہ کے زمانے میں حیدرآباد تشریف لے آئے۔ حضرت محمد حسن مولانا بغدادیؒ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد بزرگوار ہی سے حاصل ہوئی۔ فقہ، حدیث، عربی زبان وادب کی تعلیم کے علاوہ سلوک کی ابتدائی منزلیں بھی اپنے والد بزرگوار کے زیر عاطفت طے کیں۔ آپ سے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے۔ ایک دن آپ کے والد بزرگوار حضرت رشید مولانا کے مکان پر کسی اجنبی نے دستک دی دیکھا تو وہ قلندری شان والے ایک اجنبی بزرگ تھے جن کی شخصیت بڑی پروقار تھی آواز پرکشش اور حلیہ مبارک بہت حسین اور نظر زیب تھا۔ حضرت سید رشید مولانا نے اپنے چاروں فرزندوں حضرت سید محمد ہاشم، حضرت سید محمد قاسم، حضرت سید محمد حسن اور حضرت سید محمد حسین کو طلب فرمایا اور اجنبی بزرگ سے متعارف کیا۔ اجنبی بزرگ نے حضرت محمد حسن کو اپنے قریب بلایا اور حضرت سید محمد رشید مولانا سے خطاب کرتے ہوئے کہا "مجھے تو یہ سید چاہئے اس کو میں اپنے ہمراہ لے جاؤں گا" حضرت رشید مولانا رضامند ہو گئے مگر حضرت حسن کی والدہ ماجدہ بے چین ہو گئیں اور انھوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا مگر رشید مولانا کے سمجھانے پر وہ راضی ہو گئیں۔ آنے والے اجنبی بزرگ کا اسم گرامی حضرت سید محمد صالح مولاناؒ تھا جو مکہ کے باشندے تھے۔ مدینہ منورہ میں بارگاہِ رسالت مآبؐ پر کئی سال صرف کرنے کے بعد ان کو قطبیت حاصل ہوئی اور انھوں نے سیلون شہر کولمبو کو اپنا مستقر بنالیا تھا۔ قدرت نے انھیں حضرت حسن مولانا کی طرف سفر کرنے اور اپنا جانشین بنانے کا الہام کیا اور وہ اسی غرض سے انھیں لینے حیدرآباد آئے تھے۔ حضرت حسن مولانا کے والدین وداع کرنے کے لئے گھر سے کچھ فاصلے تک پیدل ساتھ گئے اور "فی امان اللہ" کہتے ہوئے لوٹ گئے۔ حضرت سید محمد صالح مولانا نے کمسن حسن مولانا کو اپنی گود میں لیا اور کہا کہ وہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جب حضرت حسن مولانا نے آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک دوسرے شہر میں پایا۔ اس بزرگ نے ایک کمرے میں حضرت حسن مولانا کو مسند پر اپنے پاس بٹھالیا۔ حضرت صالح مولانا کے معتقدین ومریدین کی آمد شروع ہوئی جن میں ایک ملیباری شخص "اموچی" نامی تھے۔ بزرگ شیخ نے حسن مولانا کی رہائش اور دیکھ بھال کی ساری ذمہ داری انھیں کے سپرد کی اور کہا کہ یہی لڑکا آپؒ کا جانشین اور آپؒ کے ظاہر وباطن ہر چیز کا مالک ہوگا۔ دوسرے دن جب حسن مولانا نے آپ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ جس ملک میں ہیں اس کا نام سیلون یا لنکا تھا اور جس شہر میں وہ مقیم ہیں اس کا نام کولمبو ہے۔ حضرت حسن مولانا تقریباً آٹھ سال اپنے پیر ومرشد حضرت محمد صالح مولانا المعروف بہ "تسبیح مولانا" کی تربیت میں رہے اور سلوک کی منزلیں طے کیں اپنے شیخ کے کہنے پر آپ نے

Marfat.com

قرآن شریف نہ صرف حفظ کرنا شروع کیا بلکہ قرآن شریف کی مختلف تلاوتیں اور قرأتیں سیکھیں ہر روز صبح کی نماز کے بعد اپنے شیخ کے روبرو قرآن کی تلاوت کرتے اور اصلاح پاتے ۔آٹھ سال کا وقفہ گذر جانے کے بعد ایک دن اچانک حضرت سیدمحمد صالح مولانا مکی نے حضرت حسن مولانا کو طلب کیا اور ایک وصیت کی کہ ان کے وصال کے بعد انھیں شہر کولمبو کے ایک قصبے مروانہ میں دفن کریں ۔مروانہ میں سنہالیوں کے مندر کے ایک گوشے کو آپ نے اپنی تدفین کے لئے پسند فرمایا آپ نے بتایا کہ جس وقت آپ مدینہ منورہ سے کولمبو تشریف لائے تو اسی مندر کے آگے قیام فرمایا تھا۔اور گم گشتگان راہ خدا کو راہ راست پر لانے کے لئے اسی مندر کے ایک گوشے کو پسند کیا تھا۔ پہلے تو پجاری اور دوسرے لوگ آپ کے درپے آزار ہوئے پوجا پاٹ کے بعد مندر کے پجاریوں نے دیوتاؤں کے سامنے حضرت سید محمد صالح مولانا کو پیش کیا۔دیوتاؤں سے آواز گونجی کہ یہ جگہ حضرت کو دے دی گئی ہے۔بتوں سے آواز نکلتے دیکھ کر پجاری حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور وہ اراضی آپ کے نام ہبہ کر دی۔بتوں سے آواز نکلنا واقعتاً حضرت سید محمد صالح مولانا کی کرامت تھی حسب وصیت حضرت سید محمد صالح کے وفات پانے پر حضرت حسن مولانا نے آپ کی تجہیز وتکفین وہیں فرمائی۔انتقال سے پیشتر علوم ظاہری اور باطنی سے حضرت حسن مولانا کو پوری طرح مستفیض کر دیا تھا اور کئی وظائف بھی بغرض ورد دے دیے تھے اور تلقین کر دی تھی کہ وہ اعلیٰ تعلیم جامعہ از ہر قاہرہ (مصر) میں حاصل کریں اور بعد تکمیل تعلیم اپنے وطن حیدرآباد پہنچ کر اپنے والدین کی خدمت کریں۔اپنے خادم ''اموچی'' کو بھی تلقین کی کہ وہ ماہانہ پانچ سو روپے حضرت حسن مولانا کو قاہرہ روانہ کر دیں تا کہ وہ اپنے اخراجات سے پریشان نہ ہوں۔ حضرت سید محمد صالح مولانا کی وفات 21/ شعبان 1329ھ کو ہوئی۔

1911ھ میں حسن مولانا نے جامعہ از ہر میں داخلہ لیا یہ وہ دور ہے جب کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی برائے تعلیم جامعہ از ہر میں داخلہ لیا تھا۔جامعہ از ہر کے شیخ نے حسن مولانا کی تربیت و تعلیم میں خاص خیال رکھا۔آپ بہت ذہین تھے اور اپنے اساتذہ کا بہت احترام کرتے تھے۔جامعہ از ہر کا تعلیمی کورس پانچ سالہ تھا۔تین سال تک آپ کو کولمبو سے برابر رقم ملتی رہی مگر آپ کے شیخ نے یہ رقم رکوادی اور جامعہ از ہر ہی سے آپ کے تمام اخراجات برداشت کرنے کو کہا۔دوران تعلیم آپ دوبار حج وزیارت حرمین سے مستفیض ہوئے دونوں موقعوں پر روضۂ اقدس کی زیارت کے دوران خصوصی طور پر اکتساب نور کیا۔تقریباً تیرہ سال کے وقفہ کے بعد 1918ء میں آپ حیدرآباد تشریف لا کر اپنے والدین سے ملاقات کی جامعہ از ہر کے قیام کے دوران آپ وہاں دوسال درس و تدریس میں بھی منہمک رہے۔حیدرآباد آنے کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی میں صرف ایک ماہ کے لئے آپ نے مدرسی کے فرائض انجام دیے مگر طبیعت درس و تدریس میں نہیں لگتی تھی اس لئے اپنے والدین سے اجازت لے کر اور اپنے پیرومرشد سے غائبانہ حکم کی تعمیل میں آپ باباشرف الدین پہاڑی

Marfat.com

کی طرف تزکیہ قلب اور تصفیہ باطن کے لئے بغرض مجاہدہ روانہ ہوگئے۔ یہ پہاڑی حیدرآباد سے چھ سات میل پر واقع ہے۔ یہاں پر ایک غار میں جہاں ہر وقت سانپ بچھو اور درندوں کا خدشہ لگا رہتا تھا اور جہاں لوگ جانے سے ڈرتے تھے آپ نے وہاں نو سال چلہ کشی کی۔ وقتاً فوقتاً حیدرآباد شہر آتے اور ضرورت کی چیزیں ساتھ لے جاتے آپ نے پہلے غار کی صفائی کر کے وہاں ایک مصلیٰ بچھا دیا تھا اپنے شیخ کے دیئے ہوئے وظائف اور قیام صلوٰۃ وصوم میں باقاعدہ خود کو مشغول رکھا۔ رفتہ رفتہ آپ کو ضروری اشیاء کی محتاجی بھی نہیں رہی آپ جس چیز کا بھی ارادہ کرتے وہ قدرت سے آپ کے سامنے موجود ہو جاتی آپ کو ہمیشہ اپنے پیر و مرشد کی روحانی امداد پر بھروسہ تھا۔ کبھی کبھی وہ اپنے پیر و مرشد کو اپنے روبرو بھی پاتے۔ کہا جاتا ہے کہ آخری ایام میں غار میں آپ کو بھوک کی شدت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے آب و غذا بالکل ترک کر دی تھی۔ آپ روزے منتی اور کھجور سے افطار فرماتے تھے۔ آخری دنوں میں آپ کچھ دیر کے لئے ہر جمعرات کی شام کو غار سے باہر نکل آتے اور ایک چٹان پر بیٹھ جاتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے چاروں طرف لوگ کثیر تعداد میں جمع ہو جاتے اور آپ کی ولایت کا شہرہ دور دور تک پہنچ گیا لوگ آپ کو "پہاڑی والے بابا" سے موسوم کرنے لگے۔ نواب عثمان الدولہ کے نسبتی برادر نواب منیر الدولہ کو حضرت حسن مولانا سے بے حد عقیدت ہوگئی چلہ کشی کی مدت پوری ہونے کو جب آئی تو اس دن نماز فجر کے بعد حضرت سید محمد رشید مولانا اور نواب منیر الدولہ "پہاڑی والے بابا" کو لے جانے کے لئے پہنچ گئے۔ حضرت حسن مولانا پہلے اپنے والد بزرگوار کی قدم بوسی کی پھر شہر کے امراء اور معزز حضرات حضرت حسن مولانا کی قدم بوسی میں مصروف ہوگئے ملاقاتیوں میں نواب عثمان الدولہ کے وزیر اعظم دولت آصفیہ ہز ایکسلنسی راجہ راجایاں مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر المتخلص شادؔ بھی شامل تھے۔ حضرت حسن مولانا کو دیکھتے ہی ان کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر آ گیا۔

جو سچ پوچھو تو شادؔ اپنے کئے کچھ بھی نہیں ہوتا
خدا کی دین ہے انسان کا مشہور ہو جانا

اس واقعہ کے بعد سے حضرت حسن مولانا کا معمول ہو گیا کہ وہ ہر شام اس پہاڑی کے غار میں پہنچ جاتے تھے اور ورد و وظائف میں مشغول ہو جاتے تھے۔ نواب منیر الدولہ نے پتھر گھٹی میں ایک مسجد اپنے صرف خاص سے تعمیر کروائی تھی ان کی خواہش تھی کہ اس مسجد کا افتتاح رمضان مبارک کی چاند رات کو ہو اور اسی شب سے تراویح کی نماز سے عبادات کا آغاز ہو۔ انھوں نے حضرت سید محمد رشید مولانا سے درخواست کی کہ وہ مسجد کا افتتاح بھی فرمائیں اور رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز بھی پڑھائیں چونکہ حضرت سید محمد رشید مولانا بہت ضعیف ہو چکے تھے اس لئے آپ نے اس کام کے لئے اپنے فرزند حضرت حسن مولانا کا نام تجویز فرمایا۔ غرض حضرت مولانا نے چاند رات کو مسجد کا افتتاح بھی کیا، مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی پڑھائیں اور وہاں

Marfat.com

سے رمضان کے ایک مہینے تک آپ نے تراویح کی نماز بھی بڑی خوش الحانی سے پڑھائی۔ دور دور سے کثیر تعداد میں لوگ اسی مسجد کو ترجیح دے کر جمع ہو جاتے تھے۔ حضرت مولانا کی سحری اور افطاری کا انتظام نواب منیر الدولہ اپنے مکان میں فرماتے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد خود نواب اوران کے چند عزیز حضرت حسن مولانا کے ساتھ ہو لیتے اوران کے آبائی مکان پر چھوڑ کر واپس ہو جاتے۔ اس طرح روزانہ گھر پہنچ کر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد حضرت حسن مولانا نے "باباشرف الدین پہاڑی" پر گذارنے کو اپنا معمول بنالیا تھا۔

باباشرف الدین کی پہاڑی پر دو سال چلہ کشی کے بعد حضرت حسن مولانا اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ 1930ء میں مدراس تشریف لے آئے اور یہاں کچھ دن قیام فرمایا۔ دورانِ قیام جناب الحاج حکیم سید غوث محی الدین صاحب اوران کے کئی دوست واحباب نے حضرت رشید مولانا کے دستِ حق پر بیعت کی۔ مدراس کے قیام کے بعد دونوں بزرگ رنگون پہنچے وہاں ایک سال قیام کر کے واپس ہوتے ہوئے مایاورم، ناگپٹن، ترچی، پریار، متوپیٹ، ترواورور، تنجاور اور جنوبی ہند کے کئی مقامات کا دورہ کیا پھر انھوں نے برما، جاوا، ستمرا اور جنوب مشرقی ایشیاء کے کئی ممالک کا دورہ کیا پھر 1932ء کو مدراس پہنچے یہاں کچھ دن قیام کرنے کے بعد حیدرآباد روانہ ہو گئے جہاں 20/رجب 1351ھ م 19/نومبر 1932ء کو حیدرآباد میں حضرت سید رشید مولانا کا وصال ہو گیا۔

حضرت سید محمد رشید مولانا قادری بغدادیؒ جب وفات پا گئے تو نظام دکن نواب عثمان الدولہ نے حضرت حسن مولانا بغدادی سے گذارش کی کہ وہ اپنے والد بزرگوار کے منصب پر فائز رہیں اور مکہ مسجد حیدرآباد میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھایا کریں اور پیغام دیا کہ انھیں ماہانہ پانچ سو روپے وظیفہ مقرر کیا جائے گا۔ آپ نے نظام دکن کو یہ جواب پہنچایا: "ہم ٹھیرے فقیر لوگ ہم پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی"...... نظام دکن اس طرح کا جواب پا کر آزردہ ہوئے اور حضرت حسن مولانا کو بُلا بھیجا...... محل کے دروازے پر نواب خود پہنچے اور پرجوش استقبال کیا اور آپ کو اپنے قریب بٹھایا اور پھر ایک بار اپنی خواہش دہرائی تو حضرت مولانا نے بے خوف وخطر نواب صاحب کی درخواست مسترد کر دی اور کہا "ہم ہمیشہ آپ کے لئے دعا گو ہیں مگر یہ غلامی ہمیں پسند نہیں"...... نواب صاحب نے کہا۔

آپ کے والد............!

یہ سنتے ہی حضرت حسن مولانا کا چہرہ غصہ سے تمتما اُٹھا۔ آپ پر جلالی کیفیت طاری ہو گئی اور کہا

"میرے باپ سالک تھے مجھ سے یہ غلامی نہیں ہو سکتی......"

نواب صاحب نے استفسار کیا "پھر ہمارے ملک میں............؟"

حضرت حسن مولانا کا ردِعمل یہ تھا

Marfat.com

"یہ ملک آپ ہی کو مبارک ہو" میں آپ کے ملک میں نہیں رہوں گا مجھے آپ کا ملک نہیں چاہئے صرف والد بزرگوار کے چہلم کے فاتحہ کی دیر ہے۔ فاتحہ کے بعد میں اپنے آبائی وطن بغداد چلا جاؤں گا"...... یہ کہتے ہوئے آپ محل سے باہر نکل آئے۔ 1933ء کے اوائل میں آپ بغداد روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر آپ اپنے جدامجد سید السادات غوث صمدانی قندیل نورانی حضرت پیران پیر دستگیر سید شاہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ میں حاضری دی اور وہیں فروکش رہے اور وہیں سے اکتساب نور بھی کیا وہاں آپ نے سخت مجاہدے اور عبادتیں کیں۔ چھ سال اس طرح گذار دینے کے بعد آپ کی قلندرانہ طبیعت بن گئی جس میں تمام انس و جن پر آپ کی حکومت جاری ہوگئی۔ آپ شہنشاہ جنات بھی کہلانے لگے دوبارہ آپ کو بارگاہ جدیؒ سے ہندوستان واپس ہونے کا حکم صادر ہوا آپ بذریعہ جہاز بمبئی تشریف لائے اور وہاں کچھ دن قیام کرنے کے بعد 1939ء کو مدراس تشریف لائے اہل مدراس خوش قسمت ہیں کہ انھیں معرفت وحقیقت کا ایک عظیم رمز شناس نصیب ہوا آپ سنٹرل اسٹیشن سے کوچہ انڈرسن میں واقع حاجی عیسیٰ عباس سیٹھ مسافر خانہ پہنچے اور کمرہ نمبر دس میں قیام کیا۔ شام کے وقت آپ کمرے سے باہر نکلے اور گلی پار کر کے کوتوال بازار روڈ پر تشریف لائے سڑک کے موڑ پر ایک چھوٹی سی پان کی دوکان کے پاس پلیٹ فارم پر رکھی ہوئی ایک بینچ پر بیٹھ گئے اور اپنے خادم سے کہا کہ دکان سے سگریٹ اور پان لے آئیں دکان دار نے حضرت کی طرف ٹکٹکی باندھی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ خود اُٹھ کر حضرت کی طرف چلا آیا اور قدم بوس ہوا۔ حضرت نے پوچھا تو اس نے اپنا نام محمد جعفر بتایا۔ حضرت نے پھر دریافت کیا کہ مجھے تم نے کس طرح پہچانا جواب ملا "حضور کل رات میں نے خواب میں ایک بزرگ کو میری دوکان کے سامنے اسی بینچ پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ لوگ مجھے اس بزرگ سے ملنے کے لئے کہہ رہے تھے کہ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ اب شام کا یہ واقعہ ہے کہ آپ کو یہاں بیٹھے ہوئے جب میں نے دیکھا تو وہی خواب والے بزرگ کی صورت نظر آئی"۔

حضرت نے محمد جعفر سے اپنے والد بزرگوار کے ایک مرید روئی والے ناصر خان صاحب کے متعلق دریافت فرمایا۔ ناصر خان صاحب کی دوکان قریب ہی واقع تھی۔ محمد جعفر کے ذریعے حضرت حسن مولانا کی آمد کی خبر ناصر خان صاحب کو دی گئی۔ وہ پروانہ وار چلے آئے اور قدم بوس ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے حضرت کی آمد کی خبر مریدین اور معتقدین میں پھیل گئی اور حضرت کے کمرے میں ملاقاتیوں کا تانتا بندھ گیا۔

حضرت حسن مولانا رنگون کا سفر کرنا چاہتے تھے مگر کسی وجہ سے اُنھوں نے یہ سفر ملتوی کر دیا۔ آپ نے مسجد میمن سیٹھ میں متواتر تین جمعہ کی نماز پڑھائی جس میں کثیر لوگ جمع ہوتے رہے۔ آپؒ کی قرأت سننے کے لئے ہی دور دور سے لوگ پہنچ جاتے تھے۔ آپ کے خطبات بڑے ہی معنی خیز اور بصیرت افروز ہوا کرتے تھے۔ آپ خطبات عربی زبان ہی میں دیا کرتے تھے۔ آپ کو اکیس قرأتیں معلوم تھیں۔ لوگوں کو خواہش ہوتی

Marfat.com

کہ آپ تلاوت کرتے ہی رہیں۔

آپ سے مدراس میں بہت سے خوارق عادات و کرامات کا ظہور ہوا۔ یہاں ایک کا ذکر ہے۔ 1943ء کا واقعہ ہے ایک عقیدت مند و مرید کا کہنا ہے۔ ''ایک شب میں 8 بجے حسب معمول قبلہ پیر و مرشد کے مکان پہنچا تو قاضی فصیح الدین صاحب کے بڑے فرزند جناب غلام محمد صاحب کو حضرت کے مکان سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ میں جب مکان میں داخل ہوا تو قبلہ اپنی مسند پر نہیں تھے۔ میں وہیں کھڑا انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر میں حضرت قبلہ دوسرے کمرے سے باہر نکلے پلٹ کر جو دیکھا تو قاضی صاحب کے فرزند کو وہاں کھڑا پایا۔ حضرت قبلہ کی نظر جونہی ان پر پڑی آگ بگولہ ہوئے اور کہا ''ابھی ایک گھنٹہ میری سمع خراشی کر گئے پھر کس لئے یہاں آئے ہو کیا کام ہے؟ جاؤ یہاں سے؟'' قاضی صاحب کے فرزند نے بڑے ہی مودبانہ انداز میں آپ سے کچھ کہا تو آپ نے انھیں بیٹھنے کی اجازت دی۔ تقریباً 15 منٹ آپ انھیں کچھ سمجھاتے رہے۔ جس زبان میں وہ گفتگو فرما رہے تھے وہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے بعد وہ صاحب اجازت لے کر چل دیئے۔ حضرت نے پوچھا ''جانتے ہو وہ کون تھے؟'' میں نے جواب دیا ''قاضی فصیح الدین کے بڑے فرزند تھے'' تو کہا جنھیں تم نے باہر دیکھا تھا وہی قاضی صاحب کے بڑے فرزند تھے جو اسی وقت چلے گئے۔ یہ جن تھا جو اس صورت میں آیا تھا۔ میں نے اُسے تاکید کردی کہ وہ کسی شناسا کا روپ دھار کر نہ آئے اور اس نے مان لی اور غلطی کا اعتراف کیا۔ مدراس میں حضرت حسن مولانا کے ہزاروں مرید اور کئی خلفاء ہیں۔ آپ کا مسکن آخری دور میں مور (Moor) اسٹریٹ تمیال پیٹ کے مکان 53 میں رہا ہے۔

آپ کا انتقال 5/ ربیع الثانی 1368ھ م 4/ فبروری 1949ء بروز جمعہ شہر وانمباڑی میں ڈاکٹر عبداللہ ذوقی نرسنگ ہوم میں ہوا۔ حضرت وطن کی وفات کی خبر جس طرح پھیلی تھی اسی طرح آپ کی خبر آپ کے مریدین اور معتقدین کو ہوگئی۔ لوگوں کا ہجوم آپ کی دیدار کے لئے جمع ہوتا گیا اور نرسنگ ہوم کے منتظمین پریشان ہو رہے تھے لوگوں کو روکنا دشوار تھا۔ اکثر لوگ چاہتے تھے کہ ان کی تدفین وانمباڑی میں ہو مگر آپ کے ایک مرید و معتقد چیر من خطیب عبدالکریم صاحب کے رسوخ سے یہ طے پایا کہ آپ کی تدفین مسجد معمور اور حضرت فتح شاہ مستانؒ کے درمیانی جگہ عمل میں آئے گی ایک کار کے ذریعے آپ کے جسد مبارک کو مدراس منتقل کیا گیا۔ دوسرے دن سویرے چار بجے آپ کے جسم اطہر کو 78 لنگی چٹی اسٹریٹ کو (مولانا کی رہائش گاہ لے جانے کے لئے کارروائی ہونے لگی مگر حضرت حسن مولانا کی ایک خاتون مرید زوجہ جناب سی ایچ عبداللہ کا مکان (واقع 53 مور اسٹریٹ تمیال پیٹ) کو حضرت کی وصیت کے مطابق پہنچایا گیا اور غسل دے کر تدفین حسب مقررہ جگہ عمل میں آئی۔ آپ کی تدفین 6/ ربیع الثانی 1368ھ م 5/ فبروری 1949ء کو عمل میں آئی۔

آج بھی آپ کا آستانہ مبارک زیارت گاہ عقیدت منداں ثابت ہو رہا ہے۔ بہت سے لوگوں نے

Marfat.com

ہر جمعہ بعد نماز آپ پر فاتحہ خوانی کو اپنا معمول بنایا ہے۔

مسجد معمور نواب والا جاہ کی تعمیر کردہ ہے جس میں حسن مولانا جمعہ کا خطبہ اور نماز پڑھایا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ نواب والا جاہ اسی مقدس مسجد میں ہر جمعہ بغرض ادائیگی نماز پہنچ جایا کرتے تھے۔ یہ مسجد 1199ھ م 1784ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ یہ مسجد حضرت حسن مولانا کی وفات سے تقریباً 165 سال پیشتر تعمیر ہوئی تھی اور آج ان بزرگوں یعنی حضرت فتح شاہ مستان قادریؒ اور حضرت حسن مولانا بغدادیؒ کے آستانوں کے باعث ہمیشہ نمازیوں اور زیارت کرنے والوں کا مرکز بنی رہتی ہے۔

(حیات قلندری از حبیب اللہ شاہ مطبوعہ 1973ء سے استفادہ)

مدراس حضرت سید افتخار علی شاہ مدنی قادری چشتیؒ موسوم بہ غریب الوطن حضرت وطنؒ حیدرآبادی

حضرت غریب الوطن حیدرآبادی کی شخصیت سے ان ہی کے دور کے اور ان ہی سے قریب رہنے والے احباب کو یہ علم نہیں تھا کہ ان کے درمیان اپنے وقت کا بہت بڑا عارف اور سچا انسان بدنامی کا لبادہ اوڑھے خود کو چھپائے رکھا اور ظاہری نمود و شہرت کا ذرا بھی دلدادہ نہیں تھا۔ اس شخصیت کا راز محض حضرت حسن مولانا بغدادیؒ پر افشا ہوا ہے جس کی قدر لاکھوں میں صرف ایک قطب وقت ہی صحیح طور پر کرتا ہے اور عوام کی چہ میگوئیوں کی پرواہ کئے بغیر حضرت وطنؒ کی قربت کو اپنے دلی سکون کا باعث تصور کرتا ہے۔ حضرت حسن مولانا بغدادیؒ جب سیلون میں کڑی ریاضتوں سے گذر کر اور پھر مصر سے اپنی تعلیم ختم کرے حیدرآباد کو چند دنوں کے لئے اپنا مسکن بناتے ہیں اور نواب منیر الدولہ کی تعمیر کردہ مسجد میں ماہِ رمضان میں تراویح پڑھانے میں مصروف ہوتے ہیں تو اچانک حضرت وطن سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہاں سے حضرت حسن مولانا اور حضرت وطن کے درمیان مراسم گہرے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت وطن کی اچانک ملاقات کا حال ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

رمضان کی آٹھ یا نو راتیں اس طرح گذری تھیں۔ سخت جاڑے کا موسم تھا۔ ایک دن آپ کی آواز کچھ خستہ ہوگئی۔ تراویح کی نماز کے بعد آپ جب مسجد کے باہر نکلے بھی نہ تھے کہ کسی نے پشت پر سے آپ کو آواز دی۔

"سید! کیا بات ہے آج آپ کی آواز پست ہے غالباً آپ کی طبیعت ناساز ہے"۔

حضرت حسن مولانا نے مڑکر دیکھا تو ایک درویش کو کھڑا پایا۔ درویش نے سگریٹ کی ایک پاکیٹ حضرت حسن مولانا کو پیش کی اور کہا "سگریٹ کے استعمال سے طبیعت ٹھیک ہو جائے گی" حسن مولانا نے کشف سے معلوم کیا کہ وہ صاحب حال بزرگ ہیں اور ان کا نام "وطن" ہے ہر شب وہ حضرت مولانا کی

Marfat.com

قرأت سننے کے لئے مسجد آیا کرتے اور مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر قرأت سے لطف اندوز ہوتے۔ دونوں باتوں میں مصروف چلتے رہے حضرت حسن مولانا کا مکان جب قریب آگیا تو وطن صاحب نے آپ سے اجازت لی اور رخصت ہو گئے۔ پھر تو حضرت حسن مولانا اور حضرت وطن کا شبانہ معمول یہ ہو گیا کہ دونوں ہر رات تراویح کے بعد مسجد سے نکلتے اور ساتھ ساتھ ہو لیتے۔ وطن لوگوں میں شرابی کی حیثیت سے مشہور تھے ان دونوں کی دوستی ان لوگوں کو کھٹکنے لگی اور حضرت رشید مولانا سے اس کی شکایت بھی کی۔ حضرت رشید مولانا نے اپنے فرزند سے استفسار کیا تو جواب دیا کہ وہ بظاہر شرابی ہیں مگر واقفِ اسرار سرمدی ہیں۔ جو باتیں اُن کی زبانی سننے میں آتی ہیں وہ کوئی خدا شناس بزرگ ہی بیان کر سکتا ہے۔ نواب صاحب کو بھی حضرت وطنؒ سے یہی شکایت تھی کہ وہ نماز اور روزے کے پابند نہیں ہیں۔ انھیں ہر وقت شراب کی لت رہتی ہے۔

ایک دن حسن مولاناؒ نے حضرت وطن سے کہا "آپ روزے کیوں نہیں رکھتے؟"

اس کا جواب حضرت وطن نے یوں دیا۔

آپ کہتے ہیں تو ضرور رکھوں گا مگر ایک شرط پر...... سحری تو آپ کے ساتھ کروں گا مگر افطاری وہاں......"۔

رمضان کی اکیسویں شب تھی حضرت مولانا وطن صاحب کو لے کر نواب منیر الدولہ کے مکان پہنچے۔ سحری کے بعد حضرت وطن نے حضرت حسن مولانا کو اپنے ساتھ لیا اور اپنے کمرے کی طرف تیزی سے بڑھے۔ کمرے میں پہنچ کر حضرت حسن مولانا کو ایک سگریٹ کا پیاکٹ پیش کیا اور اپنے لئے طاق سے ایک بوتل نکالی اور یہ کہتے ہوئے کہ "اب یہ پھر کہاں میسر ہوگی"۔ بوتل منہ سے لگالی اور پوری پی گئے پھر حضرت حسن مولانا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "سید لوگ کہتے ہیں کہ میں شراب پیتا ہوں یہ محض ان کا خیال ہے"۔ آپ نے حضرت حسن مولانا کی ہتھیلی پر شراب کے دو ایک قطرے ٹپکائے اور چکھنے کو کہا۔ حضرت حسن مولانا کا بیان ہے کہ جب اُنھوں نے اسے چکھا تو وہ شہید سے بھی زیادہ لذیذ اور عمدہ چیز تھی مگر شراب نہ تھی۔ آپ حیران ہو گئے۔ وطن صاحب نے کہا "سید یہ شراب طہور ہے جو مجھے میرا ساقی پلاتا ہے دوسروں کو اس کی کیا خبر"...... پھر کچھ دیر خاموش رہ کر کہا "سید آپ کو آپ کے مرشد حضرت صالح مولانا کا وہ فرمان یاد ہوگا جو اُنھوں نے سیلون کے دورانِ قیام آپ سے کہا تھا کہ آپ کو "لفظ کن" دکن میں ملے گا وہ امانت میرے پاس موجود"...... کچھ دیر اور وقفہ کیا پھر کہا...... "آپ سید ہیں میں آپ سے کوئی خدمت نہیں لے سکتا ہاں البتہ ذرا وہ طاق میں رکھی ہوئی تہبند دیجئے"...... حسن مولانا نے تعمیل کی۔ حضرت وطن نے لباس تبدیل فرمایا اور حضرت حسن مولانا کو اپنے قریب بیٹھنے کو کہا لفظ "کن" کی تلقین فرماتے ہوئے کہا کہ جو امانت ان کے پاس تھی اُسے حضرت مولانا کے حوالے کر دی۔ اس واقع کو مرزا محمد اسد اللہ شاہ مرحوم المتخلص کوثر خلیفہ وطن نے

Marfat.com

ایک شعر میں یوں کہا ہے۔

جسے میں جس سے فیض ازل تھا لکھا ہوا
وہ خود کشاں کشاں میرے حضرت سے آملا

حضرت وطن نے ذراہٹ کر دیوار کا سہارا لیا، آپ کی آنکھیں اُوپر کو چڑھنے لگیں آپ نے سر ذرا نیچے جھکایا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا۔

''کیوں ترا وعدہ تو سچا ہے، اب کس بات کی دیر ہے''

یک بیک حضرت وطن کا سر دائیں طرف ڈھلنے لگا حضرت حسن مولانا نے فوراً آپ کو سہارا دیا آپ کی روح مطہر جسد خاکی سے پرواز کر چکی تھی۔ سردی کا موسم تھا صبح پانچ بجے کا وقت ہو چکا تھا، ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا حضرت حسن مولانا نے حضرت وطن کو سیدھے لٹادیا اور سوچ ہی رہے تھے کہ اس کی خبر نواب منیر الدولہ اور دیگر احباب تک پہنچادیں کہ اتنے میں حضرت رشید مولانا کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ کمرے میں پہنچتے ہی مولانا نے دریافت کیا ''کیا وطن صاحب انتقال کر گئے؟..........''

تھوڑی ہی دیر میں نواب منیر الدولہ بھی پہنچ گئے دیکھتے دیکھتے کمرے کے باہر لوگوں کا اچھا خاصا ہجوم جمع ہو گیا۔ حضرت حسن مولانا کو حیرت ہوئی کہ حضرت وطن کے انتقال کی خبر انھیں کس نے دی۔ حضرت وطن کے انتقال کے بعد ہی لوگوں پر یہ راز کھلا کہ حضرت وطن بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ حضرت وطن کا پورا نام سید افتخار علی شاہ مدنی قادری چشتی تھا مگر لوگوں میں غریب الوطن وطن حیدرآبادی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ایک اعلیٰ درجے کے شاعر بھی تھے اور آپ کا ایک دیوان بھی منصۂ شہود پر آچکا ہے۔ آپ کو حضرت اکبر علی شاہ چشتی قدس سرہ العزیز سے خلافت حاصل تھی۔ حضرت وطن کے بھی کئی خلیفہ ہیں جن میں حق نما، قرب اور کوثر کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

مدراس — حضرت مولانا ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی

آپ کے اجداد کا خاندان سہالہ نامی شمالی ہند کے ایک مقام سے ہجرت کر کے لکھنؤ کے ایک علاقے میں جہاں فرنگیوں کی آبادی بھی رہا کرتی تھی، منتقل ہوا اور جس محل میں یہ خاندان اُترا تھا وہ فرنگیوں کا محل تھا جو خالی ہو چکا تھا اس لئے اس خاندان کو بعد میں ''فرنگی محلی'' کہا جانے لگا۔ آپ کے دادا ملا قطب الدین شہید اپنے وقت کے ایک جید عالم تھے جو سہالہ میں قبائلی فسادات میں شہید کر دئے گئے۔ ملا قطب الدین کے تیسرے لڑکے ملا نظام الدین بھی ایک جید عالم تھے جن کے گھر ملا عبد العلی بحر العلوم کی پیدائش بمقام لکھنؤ 1144ھ م 1731ء میں ہوئی آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی مگر بعد میں آپ نے

Marfat.com

فلفسہ، منطق جیسے موضوعات کا درس حافظ امان اللہ صاحب بناری سے اور ملا قطب الدین شمس آبادی سے لیا۔ آپ نے جید علوم وفنون میں مہارت حاصل کی اور اپنے اساتذہ کی آنکھوں میں وقار حاصل کیا۔ جب لکھنؤ میں شیعہ اور سنی اختلافات کے باعث سخت ترشی پیدا ہوگئی تو مولانا عبدالعلی بحرالعلوم نے لکھنو کو خیر باد کہا اور روہل کھنڈ چلے گئے جہاں حافظ الملک حافظ رحمت خان نے آپ کو اپنے مدرسہ میں استاد مقرر کرلیا۔ 1188ھ م 1774ء میں جب حافظ رحمت خان مارے گئے تو روہل کھنڈ چھوڑنا پڑا اور آپ ضلع بردوان کے ایک شہر ''بوہر'' چلے آئے آپ یہاں منشی صدرالدین خان کی ایما پر آئے تھے جو اپنے وقت کے ایک جید عالم تھے۔ مذکورہ شہر میں آپ چند سال ہی رہ پائے۔ 1201ھ م 1786ء میں منشی صدر الدین کا جب انتقال ہوا تو نواب محمد علی والا جاہ نے مولانا موصوف کو مدراس آنے کی دعوت دی اور آپ راضی ہو گئے۔ پروفیسر محمد یوسف کوکن کی تصنیف '' خانوادہ قاضی بدرالدولہ'' (مطبوعہ 1963ء) میں آپ کے مدراس آنے کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

آپ نواب محمد علی والا جاہ کی درخواست پر 24/ذی الحجہ 1205ھ میں مدراس تشریف لائے تھے (اسی موصوف پروفیسر نے اپنی ایک اور تصنیف میں یہ حوالہ دیا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ 1201ھ سے 1205ھ تک مولانا بحرالعلوم کا قیام کہاں تھا اور کیا کر رہے تھے) آپ جب مدراس آئے تو اپنے ساتھ اپنے دو فرزندان مولوی عبدالاعلی اور مولوی عبدالرب اور دامادوں میں مولوی علاؤالدین احمد اور مولوی امام بخش کو بھی ساتھ لائے تھے۔

مدراس میں مولانا کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا اور نواب والا جاہ بذات خود آپ کو پالکی کو کاندھا دے کر کلس محل میں لے گئے آپ کو رہنے کے لئے مسجد انوری کے متصل ایک مکان میں انتظام کیا گیا جہاں مولانا شاموں کو بچوں کو بڑے شوق سے پڑھانے لگے تھے۔ مولانا کا معمول تھا کہ روز کلس محل جا کر نواب محمد علی والا جاہ سے ملاقات کرتے اس طرح آپ کے نہ صرف نواب موصوف ہی سے روابط استوار ہوئے بلکہ آپ کی خاندانی مستورات اور نواب والا جاہ کے خاندان کی عورتوں میں بھی مراسم بڑھے۔ یہ وہ دور تھا جب کہ مدراس میں مولانا باقر آگاہ ویلوری، حضرت مولانا عبدالحق ساوی عرف دستگیر گیان بھنڈاری، حضرت مولانا فتح شاہ مستان قادری، قاضی بدرالدولہ، حضرت مرتضےٰ پاشا قادری کمبل پوش، مولوی شہاب الدین (فرزند مولوی محمد ضمیر) مولانا محمد فخر الدین مہکری، مولانا سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری میلاپوری، مولانا ولی اللہ نظیر نگری، مولانا مولوی سید امیر الدین علی اودگیری، جیسے جید علماء کا شہرہ تھا۔ جب نواب والا جاہ نے مدرسہ کلاں کی بنیاد ڈالی تو مولانا بحرالعلوم کو ہی اس مدرسہ کا صدر مدرس مقرر کیا اور مذکورہ بالا جید علماء میں سے اکثر علماء نے اسی مدرسے میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

Marfat.com

جس وقت مولانا اس مدرسے میں درس و تدریس میں مشغول تھے اُس وقت دہلی میں حضرت شاہ العزیز محدث دہلوی کی خدمات کا بہت چرچا تھا۔ مولانا عبدالعلیؒ نے ایک رسالہ ”ارکان اربعہ“ تحریر کیا تو اس کی ایک نقل حضرت شیخ محدث دہلوی کو بھی روانہ فرمائی اس کو پڑھ کر شاہ صاحب بہت متاثر ہوئے اور آپ کے تبحر علمی کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ آپ کو ”مولانا بحرالعلوم“ کے خطاب سے نوازا۔ اس سے پہلے نواب عمدۃ الامراء بہادر نے آپ کو ”ملک العلماء“ کے خطاب سے سرفراز کیا تھا۔

جس طرح حضرت سید شاہ ابوالحسن محوی قادری ویلوری کو غائبانہ ارادت و خلافت سیدنا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذریعہ رسول پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرقۂ خلافت اور دستار عطا کی تھی اُسی طرح آپ کو بھی خلافت و ادارت نصیب ہوئی ہے۔ یہ بات اسی لئے وثوق سے کہی جا رہی ہے کہ تذکروں میں آپ کا ایک واقعہ درج ہے۔

بحوالہ ”نواب والاجاہ اور حضرت العلام عبدالعلی بحرالعلوم فرنگی محل“ تصنیف حضرت علیم صبا نویدی (مطبوعہ 1995ء) ایک واقعہ نقل کرنے کی جرأت کرتی ہوں حضرت موصوف نے بھی اس واقع کو معتبر ذرائع سے حاصل کر کے زینت کتاب بنایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

”ملا بحرالعلوم جب رامپور میں سکونت پذیر تھے تو ایک رات ایک بزرگ جو اپنے حلیہ سے اہل عرب تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ آپ فوراً اُٹھے اور اس بزرگ کے پیچھے ہولئے۔ بہت دور پہنچنے کے بعد آپ نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر جلوہ افروز تھے اور آپ کے ساتھ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ بھی موجود تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ انور پر نقاب ڈالے ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا۔ اے عبدالعلی کیا تم نے سنا ہے کہ میری (نبی کریم کی) صورت میں شیطان نہیں آسکتا۔ ملا بحرالعلوم نے عرض کیا میں اس حدیث شریف کو بسر و چشم قبول کرتا ہوں۔ یہ حدیث شریف صحیح ہے۔ کوئی شک نہیں۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم حلیہ نبی جانتے ہو؟ بحرالعلوم عرض کیا! ہاں جانتا ہوں۔ پھر ملا نے حلیہ مقدسہ بیان کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک سے نقاب اُٹھایا اور فرمایا کہ بیعت سے مشرف ہو جائیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرمؐ کے حکم مبارک پر چادر مقدس بچھائی اور ملا بحرالعلوم بہ سرو چشم بیعت سے مشرف ہوئے اور سرفرازی کے بعد بخوشی بحرالعلوم مکان واپس آئے اور صبح بعد نماز فجر اپنے شاگردوں سے یہ خوش خبری سنائی......“

آپ سے متعلق ایک اور روایت مشہور ہے۔

نواب عظیم الدولہ بہادر اپنے دور حکومت میں ایک دن ملا بحرالعلوم سے ملاقات کرنے کے لئے ان

Marfat.com

کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ ملا بحر العلوم اپنے حجرۂ مبارک سے باہر آنے میں دیر کر دی اور جب باہر آئے تو فرمایا کہ۔ وہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے محو گفتگو تھے۔ اس لئے حاضر ہونے میں دیر ہوئی......

نواب عمدۃ الامراء کی تخت نشینی کے دور میں مدراس میں شیعہ اور سنی اختلافات حد سے آگئے بڑھ گئے تھے اور جب ان کو روکنے کا کوئی چارہ نہیں تھا تو اس وقت حضرت مولانا بحر العلوم سے مداخلت کے لئے کہا گیا مولانا موصوف لکھنؤ اسی واسطے چھوڑ آئے تھے کہ وہاں کے سنی شیعہ مراسم بہت خراب ہو گئے تھے۔ آپ نے خاموشی اختیار کی اور یہ کہہ کر بات کو ختم کرنے کی کوشش کی کہ اس طرح کی بحثیں چلانا بے کار ہے اس سے بات ختم ہونے کی بجائے بڑھ سکتی ہے۔ مولانا باقر آگاہ نے بھی یہ تاثر لیا کہ نواب عمدۃ الامراء کی دلجوئی کے لئے مولانا بحر العلوم نے چپ سادھ لی ہے۔ دیگر لوگوں نے یہ خیال کیا کہ چوں کہ نواب کا اصلی نام "غلام حسین" ہے اس لئے وہ شیعیت کو گوارا کر رہے ہیں اور بحر العلوم بھی ان کے حامی ہیں۔ مگر یہ تاثر بعد میں ختم ہو گیا اور بحر العلوم سے متعلق لوگوں کے دل بالکل صاف ہو گئے۔

آپؒ کی بزرگ شخصیت ہمیشہ اپنے وقار کے ساتھ قائم رہی ہے۔ ہر ایک آپ کا نام ادب اور احترام ہی سے لیتا تھا۔ آپ کے پردہ کر جانے کے بعد آپ کی شخصیت کا تقدس اور زیادہ محسوس کیا جانے لگا۔

(نواب عمدۃ الامراء پر شیعیت کا الزام بھی دھل گیا اور اس کی اہم وجہ مولانا بحر العلوم ہی ہیں۔ نواب عمدۃ الامراء (المتوفی 1216ھ م 1801ء) کا جب انتقال ہوا تو ان کی تجہیز و تدفین میں مولانا بحر العلوم نے بہت سی باتوں کا خیال رکھا۔ نواب مرحوم کی وصیت کے مطابق ترچی میں حضرت طبل عالم کے مقبرہ میں نواب مرحوم کو دفن کرنے کا سارا انتظام خود مولانا بحر العلوم نے اپنے ذمہ لیا تھا)

نواب عمدۃ الامراء کی وفات کے نو سال کے بعد حضرت عبدالعلی بحر العلوم کا وصال 12/رجب 1225ھ م 1810ء میں ہوا اور 13/رجب 1225ھ کی شام مسجد والا جاہی کے احاطہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی تاریخ وفات کے قطعات مولوی ارتضا علی خان خوشنود (المتوفی 1280ھ م 1863ء) نے لکھے ہیں۔ جس مصرعے سے سن وفات ماخوذ ہے وہ ہے۔

بہ زیر زمین رفت گنج علوم

1225ھ

بعض کا خیال ہے کہ یہ ارتضاء علی خان خوشنود کا نہیں بلکہ راجہ مکھن لال خرد کا کہا ہوا ہے۔ واللہ اعلم

آج بھی حضرت مولانا عبدالعلی بحر العلوم کے فیوض و برکات برابر جاری ہیں۔ عورتوں کا ایک عقیدہ ہے کہ کند ذہن بچے آپ کے روضہ کی زیارت سے اور آپ کے روضے کی خاک چاٹنے پر ذہین اور زود فہم ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

مدراس

مفتی قاضی محمد حبیب اللہ

ہندوستان میں حضرت قاضی حبیب اللہؒ کے خاندان کے اولین بزرگ فقیہہ عطا احمد شافعی تھے یہی بزرگ اولین مورث سمجھے جاتے ہیں اس کے آگے کا سلسلہ نسب تلف ہو چکا ہے آپ کا خانوادہ بھی نائطی تھا۔ آپ کے والد بزرگوار شمس العلماء قاضی عبید اللہ (المتوفی 1346ھ) مدراس کے ایک عظیم ترین علمی و دینی شخصیت محمد صبغتہ اللہ قاضی بدر الدولہ (المتوفی 1280ھ) کے ہونہار فرزند ارجمند تھے۔آپ کے جدامجد کی علمی فضلیت کا شہرہ ہندوستان اور ہندوستان کے باہر بھی ہوا۔ جن پر مستقل کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں۔ ہندوستان میں آپ کا خاندان شالی کناڈا کے ضلع کے ایک شہر "ہنور" سے تھا جو ایک بڑی کھاڑی پر واقع ہے جس میں جہاز بھی آجا سکتے ہیں۔ابن بطوطہ نے یہاں کا دورہ کیا تھا اور اُس نے نہ صرف یہاں کی جغرافیائی اہمیت ظاہر کی بلکہ حضرت قاضی محمد حبیب اللہ کے سلسلے کے آباواجداد میں مذکورہ مورث اولین کے پوتے تقی مخدوم اسمٰعیل (المتوفی 879ھ) سے ملاقات کا بھی ذکر کیا ہے جو افطار کے سلسلے میں اس شہر کے سلطان کے ہاں مدعو تھے۔ یہ خاندان کس دور میں مدراس آیا اس کی بہت بڑی تفصیل ہے جس کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔

حضرت قاضی محمد حبیب اللہ کی ولادت باسعادت شب شنبہ 14/ شعبان 1310ھ م 4/ مارچ 1893ء کو شہر مدراس کے مشہور محلے چہ باغ (جو آج چیپاک نام سے مشہور ہے) میں ہوئی۔آپ کی والدہ نے ہی آپ کے پیدائش کے ساتویں دن آپ کا نام محمد حبیب اللہ رکھا۔مگر افسوس اس بات کا ہے کہ اُس تیسرے دن وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئیں اور آپ اپنے ننھیال میں پرورش پاتے رہے۔آپ کے والد ماجد قاضی عبید اللہ بن قاضی بدر الدولہ ریاست مدراس کے سرقاضی تھے۔قاضی صاحب کمسنی میں یعنی آپ کی عمر چار سال ہی کی تھی بڑے شوق سے نماز پڑھنے لگے تھے آپ کے ننھیال کا مکان مسجد انوری کے بالکل قریب تھا۔آپ رات ہو یا دن چپکے سے مسجد چلے جاتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ایک رات آپ اپنی نانی کو سوتا چھوڑ کر چپکے سے دروازے کی کنڈی کھولی اور مسجد کی طرف روانہ ہو گئے جب نانی کی نیند ٹوٹی تو اپنے نواسے کو بستر سے غائب پایا۔آپ کے ماموں شیخ محمد غوث صاحب آپ کی تلاش میں نکلے تب تک صبح کی اذان ہو چکی تھی آکر دیکھتے ہیں تو وہ چار سالہ کمسن نیک بچہ صبح کی نماز کے لئے صف میں کھڑا ہے۔اطمینان ہو گیا۔

ایک مرتبہ رات میں جب کمسن قاضی صاحب کی نیند ٹوٹی تو وہ مسجد کے لئے روانہ ہو گئے وقت تقریباً آدھی رات کا تھا مسجد آکر یہ دیکھتے ہیں کہ دراز قد لوگ نمازیں پڑھ رہے ہیں ان کی جسامت کو دیکھ کر قاضی صاحب گھبرا گئے اور گھر واپس ہو گئے۔

Marfat.com

بچپن سے عبادات کا شوق آپ کی زندگی کے آخری لمحے تک بھی کم نہیں ہوا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ صوم وصلوٰۃ کے عاشق تھے یہاں تک کے جب کسی سے کوئی کام نہ ہوتا تو آپ اذکار میں مشغول ہو جاتے۔ سننے میں آیا ہے کہ آپ چلتے پھرتے درود شریف کا ورد کیا کرتے تھے۔ آپ کی وجیہہ شخصیت رعب دار نہیں بلکہ بڑی پر جمال اور قدسی صفات سے بھرپور تھی آپ گویا ایک چلتا پھرتا فرشتہ تھے۔ آپ کے مخالفین بھی آپ کی موجودگی میں آپ کے خلاف کچھ کہنے سے شرماتے یا گھبراتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ مدراس جیسے ناقدر شناس شہر میں آپ کے خلاف پیٹھ پیچھے بڑی سازشیں اور چہ میگوئیاں ہوتی رہیں اور اشتہار بازی یا رسالہ بازی کے ذریعے آپ کے مسلک اور آپ کے فتوؤں پر کیچڑ اچھالا جاتا تھا۔ آپ اس کی ذرا پرواہ نہیں کرتے تھے کیوں کہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ حق ہے۔ البتہ آپ کے بھولے پن سے فائدہ اُٹھانے والوں میں بھی غلط تحریروں پر دھوکہ سے دستخطیں لے لی تھیں جس کا ازالہ بعد میں کر دیا جاتا تھا یا جواب دے دیا جاتا تھا۔

قاضی محمد حبیب اللہ صاحب کی تعلیم و تربیت مدرسہ محمدی میں ہوئی اور آپ نے اپنے وقت کے جید علماء سے درس لیا تھا جب آپ کی نانی صاحبہ کا انتقال پر ملال ہوا تب آپ اپنے والد کے ساتھ رہنے لگے تھے جن کا مکان پڈوپیٹ گارڈن اسٹریٹ میں تھا جسے اب دیوان صاحب باغ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ نانی کی زندگی تک وہ اپنے والد سے دور ہی رہے۔ یہاں تک کے تعلیم کے دوران دوپہر کے اوقات میں جب بھوک لگتی تو آپ کسی ہوٹل سے کچھ لے کر کھا لیتے تھے مگر اپنے والد کو تکلیف نہیں دیتے تھے۔ پتہ نہیں کہ آپ کا یہ والد محترم سے کس رنجش کا نتیجہ تھا یا بزرگی کے احترام کا باعث تھا۔ رنجش تو ہو ہی نہیں سکتی کیوں کہ والدین کے حقوق آپ بخوبی جانتے تھے۔ ایک شرعی حیثیت سے وہ اپنے والد سے کسی قسم کا عناد رکھ ہی نہیں سکتے۔ اپنی بسم اللہ خوانی سے لے کر مدرسہ محمدی تک کی تعلیم میں آپ نے اپنے والد سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ 1342ھ میں 26/ رجب کو آپ کی دستار بندی ہوئی۔

جب آپ اُنیس سال کے تھے تو 1327ھ میں آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ حج اور زیارت روضہ پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے فارغ ہو کر واپسی میں آپ عراق، شام، بیروت اور بیت المقدس کا سفر بھی کیا تھا۔ حج کی واپسی کے بعد 1938ء میں آپ کی شادی حاجی غلام عبدالقادر صاحب کی صاحب زادی سے ہوئی۔ اکیس سال کی عمر سے ہی اپنے والد کے کہنے پر آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز کیا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار نے بھی غلط فتویٰ نہیں دیا۔ انگریزوں نے چاہا تھا کہ ترکوں کے ساتھ انگریزی جنگ میں اگر مسلمان شریک ہوتے ہیں تو اسے جہاد کا درجہ دیا جائے۔ قاضی عبیداللہ صاحب نے مدراس کے کلکٹر (Collector) کی درخواست کو ٹھکرا دیا تھا اور اس کے نتیجے میں قاضی موصوف کو

Marfat.com

چوبیس گھنٹے کی مہلت دی گئی اگر حکم نہ بجالائیں تو اُنھیں "اندمان" بھیج دیا جائے گا جسے "کالے پانی کی سزا" کہتے ہیں۔ اتفاق دیکھئے کہ چوبیس گھنٹے کی مدت سے پہلے ہی کلکٹر کو قضاء نے آگھیرا اور اس کی چھٹی کے ساتھ قاضی کی بھی برأت ہوگئی۔ حضرت قاضی محمد حبیب اللہ میں بھی آپ کے والد کی حمیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ آپ نے بھی کبھی غلط فتویٰ نہیں دیا۔

قاضی صاحب نے ہندوستان کے مختلف مقامات کا سفر کیا ہے اور باطنی طور پر کئی اولیاء کرام سے استفادہ کیا ہے۔ بھٹکل اور میلبار میں آپ کی بڑی قدر کی جاتی تھی دور دور سے لوگ دولہا دولہن کو مدراس لے آتے تاکہ ان کی نکاح خوانی آپ ہی کریں کیوں کہ نکاح خوانی کے لئے آپ دور دراز کے سفر نہیں کر سکتے تھے۔ ہندوستان سے باہر سری لنکا اور کراچی کا بھی سفر کیا ہے۔ کراچی میں آپ کی موجودگی کو سن کر حضرت علامہ سید سلمان ندوی خود ایک اعزازی دعوت میں آگئے تھے ویسے وہ اس دعوت میں شریک ہونے کے لئے تیار نہ ہوئے تھے۔

آپ سے بیشتر مدراس میں قاضی محمد فصیح الدین بحیثیت گورنمنٹ قاضی تھے۔ ان کے انتقال کے بعد جب آپ کو قضات کا عہدہ دینے کا موقعہ آیا تو کانگریسیوں نے رکاوٹ ڈالنی چاہی وہ یہ کہہ کر کہ آپ مسلم لیگی ہیں سری راجہ گوپال چاری وزیر اعلیٰ مدراس پر دباؤ ڈالنے لگے کہ اُنھیں منتخب نہ کیا جائے مگر وزیر اعلیٰ موصوف پوری طرح قاضی حبیب اللہ کی شخصیت سے واقف تھے اُنھوں نے یہ کہہ کر کہ انگریزوں کے دور میں اُنھیں کٹر کانگریسی کہہ کر معتوب کیا جاتا تھا اور کانگریس دور میں اُنھیں کٹر مسلم لیگی کہہ کر معتوب کیا جارہا ہے۔ یہ سراسر ناانصافی ہے اور آپ ہی کو اس عہدے کے لئے موزوں قرار دیا گیا۔

اگر قاضی صاحب مدراس کے اس اہم ترین عہدے کے ذمہ دار نہ ہوتے تو نہ جانے کتنے شر پسند عناصر مسلمانوں میں تفرقہ کے باعث ہوتے۔ حضرت موصوف نے ہر مسلک کے لوگوں کو متحد رکھنے کے لئے کسی کی حمایت نہیں کی۔ آپ کا دور قضاوت تمل ناڈو کی تاریخ میں سب سے زرین دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

آپ حضرت شاہ ابو احمد مجددی بھوپالی کے مرید ہوئے تھے جب شیخ موصوف مدراس تشریف لائے تھے۔ آپ کو تینوں سلسلوں یعنی نقشبندیہ قادریہ اور چشتیہ میں خلافت و اجازت حاصل ہے آپ کو مذکورہ بالا بزرگ سے شرف ملاقات 11/رمضان 1325ھ میں حاصل ہوا تھا۔ دوبارہ آپ نے 9/ذی الحجہ 1350ھ میں حضرت مولانا اسلم بحر العلومی فرنگی محلی سے بھی سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت و اجازت حاصل کی اور ان ہی سے سلسلہ سہروردیہ کی اجازت بھی ملی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید شاہ محمود حسام الدین قادری بغدادی سجادہ نشین حضرت شیخ محمد محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سے بھی خرقہ خلافت و اجازت

Marfat.com

حاصل ہوا جب کہ آپ بغداد گئے تھے۔

یہ قدسی صفات شخصیت جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔3/شعبان 1376ھ م 6/مارچ 1957ء کو سخت علیل ہوئے۔مثانے میں پتھری کی علت تھی جس سے پیشاب خارج ہونا بند ہو گیا تھا آپ کو جراحی کے لئے اسٹیانلی ہسپتال (Stanly Hospital) میں داخل کیا گیا۔اسی اسپتال کے احاطے میں حضرت سید تراب علی شاہ کا مزار شریف ہے جراحی کے لئے آپ کو بے ہوش کیا گیا تھا جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے پہلا سوال یہ کیا کہ "حضرت تراب علی شاہ یہاں کھڑے تھے کیا وہ چلے گئے؟"............اس سے پتہ چلتا ہے کہ جراحی کے وقت ولی بزرگ وہاں بہ نفس نفیس موجود تھے جس کا پتہ قاضی صاحب کو ہی تھا یہ آپ کی باطنی برتری کا ثبوت ہے۔ایک ولی ہی دوسرے ولی کی عیادت کو آسکتا ہے۔ایک عامی کے سلسلے میں یہ بات بعید از کار ہے۔

حضرت موصوف کا یہ معمول تھا کہ آپ روزانہ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت عبدالحق محمد مخدوم ساویؒ کے آستانے پر حاضری دیتے آپ کے لئے درگاہ کا دروازہ کھولا جاتا آپ دروازے کے باہر ہی رکتے اور ولی موصوف کو بلند آواز سے سلام کرتے جب آپ کو سلام کا جہری جواب مل جاتا تو آپ اندر تشریف لے جاتے۔جب تک جواب نہیں ملتا آپ باہر ہی ٹھہرے رہتے۔اس کا مشاہدہ بہت سے لوگوں نے کیا ہے۔

آپ جب بھی علیل ہوتے آپ کے عقیدت مند اور کثیر تعداد میں عام مسلمان بے قرار ہو جاتے اور جب شفایاب ہوتے تو خوشیوں کی لہر دوڑ جاتی۔یہ آپ سے لوگوں کی وابستگی ہی کے باعث تھا۔3/شعبان 1377ھ میں دوبارہ آپ کا راما کرشنا نرسنگ ہوم میں آپریشن ہوا تھا تو دور دور تک اس کی خبر بجلی کی طرح پہنچ گئی تھی اور علاج کے بعد شفا پا کر آپ واپس گھر آئے تو لوگوں کا حال پرسی کے لئے تانتا بندھ گیا تھا

اس کے بعد بہت طویل عرصے تک حضرت موصوف کی صحت بفضل خدا اچھی رہی مگر آخری بار آپ کی علالت کا سلسلہ ماہ رمضان میں 1398ھ م 1977ء میں شروع ہوا تو آپ فریش ہو گئے آپ پر غنودگی سی طاری رہتی ہر اذاں کے وقت آپ کو ہوش آجاتا اور اشاروں سے نماز ادا کرتے تھے۔یہ سلسلہ رمضان بھر جاری رہا اور عید الفطر کے دن آپ پوری طرح ہوش میں تھے۔9/شوال 1398ھ م 1977ء کو پھر آپ علیل ہو گئے۔تنفس شروع ہو گیا۔10/شوال 1398ھ م 1977ء کو رات کے ساڑھے دس بجے آپ نے تین مرتبہ بلند آواز سے سلام کیا اور دونوں ہاتھ مصافحہ کے انداز میں بڑھائے تھے اور اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھی اور جنوبی ہند کا یہ آفتاب علم وعرفان ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ایک کہرام سا مچ گیا۔ریڈیو اور ٹی وی پر یہ غمناک خبر نشر ہوئی 11/شوال 1398ھ کو اسکولوں اور دفتروں کو چھٹی دی گئی تاکہ مسلمان جنازے کی نماز میں شریک ہو سکیں۔

Marfat.com

حضرت موصوف کی وصیت تھی کہ گھر والے ان کی نعش پر ہرگز ماتم نہ کریں اور کوئی آنسو نہ بہائے اور جتنی جلدی ہو سکے تدفین عمل میں لائے۔ آپ کی نماز جنازہ مسجد والا جاہی (بڑی مسجد) میں ادا کی گئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی جہاں حضرت بحرالعلوم فرنگی محلی، حضرت محمد غوث شرف الملکؒ، حضرت قاضی بدر الدولہؒ، حضرت قاضی عبیداللہؒ، حضرت مفتی محمودؒ اور حضرت مولوی صفی الدینؒ بھی دائمی طور پر آسودہ خواب ہیں ہندوستان کے مختلف علاقوں کے اخبارات میں تعزیتی پیغامات شائع ہوئے۔ بہت کم ہی دیکھا گیا ہے کہ ایک خاموش مزاج اور ہجوم سے کترانے والی عظیم شخصیت نے کس طرح لوگوں کے دلوں پر راج کیا تھا۔ ایسی شخصیات کی مثالیں تاریخ میں بہت کم ملتی ہیں۔ آپؒ بالکل ولی صفت تھے بلکہ یہ کہیں کہ آپؒ ولی ہی تھے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔

مدراس حضرت پوستانؒ

ممکن ہے آپ مولا پور (جو آج میلا پور کے نام سے مشہور ہے) کے بزرگان دین کے اولاد سے ہوں۔ ایک زمانہ سید پور (حالیہ کرشنا پیٹ) اور مولا پور دینی علمی اور ادبی آماجگاہ ہے۔ اسی سرزمین میں مولانا باقر آگاہ ویلوری، شیخ عبدالحق ساوی دستگیر، مولانا میر اسمٰعیل ابجدی، حضرت مہربان فخری میلا پوری آسودۂ خاک ہیں اور جن کے کشف و کرامات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

حضرت پوستان روز و شب اپنی مجذوبی کیفیت میں سید پور کی ایک خانقاہ میں رہتے تھے۔ غالباً یہ مفتی قاضی محمد حبیب اللہ (چیف قاضی ٹمل ناڈو حکومت) کے بچپن کا دور تھا۔ سنا ہے کہ حضرت محمد حبیب اللہ صاحب کو آپ کے ماموں ہر روز شاموں میں اس مجذوب بزرگ کے پاس لے جاتے تھے اور یہ مجذوب شفقت سے اس بچے کے سر پر اپنا ہاتھ پھیر کر دعاؤں سے سرفراز کرتے آج بھی شہر مدراس کے اکثر ہندو مسلمان ہر شام آپ کا فیض پانے کے لئے آپ کی خانقاہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔

ہماری دادی حضور فرماتی ہیں کہ اپنے بچپن (1912 تا 1917ء) میں اُنھوں نے بھی پوستان کی خانقاہ پہنچ کر آپ کی دعائیں لی تھیں۔ اس خانقاہ کے آس پاس میری دادی کے نانا پیر و مرشد شاہ محمد امین الدین قادری شطاری المتوفی 1908ء کا مزار شریف بھی ہے۔

کسی بھی تذکرہ نگار نے آج تک پوستان سے متعلق کوئی اطلاع نہیں دی ہے کہ آپ کہاں پیدا ہوئے؟ آپ کے اباواجداد کون تھے؟ ہنوز یہ تمام معلومات پردۂ راز میں ہیں۔

Marfat.com

مدراس حضرت عبدالرحیم شیر شاہ قادریؒ

آپ کا مزار شریف اڈیار میں "راج بھون" کے اندرونی احاطے میں موجود ہے۔
سنا ہے کہ آپ بھی اپنے وقت کے جید بزرگ تھے۔آج بھی کشف و کرامات کا فیض جاری ہے۔ اس علاقے کے اکثر ہندو لوگ آپ کے فیوض و برکات سے سرفراز ہیں۔آپ کا صندل ہر سال 23/جمادی الآخر میں منایا جاتا ہے۔

مدراس حضرت سید شاہ حیات پاشاہ قادریؒ

کوڈھم پاکم (قدیم نام گھوڑا باغ ہے جہاں نوابین آرکاٹ کے گھوڑے پالے جاتے تھے) سے آٹھ میل کے فاصلے پر بمقام پیری چری میں آپ کا آستانہ موجود ہے۔نواب عظیم الدولہ کے دور میں آپ کے کشف و کرامات کے چرچے مدراس تک پہنچے تو نواب موصوف نے آپ سے فیض حاصل کیا اور آپ کو جاگیر بھی عطا کی۔سنا ہے کہ اس اللہ والے بزرگ نے یہ تحفہ قبول نہیں کیا۔بہت کم عمری میں آپ نے رحلت پائی آپ کی مسلسل عبادات و ریاضات نے آپ کو نوجوانی میں ولایت بخش دی تھی۔آخرش آپ کی وفات کے بعد نواب عظیم الدولہ نے آپ کے مزار کے اطراف ایک چوکھنڈی (1228ھ م 1813) میں اور چھوٹی سی مسجد بھی 1229ھ میں تعمیر کروائی ہے۔اس مسجد کی محراب پر سن تاریخ یوں درج ہے۔"مسجد عظیم الجاہ"۔
آپ کا عرس ہر سال 4/شعبان کو منایا جاتا ہے۔

مدراس حضرت مولانا مولوی محمد باقر آگاہ قادری شافعیؒ

آپ باقر آگاہ کے نام سے ہی مشہور ہیں۔آپ کا خاندان بیجاپور سے ویلور آیا تھا مگر کس سن میں اس خاندان کی منتقلی ہوئی اس کا پتہ نہیں مگر باقر آگاہ کی پیدائش ویلور ہی میں 14/رجب 1158ھ کو ہوئی۔
آپ کے والد ماجد کا نام محمد مرتضےٰ تھا مگر لوگوں میں محمد صاحب کے نام سے مشہور تھے۔
حسب دستور باقر آگاہ کی تعلیم کی ابتداء قرآن مجید سے ہوئی اور سات سال کی عمر میں اس کو ختم کرلیا اس کے بعد حضرت ابوالحسن قربیؒ ویلوری کے ایک تلمیذ رشید حضرت شیخ حبیب اللہ سے فارسی کی درسی کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ویلور میں زیر تعلیم رہنے کے دوران کسی وجہ سے آگاہ کو ویلور چھوڑ کر نظر نگر (ترچی) چلے جانا پڑا۔وہاں آپ نے ایک مشہور صوفی بزرگ مولانا مولوی ولی اللہ سے عربی کتابیں اور صرف و نحو پڑھیں۔
اسی بزرگ استاد نے آگاہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا سارا وقت مختلف علوم و فنون کے مطالعے میں صرف کریں۔
آگاہ نے اس کو قبول کیا اور وہاں سے آپ میں زبردست علمی تبحر پیدا ہوا۔

Marfat.com

حضرت باقر آگاہ نے حضرت سید شاہ ابوالحسن قربیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور زندگی بھر اپنے شیخ کے احترام میں تعریفی اور توصیفی کلمات ہی سے خطاب کیا ہے گویا آپ کو اپنے شیخ سے اتنا عشق تھا کہ آپ موصوف کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بعد دوسرے درجہ پر رکھتے ہیں۔آپ کے کلام میں حمد ونعت ومنقبت کے بعد اپنے شیخ سید شاہ ابوالحسن قربی کی شان میں بھی منقبت کہنا اپنے لئے ضروری قرار دے لیا تھا۔

نظم نگر سے حضرت باقر آگاہ 1179ھ میں ویلور واپس ہوئے تھے۔1182ھ میں جب آپ کے شیخ حضرت سید شاہ ابوالحسن قربیؒ کا وصال ہوا تو آپ کو ویلور میں رہنا ناپسند ہوا اور مدراس چلے آئے۔مدراس میں نواب محمد علی والا جاہ نے آپ کو اپنے دولڑکوں نواب عمدۃ الامراء اور نواب امیر الامراء کا اتالیق مقرر کیا۔ مدراس کی زندگی باقر آگاہ کی ایک بھرپور زندگی تھی جہاں آپ بحیثیت عظیم عالم،مدرس،نقاد،اور مذہبیات و لسانیات سے تعلق رکھنے والے مباحثوں،مکالموں مناظروں اور تصنیفوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ایک عالم کو مستفیض کیا۔آپ کے مدراس کے ابتدائی دور میں آپ کے شاگردوں میں شیعہ اور سنی دونوں مسلکوں سے تعلق رکھنے والے شاگرد ہوا کرتے تھے اور کئی باتوں میں آپ نے شیعوں کی حمایت بھی کی جس کی وجہ سے آپ کو یہ طعنہ دیا گیا کہ آپ باطنی طور پر شیعہ ہیں مگر آخری دنوں میں جب کہ آپ کے ایک رسالے پر آپ کے ایک شیعہ شاگرد نے (وہ رسالہ مستعار پڑھنے کے لئے گیا تھا اور واپس کرنے کے بعد وہ شاگرد کہیں اور چلا گیا تھا) اس پر حاشیوں میں حضرت عمرؓ کے بارے میں مغلظات استعمال کئے تھے۔باقر آگاہ کے تنفر کو اُبھار گئے تھے اور اس وقت سے آپ شیعی ذہنیت سے پوری طرح واقف ہو گئے اور ان سے دور رہنے لگے۔ اسی دور میں حضرت باقر آگاہ اور حضرت بحرالعلوم کے درمیان سخت مباحثات و مناظرات ہوئے شیعوں اور باقر آگاہ کے درمیان بھی رسالہ بازی شروع ہوگئی اور باقر آگاہ کے شاگردوں نے شیعوں کو آڑے ہاتھ لیا۔ دشمنی اس حد تک بڑھ گئی کہ شیعہ باقر آگاہ کے جانی دشمن ہو گئے اور موصوف کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنالیا مگر ''جس کو اللہ رکھے اسے کون چکھے'' کے مصداق آپ دشمنوں کے منصوبوں کے شکار نہ ہوئے بلکہ آپ قدرتی طور پر 14/ذی الحجہ 1220ھ میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور اپنی ہی گھر کے اندر جو کرشنا پیٹ (قدیم سید پور) کی ایک سڑک موجود ڈاکٹر نیٹسن روڈ (Natesan Road) میں آپ کی تدفین عمل میں آئی اور آج سے تقریباً دس بارہ سال پہلے بھی آپ کا مزار سڑک کے کنارے سے صاف دکھائی دیتا تھا۔افسوس کہ آج آپ کا مکان ایک غیر مسلم کی ملکیت ہے جس پر ایک بہت بڑی عمارت ایستادہ کردی گئی ہے۔اُس مزار کو اندر بحال رکھا یا نہیں اس کا کسی نے نہ تو جائزہ لیا نہ ہی ہمارے قوم کے ''حمیت'' سے بھرپور مسلمان اس مزار کے نیست و نابود ہونے یا نہ ہونے کی خبر رکھتے ہیں۔ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ اللہ والے اکثر ایسے گذرے ہیں کہ بعد مرگ بھی اپنے جسد کو ناپسندیدہ جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرلیا کرتے ہیں شاید مولانا باقر آگاہ نے بھی اپنے

Marfat.com

رب کریم کی اعانت سے جگہ منتقل کر چکے ہوں گے۔ واللہ اعلم

مولانا باقر آگاہ کا اٹھنا بیٹھنا ولی صفات بزرگوں کے درمیان رہا ہے آپ کے دور میں حضرت ذوقیؒ ویلوری، (باقر آگاہ کے ہم مشرب دوست ہم سبق اور پیر بھائی) حضرت ولی اللہ، حضرت میر اسمٰعیل ابجدی وغیرہم جیسے بزرگ موجود تھے اور ان میں سے ہر ایک ایک ولی یا ولی صفت بزرگ تھا حضرت آگاہ سے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ بھی بحیثیت عارف وصوفی بہت اعلیٰ مقام پر فائز رہے ہوں گے۔ آپ کے اندر اپنے آبا و اجداد اور مشائخین کی تمام نیک خصوصیات کوٹ کوٹ کر بھری تھیں۔ استغناء، راست گوئی، عزت نفس اور نفس کشی، اقربا پروری وغیرہ مستحسن صفات سے آپ کی ذات بابرکات پوری طرح لیس تھی۔ آپ کسی کی بے جا قصیدہ خوانی نہیں کرتے تھے اگر بجا قصیدہ خوانی بھی کی ہو تو اس کا کوئی مشاہرہ قبول کیا نہ کوئی انعام۔ البتہ شاگرد اور اُستاد کے درمیان کے رشتے کے باعث پیش کئے جانے والے ہدیوں کو ذرا تامل سے ہی قبول کیا ہے۔ آپ کے کلام میں کہیں بھی بذلہ بجی سے کام نہیں لیا گیا بلکہ اس میں ہمیں آپ کے بلند کردار کی پرچھائیاں ہی نظر آتی ہیں۔ مولانا باقر آگاہ کی شخصیت ہمہ جہتی تھی آپ کی شخصیت کا ایک پہلو اُردو شاعری اور تنقید سے بھی وابستہ ہے۔ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ملک گیر پیمانے پر اُس دور میں کہیں ادب عالیہ کے سلسلے میں مراسی مکاتیب کا ایک سلسلہ چلا تھا تو وہ آگاہ اور آزاد کے درمیان ہی تھا۔ مکاتیب کی بات جب چلی ہے تو یہ کہتی چلوں کہ حضرت باقر آگاہ نے سارے ہندوستان کے علماء ہی سے نہیں بلکہ بیرون ہندوستان عرب ممالک اور بالخصوص مکہ کے علماء سے خطوط کے ذریعہ مراسم قائم رکھے تھے اور آپس میں علمی فیوض کا تبادلہ کیا کرتے تھے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نہ صرف عربی اور فارسی زبان کے ایک مستند عالم تھے بلکہ اُردو ادب پر بھی آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ کے ہم پلہ مولانا باقر آگاہ تھے۔ اسی لئے مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی نے آگاہ کو خاطر میں لایا اور آگاہ نے بھی آزاد کی شان کو قبول کیا۔ آزاد کا حلقہ تلامذہ بہت وسیع تھا اور مدراس میں حضرت شاہ عبدالقادر مہربان فخری میلاپوری جیسا ایک عظیم شاگرد موجود تھا اور حضرت مہربان فخری اور مولانا باقر آگاہ کے درمیان بھی اچھے روابط تھے۔ پہلے یہ روابط غائبانہ تھے مگر جب عبدالقادر مہربان فخری مستقل طور پر مدراس میں رہنے لگے تو ان کی وساطت سے آگاہ اور آزاد کے درمیان اور بھی مضبوط و مربوط رشتہ بندھ گیا۔

حضرت باقر آگاہ کی شخصیت پر مدراس اور ویلور کو اتنا فخر ہے کہ یہ زمانہ انھیں کسی طرح بھلا نہیں پائے گا۔

حضرت باقر آگاہ کا ایک شعر آپ ہی پر صادق آتا ہے۔

ہر کہ از فیض حق دلش صاف است   شیوۂ او ہمیشہ انصاف است

Marfat.com

ہر اُس شخص کا دل فیضِ حق سے صاف ہو تو اُس کا طور طریقہ (شیوہ) ہمیشہ انصاف پسند ہوگا (آگاہ نے ہمیشہ حق پرستی اور انصاف پسندی ہی سے کام لیا)

مدراس — حضرت اسمٰعیل خان ابجدیؒ

آپ کے والد ماجد کا نام سید شاہ میر تھا۔ آپ بیجاپور کے رہنے والے تھے جو جنوبی ہند کے مشہور مورخ ملا محمد قاسم فرشتہ کے بہنوئی تھے۔ (مقدمہ تزک والا جاہی از برہان بن حسن ہانڈی)

کہا جاتا ہے کہ شاہ میر بیجاپور سے تلاش معاش کے سلسلے میں نکلے اور قصبہ چنگل پیٹ میں رہائش اختیار کی۔ یہ شہر ہندوؤں کا مقدس اور قدیم شہر سمجھا جاتا ہے۔ اس زمانے میں چنگل پیٹ مسلمان امراء اور اہل علم کا مسکن بھی تھا اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ چنگل پیٹ آکر کسب معاش کے لئے آپ نے کونسا پیشہ اختیار کیا۔ چونکہ صاحب علم تھے اس لئے درس و تدریس آپ کا پیشہ رہا ہو۔ چنگل پیٹ اور اس کے مضافات میں سید شاہ میر کی بڑی شہرت تھی اور لوگوں میں وہ ہر دل عزیز بھی تھے اس ہر دل عزیزی کے باعث اُنھوں نے ہمیشہ کے لئے اس شہر کو اپنا وطن بنالیا۔ ابجدی بھی یہیں پیدا ہوئے تھے مگر آپ کی تاریخ پیدائش کا ٹھیک پتہ نہیں ملتا۔ آپ کے والد نے اپنے فرزند میں بہترین قابلیت اور ہونہاری دیکھ کر ان کی تربیت بہت اچھی طرح سے کی اور عمدہ سے عمدہ تعلیم دلائی۔ آپ کو پتہ تھا کہ آپ کا فرزند آگے چل کر بلند اقبال اور بہت نامور ہوگا۔ جب ابجدی سن شعور کو پہنچے تو آپ کے والد نے اُنھیں اپنے دور کے جید علماء سے فارسی اور عربی کی تعلیم اور سند تکمیل دلائی۔ ان کا علمی مرتبہ فارسی زبان میں بہت اُونچا تھا اور وہ اس زبان کے عالم کامل سمجھے جاتے تھے۔ عربی بقدر ضرورت ہی سیکھی تھی۔ فن شاعری میں بھی آپ ماہر اور صاحب استعداد تھے اُردو میں بھی آپ نے شاعری کی ہے۔ ان کے فارسی اشعار میں ان کے والد اور دادا کے بھی شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ ابجدی سخت اہل سنت جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور حنفی تھے وہ اپنے عقائد میں بہت کٹر تھے۔ آپ کی حمدوں نعتوں اور منقبتوں میں موضوعات کے اعتبار سے بڑی متانت اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابجدی کا خاندان ایک مقدس اور بزرگ خاندان تھا۔ فقیری اور درویشی اس خاندان کا امتیازی نشان تھا۔ ابھی وہ جوان ہی تھے کہ اُنھیں داغ یتیمی نصیب ہوا۔ والد کے انتقال سے وہ بہت زیادہ پریشان ہوگئے اور زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے بھی مجبور ہوگئے اور گھر سے نکلنا پڑا۔ آپ آخری دور میں نواب والا جاہ اول محمد علی خان بہادر والی آرکاٹ کے درباری شاعر بنے اور ملک الشعراء کا خطاب پایا تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ چنگل پیٹ چھوڑ کر آپ مدراس آگئے تھے اور یہاں اُنھیں درس و تدریس ہی کو پیشہ بنانا پڑا۔ آپ کے شاگردوں میں بہت ہی نامور ہستیاں گذری ہیں مثلاً مدۃ الامراء بہادر ممتاز، امیر الامراء بہادر، سیف الملک مختار اور اسد

Marfat.com

الدین خان اسدؔ مذکورہ بالا آخری تینوں شاگردوں کا "گلزار اعظم" میں تذکرہ موجود ہے۔

ابجدی سے متعلق ایک واقعہ ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ آپ نے حب رسول اکرمؐ کے باعث اور خلفائے راشدین اور اولیا کرام کی حد درجہ عقیدت اور احترام کے سبب اپنے اندر باطنی پاکیزگی پیدا کرلی تھی۔ آپ اپنے زمانے کے کسی بزرگ بنام علی اکبر (غالباً سید اکبر علی قادری آسودۂ خواب درآستانہ بمقام والا جاہ روڈ، چیپاک، مدراس) کے مرید ہو گئے اور اسی مریدی کے طفیل سے ان کی ذہنی پریشانی دور ہوئی تھی ورنہ والد کے انتقال کے بعد ان کی خاطر جمعی کا شیرازہ بالکل بکھر چکا تھا۔ کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہی دارین کے فیوض و برکات حاصل کرنے کے مترادف ہے۔ آپ نے سلوک بھی طے کیا ہوگا۔ جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس میں ایک بڑی مصیبت سے برأت ممکن ہوئی ہے یہ واقعہ یوں ہے۔

چنگل پیٹ اور مدناتھ (موجودہ مدورانڈگم) کے درمیان ایک پرگنہ بنام کرکٹ پالا (موجودہ نام کرنکوڑی) کے مقام پر ایک معزز خاندان کی لڑکی سے آپ کا نکاح ہوا اور وہیں رات کو حسب دستور حجلہ عروس سجایا گیا۔ دولہا دولہن جس کمرے میں تھے اس کو چاروں طرف سے بند کر دیا گیا تھا اور اندر گرمی شدید تھی نوشاہ نے اپنا عروسی لباس اُتار دیا اور محض لنگی پر اکتفا کی۔ دولہا کی آنکھ لگ گئی اور گہری نیند میں غرق ہو گئے۔ رات کے کسی وقفے میں دروازے کی زنجیر کو آہٹ ہوئی پھر کسی نے دروازہ زور سے کھٹکھٹایا۔ یہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھے بے وقت نیند کے ٹوٹنے سے آنکھیں جلنے لگی تھیں وہ اِدھر اُدھر دیکھنے کہ لگے کہ کیا ماجرا ہے۔ دولہن نیند کی آغوش میں تھی۔ دروازہ بھی بند تھا تردد میں پڑ گئے کہ زنجیر کس نے کھٹکھٹائی اور وہ پلنگ پر پیر لٹکائے بیٹھ گئے دھیرے دھیرے دروازہ کھلنے لگا۔ کھولنے والا دکھائی نہیں دیا اور دروازہ پورا کھول دیا گیا۔ اچانک ابجدی کے رخسار پر زبردست تھپڑ پڑی۔ ان کے حواس جاتے رہے اور غشی طاری ہوگئی۔ جب غشی میں اضافہ ہوا تو آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہ گھر کے صحن میں کھڑے ہیں اور مزید غور کیا تو آپ کو لگا کہ وہ ہوا میں آسمان کی طرف اُڑے چلے جا رہے ہیں اور ان کے آس پاس بالکل نئی وضع کے لوگ بھی موجود ہیں جو بغیر بال و پر کے اُن کے ساتھ ساتھ اُڑ رہے ہیں۔ ان کی پرواز پرندوں سے بھی تیز تھی اُڑتے ہوئے دیکھا کہ جنگل اور پہاڑ بھی نظروں سے اوجھل ہو رہے ہیں اور چڑیوں کی آوازیں بھی سنائی نہیں دے رہی تھیں اُنھوں نے ان عجیب و غریب خلقت کو جو دیکھنے میں مثل نما تھے آپس میں باتیں کرتے سنا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اُنھیں دریا میں ڈال دیا جائے کوئی کہتا کہ جنگل میں پھینک دیا جائے اور کوئی کہتا کہ کسی کنویں میں زندہ الٹا لٹکا دیا جائے۔ ابجدی سمجھ گئے کہ یہ ظالم جنات تھے۔ اُنھوں نے اسی وقت بارگاہ خداوندی میں التجا کا ہاتھ بلند کیا۔ سرور دو عالم اور حضور کی آل اولاد کو اپنی نجات کا وسیلا بنایا اور رو رو کر یہ شعر پڑھا۔

یا حبیب الالہ خذ بیدی   مالعجزی سواک مستندی

Marfat.com

اس شعر کے پڑھتے ہی آسمان میں ایک مہیب آواز پیدا ہوئی اور ان کی پرواز کم ہوگئی۔ یہ ظالم جنات جو اُن کی ایذا رسانی میں لگے تھے اُس میں تخفیف ہوگئی۔ ابجدی کا دل ذرا مضبوط ہوا پھر انھوں نے دوبارہ دعا میں یہی شعر پڑھا تو بجلی اور کڑک سے آسمان دہل گیا، اس دھماکہ میں جنات نے اُن کو چھوڑ دیا اور وہ تیزی سے بلندی پر سے کرکٹ پالا کے قلعہ کی خندق کی زمین پر آ گرے۔ ہڈیاں چور چور ہو گئیں، عقل و ہوش کھو بیٹھے۔ بڑی دیر کے بعد جب غشی کی حالت میں کمی آئی تو آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ صبح کا وقت ہو چکا تھا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور اس ہوا سے ان کی حالت اور ابتر ہوگئی۔ پلکوں پر خون کے قطرے جمع ہو گئے تھے جس کی وجہ سے پوری طرح کھولنا بھی دشوار تھا نہ ہاتھ سالم تھے نہ پاؤں۔ وہ اُٹھ کر کسی طرف بھاگنے کا قصد بھی کرنے لگے تھے مگر ان سے چلنا بھی دشوار تھا۔ بہت دیر تک کرب کی حالت میں مبتلا تھے۔ اُنھیں صحرا میں درندوں کا بھی خدشہ تھا۔ وہ زندگی کی اُمید سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی بیچارگی کے عالم میں وہ قلعہ کے پاسبانوں کی آوازیں سننے لگے اُنھیں متوجہ کرنے کے لئے زور سے چلایا۔ پاسبان حیران ہوئے کہ یہ کس کی آواز ہے ان ہی پاسبانوں میں ابجدی کے ایک شناسا اور ملاقاتی بنام حسن محمد موجود تھے۔ اُنھوں نے آواز پہچانی اور دوڑے آئے اور ان کے ساتھ دوسرے پاسبان بھی چلے آئے دیکھا کہ وہ ابجدی ہیں۔ ان لوگوں نے ان کی چور چور ہڈیوں کو بانس کی کھپچیوں اور رسی سے نئے سرے سے باندھ کر سیدھا کیا۔ مومیائی وغیرہ لگائی اور اُنھیں احتیاط سے اُٹھا کر اُن کی قیام گاہ پر پہنچا دیا۔ ابجدی کو صحت یاب ہونے میں پورا ایک سال لگا تاہم ہاتھ پاؤں میں رعشہ پیدا ہو گیا تھا۔ کھانے پینے میں تکلیف ہوتی تھی یہاں تک کہ لقمہ اُٹھا کر خود کھا نہیں پاتے تھے۔ زبان میں لکنت اور بات چیت میں دشواری عمر بھر قائم رہی۔

ابجدی کا بچنا ہی ایک بہت بڑا کرشمہ تھا اُن جیسے قابل بزرگ کو اس حالت میں دیکھ کر عمائدین سلطنت اور خصوصاً نواب والا جاہ موصوف نے آپ کی عین وقت پر دلدہی کی اور صحیح معنوں میں قدر کی۔ زندگی بھر آپ نے اپنی محنت ہی کو قائم رکھا اور بے جا کسی کی رعایت قبول نہیں کی۔ یہ بھی دور تھا جب آپ نے مذکورہ بالا مشہور زمانہ لوگوں کو اپنا شاگرد بنایا تھا۔

اُن کے کلام میں علمیت کے علاوہ عرفانیات کی جھلکیاں بھی ہیں۔ اُن کی وفات تقریباً 76 یا 77 سال کی عمر میں 1192ھ م 1778ء میں ہوئی اور آپ مدراس کے مشہور محلہ میلا پور جامع مسجد صحن میں آسودۂ خواب ابدی ہیں۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خاص و عام ہے۔

"باقر آگاہ" نامی تصنیف میں مولانا محمد یوسف کوکن نے صفحہ 23 پر ابجدی کی تاریخ وفات 1203ھ بتائی ہے غالباً کوکن صاحب کی تحقیق زیادہ وقیع اور معتبر ہے۔ موصوف نے بتایا ہے کہ مولانا باقر آگاہ ویلوری ابجدی سے عمر میں بہت چھوٹے تھے اس کے باوجود ابجدی نے آگاہ کی تعریف کی ہے اور

Marfat.com

اپنی ایک مثنوی ''زبدۃ الافکار'' آگاہ کے سامنے پیش کی تھی تا کہ وہ اس کی تقریظ لکھیں۔

مدراس — حضرت سید شاہ عبدالقادر مہربان فخریؒ

حضرت سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری کی پیدائش 1143ھ م 1730ء اورنگ آباد میں ہوئی۔آپ کا خاندان سادات سے تھا اور نیشاپور میں بہت معزز سمجھا جاتا تھا۔لکھنؤ ضلع کے ایک شہر ''کنٹور'' (Kantur) سے آپ آباواجداد نیشاپور میں آ کر بس گئے تھے۔آپ ہی کے آباواجداد میں ایک بزرگ سید قاضی محمود بہت بڑے عالم گذرے ہیں جن کو شہنشاہ جلال اکبر نے تمغات سے نوازا تھا اور یہ تمغات اس حاندان میں پیڑی در پیڑی بڑے فخر کے ساتھ بحال رکھے گئے۔حضرت سید شاہ فخری کے والد بزرگوار کا نام سید شریف الدین محمد خان تھا جنھیں دولت آباد کے قریب واقع شہر خلد آباد میں قضاوت حاصل تھی اور اس وقت وہ نیشاپور سے اورنگ آباد آگئے تھے اورنگ آباد کے ایک مشہور بزرگ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کی لڑکی سے آپ کا نکاح ہوا تھا یہ بزرگ نہ صرف عالم تھے بلکہ ایک ولی اور صاحب کرامات بھی تھے۔ان کی لڑکی بھی اپنے والد کے رنگ میں بالکل رنگی ہوئی تھی اور مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ ریاضت وسلوک بھی طے کیا تھا اس خاتون کے بھائی بھی مولوی فخر الدین کے نام سے مشہور تھے جن کی وفات 1199ھ م 1784ء میں ہوئی اور اُنھیں بھی ولایت حاصل تھی۔یہیں (اورنگ آباد میں ہی) حضرت سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری پیدا ہوئے تھے۔آپ کے نانا شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کا انتقال 1144ھ م 1731ء میں ہوا۔

حضرت سید شاہ یہ عبدالقادر مہربان فخری کی ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ہی سے حاصل ہوئی۔آگے چل کر آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے ماموں حضرت مولوی فخر الدین اور قاضی شیخ الاسلام اورنگ آبادی سے حاصل کی اور حدیث کا درس میر غلام علی آزاد بلگرامی (المتوفی 1200ھ م 1785ء) سے لیا۔میر غلام علی آزاد ہی کے مشورے سے آپ نے شعر کہنا شروع کیا اور پہلے ''مہربان'' تخلص اختیار کیا مگر جب آپ کی شاعری میں تصوف وعرفانیات کے مضامین بڑے پیانے پر باندھنے کی نوبت آئی تو آپ نے اپنا تخلص فخری اختیار کیا گویا ''مہربان'' اور ''فخری'' آپ کے تخلص ہی ہیں آپ کے نام کا جزو نہیں (مدراس میں ایک خاندان آج بھی فخری کے نام سے چلا آرہا ہے اور وہ اس کو نسبی قرار دیتے ہیں یہ خاندان سادات کا ہے نہ کہ فخری کا۔لوگوں کو اس طرح گمراہ کرنے کا بھی سبب بنا ہے) آپ نے فخری کا تخلص بھی ایک خاص وجہ سے اختیار کیا تھا آپ کو اپنے ماموں مولانا مولوی فخر الدین سے بے حد عشق اور عقیدت تھی اپنے قلمی نام کو اپنے ماموں کے نام سے منسوب کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔جس وقت مدراس میں مولانا عبدالعلی بحرالعلوم فرنگی محلی اور میر غلام علی آزاد بلگرامی کے روابط رہے اور مولانا باقر آگاہ ویلوری کی تقریظات کے معاملے میں مولانا غلام علی آزاد نے

Marfat.com

دلچسپی لی تو اس وقت نواب محمد علی والا جاہ کے فرزند دوم کو مولانا عبدالقادر مہربان فخری سے بھی شناسائی ہوئی۔ نواب موصوف ہی کی ایما پر حضرت فخری 1183ھ م 1769ء مدراس آئے اور مولا پور (موجودہ نام میلا پور) میں قیام کیا۔ نواب امیر الامراء خان بہادر (نواب محمد علی والا جاہ کے فرزندِ دوم) نے حضرت فخری کی بڑی قدر کی اور آپ کے لئے میلا پور کی جامع مسجد کے آس پاس کی زمین خرید کر آپ کو تحفتاً دی۔ یہ جائداد موجودہ (Arundale Street) میں واقع ہے۔ یہیں آپ نے زندگی کے بہترین دن گذارے۔ آپ ایک عظیم صاحب علم ہی نہ تھے بلکہ ایک بزرگ صوفی اور عارف تھے (آپ نے تصوف میں عظیم تصانیف چھوڑی ہیں۔ مولانا تراب علی نامی نے آپ کے تصانیف پڑھ کر آپ کو مولانا بحرالعلوم پر فوقیت دی تھی۔ قاضی ارتضا علی خان بہادر خوشنود آپ کے بڑے حامی تھے اور آپ ہی کی وساطت سے مولانا تراب علی نامی کو حضرت فخری کی کتابیں پڑھنے کا موقعہ نصیب ہوا تھا)۔ میلا پور میں آپ کی ریاضتوں کا شہرہ تھا اور زندگی ہی میں آپ سے ظہور خرق آزاد ہوئے تھے۔ لوگ آپ کو ایک زندہ ولی تصور کرتے تھے آپ اپنی وفات کے بعد یہیں آسودۂ خواب دائمی ہوئے۔ نواب امیر الامراء نے بھی آپ کے لئے ویلور سے قریب ''جدول'' (موجودہ چتوال) بستی کی پوری جائداد جاگیر وقف کردی۔ پتہ نہیں کہ وہ جائداد اب کس کے تحویل ہے۔

آپ کی وفات 1204ھ م 1789ء میں ہوئی اور آپ کے مزار پر ایک پختہ عمارت تعمیر ہے جو مسجد کے صحن میں واقع ہے۔ یہ مزار مرجع خاص و عام ہے۔

مدراس — حضرت غلام اعزالدین خان نامیؒ

آپ کا نام اعزالدین خان اور شاعر ہونے کے باعث آپ کا تخلص نامیؔ ہے۔ آپ تاریخی کتب اور تذکروں میں خان بہادر مستقیم جنگ کے خطاب سے پہچانے جاتے ہیں۔ بہت کم لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ آپؒ صاحب عرفان تھے اور آپ کو حضرت باقر آگاہ سے نہ صرف شرف تلمذ حاصل تھا بلکہ آپؒ نے حضرت باقر آگاہؒ ہی کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی کی تھی اور خلافت واجازت بھی پائی تھی۔ آپ حضرت قادر ولی ناگوریؒ کے بڑے عقیدت مند تھے اور ایک مثنوی ''گنج قدرت'' میں اس عقیدت کا دل کھول کر اقرار کیا ہے وہ اس بارگاہِ ولایت سے بہت کچھ حاصل کرنے کے متمنی تھے۔

''جو کچھ لینا ہے اس درگاہ سے لوں''

کہہ کر یہ مہر لگادی ہے کہ اسی صاحب ولایت سے ان کو سب کچھ حاصل ہونا ہے۔

آپؒ کے والد بزرگوار کا نام گرامی حامد علی خان ہے۔ آپؒ کی پیدائش 1181ھ م 1767ء میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب ملاحظہ فرمائے۔

Marfat.com

غلام اعزادلین خان ابن حامد علی خان ابن عبدالحی ابن عبدالواسع ابن شیخ محمد حیات بن شیخ عبدالرحیم بن شیخ عبدالقادر (گوپاموی)۔ آخری بزرگ نواب انورالدین خان بہادر کے پوتے ہیں۔

حضرت غلام اعزالدین خان نامیؔ نے عربی و فارسی کی تعلیم مولانا مولوی حافظ محمد حسین سے حاصل کی اور حضرت باقر آگاہؔ سے تصوف اور شعر گوئی میں استفادہ کیا اور آپ نے حضرت باقر آگاہؒ ہی کو اپنا شیخ ہونا پسند فرمایا۔ آپؒ نے نواب محمد علی والا جاہ کی سب سے بڑی لڑکی سلطان النساء بیگم سے نکاح کیا تھا (المتوفی 26/ذی الحجہ 1235ھ م 1819ء کربلا)۔ آپ عمدۃ الامراء کے درباری شاعر ہونے کا شرف بھی رکھتے ہیں

جب مدراس میں سنی شیعہ تنازعہ اپنے عروج پر تھا تو آپؒ نے اپنے پیر و مرشد اور استاد حضرت باقر آگاہؒ کی معاونت کی (یہ تنازعہ 1207ھ م 1792 تا 1216ھ م 1801ء قائم رہا ہے)

آپؒ اپنے صاحب عرفان ہونے کا ڈھنڈورا نہیں پیٹا تھا مگر آپؒ کے کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ ولیوں کے دالدہ اور نیکی و راستی پسند صوفی بھی تھے۔ آپ کا انتقال 18/جمادی اول 1240ھ م 1824ء کو مدراس میں ساٹھ سال کی عمر میں ہوا اور آپ موجودہ پریسی ڈنسی کالج مدراس کے احاطہ میں جنوبی جانب آسودۂ خواب آخری ہیں اور آپ کے مزار کی عقیدت مند آج بھی زیارت کرتے ہیں۔

مدراس — قطب مدراس حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ساویؒ

المعروف بہ حضرت دستگیر صاحب قدس سرہ العزیز میلاپور

حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ساویؒ المعروف بہ حضرت دستگیر صاحب قدس سرہ العزیز کی ہستی بابرکات مرکزِ توجہ خلائق کا باعث رہی ہے اس وقت بھی جب کہ آپ باحیات تھے اور اب بھی جب کہ آپ پردہ کر چکے ہیں جیسا کہ اکثر علماء باطن کے حق میں دیکھا گیا ہے۔ سبھی تذکرہ نگاروں نے حضرت مخدوم ساویؒ کی سوانح حیات میں ایک ہی جیسی باتیں نقل کی ہیں۔ تذکرۂ اولیاء دکن میں بتایا گیا ہے کہ ان کے بزرگ ترکستان سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور مدراس کے قصبہ میلاپور میں مقیم ہو گئے۔ پروفیسر یوسف کوکن عمری مرحوم نے اپنی انگریزی شہرۂ آفاق تصنیف "عربک اینڈ پرشین ان کرناٹک" میں صفحہ 98 پر حضرت مخدومؒ کا نسب نامہ لکھا ہے۔

شیخ مخدوم عبدالحق ساوی بن عبدالنبی آغا بن محمد مخدوم آغا بن ابراہیم عادل شاہ اول بن اسمٰعیل شاہ بن یوسف عادل شاہ بانی ریاست بیجاپور۔

چونکہ یوسف عادل شاہ ترکی سے ایک تاجر کے ہمراہ جو ساوا کا باشندہ تھا ہندوستان آئے تو لوگ انھیں ساوی کہنے لگے یعنی "ساوا کے باشندے" بعد میں اس خاندان کے ہر فرد کے نام کے ساتھ ساوی لکھا

Marfat.com

جانے لگا۔ بعض لوگ اس خاندان کو "مغل" بھی تصور کرتے ہیں۔

حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ساویؒ کی پیدائش بیجاپور میں ہوئی تھی اس لئے تذکرہ نگار انھیں حضرت مخدوم بیجاپوری سے موسوم کرتے ہیں مگر ٹمل ناڈو میں آپ "حضرت دستگیر" کے نام سے معروف ہیں۔ ان کی تاریخ پیدائش آج تک نامعلوم ہے۔ تذکرہ نگاروں نے اس باب میں خاموشی اختیار کی ہے۔

جس وقت حضرت شیخ موصوفؒ سات سال کے تھے کہ ان کی والدۂ ماجدہ کا انتقال ہوگیا۔ سن بلوغت کو پہنچے بھی نہ پائے تھے کہ ان کے والد کا آسرا بھی سر سے اُٹھ گیا۔ حضرت موصوف کا دل دنیا سے اُچاٹ ہوگیا اور آپ نیم وحشی احساس کے ساتھ بیجاپور کی سرزمین چھوڑ دی اور گھومتے گھماتے آپ نظام آباد کے ایک قصبہ بسنت نگر پہنچے۔ دوران قیام بیجاپور آپ نے جید علماء سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی اور اب نظام آباد میں آپ کا بخت چمکا اور علوم باطنی کی طرف آپ کو حضرت ناصر الدین شاہ قادری نے کھینچا۔ حضرت ساوی نے بیعت اور سلوک کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کیں اور اپنے پیر و مرشد حضرت ناصر الدین شاہ قادری ہی سے خرقہ خلافت زیب تن کیا نہ صرف آپ کو اپنے پیر و مرشد سے فیض روحانی حاصل ہوا بلکہ آپ نے ان ہی کی صاحبزادی کو اپنی رفیقۂ حیات بنایا۔

شادی اور خلافت سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مخدوم ساویؒ زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوگئے اور تین سال تک آپ وہیں قیام پذیر ہوگئے۔ ہر وقت آپ وہاں یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ آخرکار آپ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے دوبارہ ہندوستان کا رُخ کیا اور دکن تشریف لائے۔ حرمین شریفین میں آپ نے کئی علماء سے روابط قائم کئے بعد فیض باری تعالیٰ و فیض یابی سے آپ کی قابلیت میں مزید تقویت پیدا ہوئی اور علم و تصوف نے مل کر حضرت ساویؒ کی شخصیت کو بہت بلند اور عظیم بنا دیا۔ ہندوستان میں بھی آپ نے واپسی میں کئی مقامات کی سیر کی اور متعدد علماء و عرفاء سے شرف استفادہ حاصل کیا۔ اکثر لوگ آپ ہی سے مشرف ہوتے تھے۔ طریقت میں خصوصی طور پر آپ کے رتبے کے برابر دوسرا کوئی نہیں تھا۔ مشکوۃ النبوت میں سید انوار اللہ یوں رقمطراز ہیں۔

"ایشاں را در علوم تصوف و حقائق کمال قدرت بود کسی را مجال نہ بود کہ پیش ایشاں کلام حقائق بیان نماید و ازیں علم دم زند"

"آپ کو علوم تصوف و حقائق میں بہت زیادہ کمال حاصل تھا۔ کسی کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ ان کے روبرو حقائق پر گفتگو کرے اور ان کے علم کے آگے دم مارے"

تصوف میں بہت ساری اصطلاحات مثلاً مسئلہ غیریت حقیقی وغیرہ آپ ہی نے رائج کیں دکن میں آپ درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔

Marfat.com

یہ دور مدراس میں حضرت خواجہ رحمت اللہ شاہ نقشبندی نائب رسول اللہؐ کا دور تھا۔ حضرت خواجہ رحمت اللہؒ کے والد خواجہ محمد عالم توران سے ہندستان آکر بیجاپور میں مقیم ہوئے تھے اور یہیں ایک متقی و پرہیزگار خاتون سے شادی کی۔ خواجہ رحمت اللہؒ کی پیدائش 1115ء کے آس پاس ہوئی۔ وہ ابھی کمسن ہی تھے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے والد نے دوسری شادی کرلی اور بلگام میں سکونت اختیار کرلی۔ خواجہ رحمت اللہؒ کرنول میں اپنی خالہ کے ہاں آکر رہنے لگے۔ ان کی خالہ بھیجے کو علوم منقولہ اور غیر منقولہ کے حصول میں بڑی معاون ثابت ہوئیں۔ خواجہ رحمت اللہ کو تصوف میں بڑی دلچسپی تھی۔ اُنھوں نے کرنول میں ایک عرصہ تک فوج داری کی مگر اس میں ان کا ذرا بھی دل نہیں لگتا تھا محض معاش کی مجبوری تھی۔ اُنھوں نے حضرت سید احمد علوی بروی کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور ان ہی سے خلافت بھی حاصل کی۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر آپ مدراس آکر مقیم ہو گئے۔ یہاں آپ کی ملاقات سید حمید الرفائی سے بھی ہوئی اور رفائی سلسلہ میں بھی آپ نے خرقہ خلافت پہنا۔

حضرت خواجہ رحمت اللہ نقشبندی رفائی نائب رسول کے ایک مرید شاہ سید ابراہیم شاہ میر بالا اتفاق حضرت مخدوم ساویؒ کے استاد تھے ان ہی کی ایما پر حضرت مخدوم ساویؒ نے مدراس کا رُخ کیا اور تادم آخر یہیں مقیم رہے۔ اس وقت حضرت خواجہ رحمت اللہؒ رحمۃ آبادنلور میں رہتے تھے۔ حضرت مخدوم ساویؒ نے ان ہی کے دستِ حق پر بیعت کی اور رفائی سلسلہ میں خلافت سے بھی فیض یاب ہوئے اور ان ہی کی دختر نیک سید حلیم صاحبہ سے نکاح کیا۔ یہ ان کی دوسری بیوی تھیں۔ بعد میں آپ نے ایک تیسرا نکاح بھی حاجی حرمت النساء سے کیا اور ان تینوں بیویوں سے کل چھ دختران اور تیرہ فرزند پیدا ہوئے پروفیسر یوسف کوکن نے ان تیرہ فرزندوں اور چھ لڑکیوں کے نام بھی دیئے ہیں۔

یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ حضرت نائب رسول قبلہ محرم میں پنجوں، تابوت اور اعلام کے جلوس بالکل ناپسند کرتے تھے اور اس کے خلاف سخت کارروائی کرتے تھے۔ آپ صوم وصلوٰۃ اور شریعت کی پابندی میں بڑے سخت اور کٹر تھے اور اپنے مریدین اور خلفاء کو بھی اس کی سخت تاکید کرتے تھے کہ وہ کسی طرح شرعی حدود سے تجاوز نہ کریں۔ آپ نے ایک رسالہ بھی تحریر کیا جس کا نام ''تنبیہ الانام فی الزجر عن التابوت والاعلام'' ہے۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔ دکن میں دو رسالے ''رسالہ بدعت'' اور ''ارشاد نامہ'' تصنیف کیے جن کا موضوع بھی وہی ہے۔ یہاں یہ ذکر بھی اہم ہے کہ حضرت نائب رسولؒ ہی کی وصیت اور تعلیم کا نتیجہ ہے کہ حضرت مخدوم ساویؒ بھی میلاپور میں پنجوں تابوت اور اعلام برداری کی سخت ممانعت کی تھی اور ان کی حیات تک یہ تمام خرافات مفقود تھیں۔

حضرت شیخ مخدوم عبدالحق ساویؒ کی وفات حیدرآباد میں 3/رجب المرجب 1165ھ کو ہوئی اور

Marfat.com

آپ کا جسدِ مبارک با حفاظت ایک تابوت میں بند کر کے کچھ ماہ تک حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسولؒ کے روضہ میں رکھا گیا۔نواب محمد علی والا جاہ اور دیگر معتقدین کے اصرار اور ایماء پر ہی بڑے احترام اور اہتمام کے ساتھ مدراس لاکر میلا پور میں آپ کی تدفین عمل میں آئی جو آج بھی ''درگاہ دستگیر صاحب ساوی'' کے نام سے مرجع خلائق وزیارت گاہ معتقدین ہے۔یہ درگاہ اہم ترین روحانی جاذبیت کی حامل ہے۔

نواب محمد علی والا جاہ[1] نے آپ کی مزار پر ایک شاندار قبہ وگنبد 1204ھ میں تعمیر کیا جس پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

ساخت ایں گنبد فلک آسا — حاتم ہند امیر والا جاہ
شاہ محمود بانیش گردید — ابن مخدوم صاحب درگاہ
ہاتف غیب گفت تاریخش — قبہ عرش منزلت ناگاہ

(1204ھ)

حضرت باقر آگاہ نے اعتقاد ورنجش آمیز اشعار لکھے ہیں۔

عبد حق مخدوم اہل معرفت — آنکہ بودش نور مطلق در نگاہ
در بیان کل شیئ فی کل شیی — کوہ راسنجید در میزان کاہ
گر خیال رفتنش آرد بدل — سر بعلیین کشد پابند جاہ
ہر کہ بینا گشت از ارشاد او — دید در ہر ذرہ صد خورشید جاہ
چوں زخود بگذشتہ شد باقی بحق — تا ابد سویش فنا رانیست راہ
خامہ تاریخ وفاتش زد رقم — امجد اہل معارف رفت آہ

(1166ھ)

مذکورہ تاریخ مدراس میں ''تدفین کی تاریخ'' ہے۔حیدرآباد میں آپ کے انتقال کی تاریخ اس مصرعہ میں رقم ہے

عمدۂ اہل حقائق رفتہ آہ

1165ھ

حضرت عبدالحق مخدوم ساویؒ سے مستفیض علماء وفضلاء کا شمار ہی نہیں ہے ان میں اہم ترین دو نام

[1] عبید اللہ ایم اے کی اطلاع کے مطابق نواب والا جاہ جب انتقال کر گئے تو نواب کی میت کو صندوق میں رکھ کر درگاہ حضرت دستگیر ساوی میں ایک رات کے لئے رکھا گیا تو اسی رات کسی سے حضرت ساویؒ نے عالم رویا میں کہا کہ ''فقیروں میں بادشاہ ہوں کا کیا کام''۔دوسرے دن یہ خبر عام ہوگئی اور مدراس کی بجائے۔والا جاہ کی تدفین ترچناپلی میں حضرت طبل عالم'' کی درگاہ کے احاطہ میں عمل میں آئی۔
(حضرت مخدوم عبدالحق ساوی عرف دستگیر صاحب کے مختصر حالات مطبوعہ 1984ء صفحہ 11)

Marfat.com

ہیں جنھوں نے ایک عالم کو اپنے طور پر فیض یاب کیا۔

1) حضرت محمد فخر الدین مہکری فخری میلاپوری۔ مرید خاص و خلیفہ حضرتؒ

2) حضرت سید شاہ ابوالحسن قربیؒ

کہا جاتا ہے کہ حضرت قربیؒ کو خلافت حضرت محمد فخر الدین مہکری فخری میلاپوری سے حاصل ہوئی۔ حضرت قربیؒ نے بالراست حضرت عبدالحق مخدومؒ ساوی سے بھی استفادہ کیا۔ ''انوار اقطاب ویلور'' سے بھی اس بات کو وثوق حاصل ہوتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت قربیؒ نے شیخ مخدوم ساویؒ کی خدمت میں رہ کر جملہ منازل سلوک طے کئے۔ آپ کے جملہ خلفاء و مریدین میں سب سے زیادہ اسرار الٰہی کا گنجینہ قربیؒ ہی نے پایا شیخ حضرت ساویؒ نے حین حیات ہی میں حضرت قربیؒ کو اجازت دیدی تھی کے وہ بیعت لے سکتے ہیں تو حضرت مخدوم ساویؒ کے صاحبزادے احمد صاحب نے حضرت قربیؒ کے دست حق پر بیعت کی ہے۔

حضرتِ قربیؒ بھی اپنے شیخ سے بڑی عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ وہ اپنی ایک طویل نظم ''جواہر الاسرار'' میں یوں لکھتے ہیں۔

شیخ اندر قوم خود ہچوں نبیؐ در امت است
پیر ما الحمدللہ انبیارا ہمسر است

ایک اور جگہ کہتے ہیں

قربیؔ بتو قرباں شد از کفر مسلماں شد
ہم جسم شد و جاں شد مخدوم زتو مستم

جناب عبیداللہ ایم اے، نبیرۂ حضرت مولانا شمس العلماء قاضی مفتی مولوی عبیداللہ صاحبؒ باغ دیوان صاحب نے اپنے کتابچے ''حضرت مخدوم عبدالحق ساوی القادریؒ عرف دستگیر صاحب کے مختصر حالات'' میں حضرت ساویؒ کی تصانیف کی ایک فہرست دی ہے اور بتایا ہے کہ آج بھی یہ کتابیں کتب خانہ خاندان شرف الملک باغ دیوان مرحوم کے کتب خانے (امانتی کتب خانے) میں محفوظ اور اچھی حالت میں ہیں۔

دکنی تحریریں :

1) رسالہ میزان المعانی 2) رسالہ غایت التمثیل 3) رسالہ بیان واقعی 4) دلیل محکم 5) رسالہ طریقہ القویم فی طلب صراط المستقیم 6) رسالہ اصطلاحات صوفیہ 7) رسالہ جوامع الاسرار 8) رسالہ محبت 9) کشف الایمان 10) رسالہ فیض 11) رسالہ ولایت 12) رسالہ مفاتیح الغیب 13) رسالہ حیات

Marfat.com

السالکین 14) رسالہ مفتاح التفاسیر 15) زاد الطالبین 16) رسالہ حیات جان 17) غنیمت الوقت 18) رسالہ قبض بسیط

اور پھر موصوف نے یہ اطلاع بھی دی ہے

"ایک اور مجلّہ میں جس کو مجموعہ رسائل مخدوم صاحب در علم سلوک و تصوف" کا نام دیا گیا ہے دکنی اُردو میں لکھے گئے اس مجموعہ میں دو رسائل بھی شامل ہیں۔ "رسالہ تنزلات" اور "رسالہ در تنزلات"، تحقیق طلب ہیں کہ کیا یہ بھی حضرت دستگیرؒ صاحب کے ہی لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت مخدوم ساویؒ ہندی میں "گیان بھنڈاری" سے موسوم و معروف تھے۔ جناب عبید اللہ صاحب نے اپنے کتابچے میں آپؒ کی ایک غزل اپنے نوٹ کے ساتھ نقل کی ہے جو قارئین کے نذر ہے

غزل حضرت عبد الحق گیان بھنڈاری مدظلہ العالی در بیان وحدۃ فرسودہ اند

پی کر شراب کہنہ خوش خواب رات دیکھا — ساجن قدیم اپنا ہے اپنے سات دیکھا
لاکھانسو (لاکھوں سے) مظہراں کر دکھلا ظہور اپنا — عالم کا کر بہانا کرتا تو بات دیکھا
ظاہر ہوا ہے مجھ کوں دو جگ کے ناپنے میں — ناکس کوں در معانی ذات و صفات دیکھا
نیں کس وجود بس ہے ہستی دیکھا کے اپنے — ہے فیض سب اسی کا کثرت میں ذات دیکھا
ہجرت دیکھا کے خوباں میں ہے جدا ہمن سوں — اول سوں تا ابد کب ہے مل کے سات دیکھا
پی جام اپس خوشے سوں پایا ہے خواب جس نے — دو جگ میں سروری تھی اتا نجات دیکھا
ہرگز نہیں ہے واصل آپس کے ہی ---سوں — ملنا سجن کے میرا بعد از وفات دیکھا
چندیں ہزار عالم محروم ہو چلے ہیں — نختاں کی تج خدائی ازلے برات دیکھا

(کتابچے میں خط کشیدہ حصہ جوں کا توں یہاں لکھ دیا گیا ہے)

"حضرت مخدوم بیجاپوری" کے عنوان سے "نوائے ادب" بمبئی کے اکتوبر 1967ء کے شمارے میں ڈاکٹر حبیب النساء بیگم نے حضرت مخدوم ساویؒ کی شخصیت بلند مرتبت کو شش جہت سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ فاضل مضمون نگار نے حضرت مخدوم ساوریؒ کی تحریروں اور تصنیفات پر بھی ایک نظر ڈالی ہے۔ برسبیل تذکرہ آپ نے شاہ ناصر الدین کی زات بابرکات پر ایک ہلکی نظر ڈالی ہے۔ وہ لکھتی ہیں

"حضرت مخدوم ساوی یا ان کے پیر و مرشد ناصر الدین شاہ کے مزید تفصیلی حالات دستیاب نہ ہو سکے اسٹیٹ سنٹرل لائبریری کے اس دو مخلوطات کی فہرست کے صفحہ 247 پر نمبر 387 میں تصوف کے ایک رسالہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ کتاب جو 98 صفحوں پر مشتمل ہے محمد مخدوم کی تصنیف ہے" مصنف کے

(نوٹ از جناب عبید اللہ: زندگی میں نقل ہوئی لہٰذا مدظلہ العالی کا لفظ غزل میں استعمال کیا گیا ہے)

Marfat.com

متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ شاہ ناصر الدین کے مرید اور خلیفہ تھے شاہ ناصر الدین کے حالات بھی دستیاب نہیں" اس طرح فہرستی شواہد سے کام لیتے ہوئے وثوق سے کچھ کہنا موصوفہ نے پسند نہیں کیا ہے۔ پھر آگے اطلاع دیتی ہیں۔

"کچھ دن پیشتر کڑپہ کے ایک معزز خاندان سے آپ کی متعدد تصانیف کا ایک ضخیم مجموعہ دستیاب ہوا جس میں فارسی کے دس رسالے، عربی کا ایک اور دکنی کے متعدد رسالے شامل ہیں" اس کے نیچے ایک رسالے سے موصوفہ نے ایک دکنی عبارت ایک رسالہ سے نقل کی ہے جس میں سلسلہ ارادت کے چند بزرگوں کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً پہلے تو شیخ ناصر الدین کا نام لیا ہے پھر ذیل کے نام اس تحریر میں ملتے ہیں۔

حضرت شیخ راجی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت شاہ محمد قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت دریا محمد قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت حاجی اسحٰق قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت شاہ برہان الدین قدس اللہ سرہ العزیز

موصوفہ نے حضرت مخدومؒ ساوی کے بعض رسالوں کے نام گنوائے ہیں۔

فارسی میں زادالطالبین، جوامع الاسرار، رسالہ تصوف، رسالہ استغناء، حیات جان، قبض وبسط، اور تصوف سے متعلق آٹھ مختلف رسالے رسالہ سوال و جواب، سلسلۃ التوحید و حیات السالکین، دکھنی میں حیات جان، پنج گنج، تصوف سے متعلق زادالطالبین، جوامع الاسراران میں رسالہ تصوف (14 صفحوں کا) اور رسالہ استغناء (7 صفحوں کا) کو خود حضرت ساویؒ نے اپنے ہاتھوں سے نقل کیا ہے۔

موصوفہ لکھتی ہیں کہ فارسی رسالوں میں بیچ بیچ میں حضرت ساوریؒ نے دکھنی کا بھی استعمال کیا ہے "حیات جاں" ہی کے نام سے اُردو (دکنی) میں بھی 14 صفحوں کا ایک رسالہ بتاتی ہیں فارسی رسالوں کی فہرست میں بھی یہی نام پیش کر چکی ہیں۔

کاوش بدری نے اپنے رسالہ "قطب مدراس حضرت شیخ مخدوم ساویؒ المعروف بہ حضرت دستگیر صاحب قبلہ" (مطبوعہ 1983ء مدراس صفحہ 17 میں) حضرتؒ موصوف کی جملہ 100 تصنیفات بتائیں ہیں اور 29 کتابوں کی فہرست دی ہے۔

1) میزان التوحید 2) رسالہ اسم اللہ 3) رسالہ ولایت 4) رسالہ حیات جاں 5) رسالہ سبحان مریدین 6) رسالہ قبض و بسط 7) رسالہ سماع اور راگ 8) رسالہ نسبتی 9) رسالہ فیض 10) رسالہ استغناء 11) عقائدِ صوفیہ 12) تجدد امثال 13) عصائے موسوی 14) میزان المعانی 15) جوامع الاسرار

Marfat.com

16) دیباچہ مفتاح التفاسیر 17) مفاتیح الغیب 18) غایۃ التمثیل 19) زاد الطالبین 20) حیات السالکین 21) پنج گنج 22) تنبیہ العارفین 23) الطریق القویم فی صراط المستقیم 24) دلیل محکم 25) مکتوبات بنام جمال محمد 26) غنیمت الوقت 27) محک المدعی 28) مفتح الکل 29) بیان واقع

کاوش بدری صاحب کی دی ہوئی فہرست میں بعض نئے نام ملتے ہیں جو دیگر حوالہ جات میں نہیں ہیں۔ انہی کتابوں پر گمان ہے کہ آیا وہ حضرت مخدوم ساویؒ ہی کی کاوشیں ہیں یا کسی معاصر کی۔

حضرت مخدوم ساویؒ کی درگاہ اور کرامات

مدراس میں ڈاکٹر بیسنٹ روڈ پر میلاپور کے قریب ''درگاہ حضرت دستگیر'' واقع ہے۔ کچھ عرصے پہلے تک درگاہ اور منسلک قبرستان بڑی بری حالت میں پائے جاتے تھے۔ نہ دیواروں پر چونا کاری نہ قبرستان اور مسجد کی صفائی۔ سماج دشمن عناصر کے باعث بھی درگاہ کی جانب توجہ دینی دشوار تھی۔ مگر حال میں ایک معتقد حضرت مخدوم ساویؒ کی کوششوں سے درگاہ کی مرمت اور قبرستان کی صفائی اور حفاظت کے اقدامات کئے گئے اور اب یہ حالت ہے کہ یہ شہر مدراس کی تمام درگاہوں اور زیارت گاہوں میں سب سے زیادہ پاک صاف اور بہترین انتظامیہ کی آئینہ دار ہے۔ سنا گیا کہ مذکورہ معتقد کو بھی ہدایت حضرت ساویؒ ہی نے دی تھی۔ جب تک حضرت باحیات تھے آپ سے متعدد خرق عادات ظہور پذیر ہوئے ہیں جن کے تذکرے مضامین میں مل جاتے ہیں مثلاً راتوں میں سمندر کے قریب ذکر و اذکار میں مشغول ہونا اور سمندر کی مچھلیوں سے زبان حال گفتگو کرنا وغیرہ آج شہر کی عورتیں اپنے بچوں کو درگاہ پر لا کر ان کی صحت کی نذر مانتی ہیں اور فیض یاب ہوتی ہیں۔ غیر مسلم عقیدت مندوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ کی باطنی توجہ سے پردہ پوشی کے بعد بھی آپ کے ہاں عقیدت مند غیر مسلم آ کر مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں۔ حال ہی میں ایک مشہور موسیقار اور اس کا پورا خاندان مشرف بہ اسلام ہوا ہے۔ سچ ہے آج کے علماء برسوں میں جو کام نہیں کر سکتے اولیاء کرام لمحوں میں اپنی باطنی توجہ سے انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔ حضرت مخدوم ساویؒ یقینی طور پر اولیاء کرام ہی میں شامل ہیں۔

وانمباڑی حضرت مستان اولیاء

1716ء میں آرکاٹ کے حکمران قاسم خان کے قتل کے بعد پہلے ذوالفقار خان اور پھر اُن کے بعد داؤد خان حکمران بنے۔ داؤد خان جب دہلی واپس بلائے گئے تو ان کی جگہ نواب سعادت اللہ خان کو حکمران بنا کر بھیجا گیا جن کی حکومت 1742ء تک قائم رہی۔ نواب سعادت اللہ خان کے بعد نواب محمد علی والا جاہ نے آرکاٹ کی باگ ڈور سنبھالی۔ انہیں کے دور میں حضرت مستان اولیاء دیگر اولیاء کرام کی طرح غالباً بیجاپور سے

Marfat.com

آرکاٹ کا رُخ کیا ہو۔ یہاں یہ بات کہہ دینا ضروری ہے کہ تاج پورہ کے بزرگوں کا دور نواب والا جاہی دور ہی تھا اور نواب والا جاہ اولیاء کے دلدادہ تھے جس وقت حضرت سید علی شاہ محمد الحسینی القادری صبغتہ الہی (والد بزرگوار حضرت سید برہان الدین الحسینی القادری الشطاری صبغتہ الہی) تاج پورہ میں اپنی ولایت کی مسند بچھا رکھی تھی اور آپ 1864ء میں پردہ پوش ہوئے۔ آپ کی زندگی ہی کے دور میں حضرت مستان اولیاء قادری بھی باحیات تھے۔ یہ وانمباڑی کب آئے اور کہاں سے آئے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ ممکن ہے آپ بھی بیجاپوری بزرگ ہی رہے ہوں آپ کی پردہ پوشی 1262ھ مطابق 1845ء میں ہوئی ہے جیسا کہ آپ کے آستانے پر لگے ایک تاریخی پتھر پر آپ کا نام حضرت مستان اولیاء قادری بتایا گیا ہے اور آپ کے تاریخ وفات کے قطعات دو طرح سے ماخوذ ہیں۔ ان میں سے ایک

مرحبا مرقدِ مستانہ ولی اللہ

1262ھ

اور دوسرا

ہست ایں بارگاہِ مست اُو

1262ھ

مندرجہ بالا دونوں شواہدات سے ہمیں آپ کی زندگی کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ آپ کے نام میں "مستان" کا استعمال یہ بتاتا ہے کہ خود مقامی لوگ آپ کے اصل نام سے ناواقف رہے ہوں اور یہ بزرگ مجذوبی کیفیت کے حامل ہوں۔ ٹمل ناڈو میں ایک قدیم رواج ہے کہ مجذوبوں کو عام طور پر "مستان" کا خطاب دے دیا جاتا ہے۔

جس مقام پر حضرت پردہ پوش ہوئے ہیں وہ "بڑی پیٹ" کا علاقہ ہے جو ایک موسمی دریا سے بنے جزیرہ نما علاقے کی شکل رکھتا ہے۔ آج بھی طوفانی بارشوں کی وجہ سے یہ علاقہ دیگر علاقوں سے کٹ جاتا ہے۔ اس علاقے میں جو لوگ پہلے بسے تھے وہ پورے کے پورے غیر مسلم تھے جو مسلمانوں کے علاقوں سے دور رہنا پسند کرتے تھے آج یہ پوری آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہ اسی بزرگ کی کشش اور جاذبیت تھی کہ لوگ آپ کے قریب رہنا پسند کرنے لگے تھے۔ یہاں ایک خانقاہ بھی تعمیر ہے جو آج آپ کے آستانے کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔ آپ کے آستانے پر ایک شاندار گنبد ہے اور یہ عمارت بہت پختہ ہے جو کسی نواب ہی کی مرہون منت ہے اور یہ نواب والا جاہ ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ دوران ہی کا دور تھا۔ آپ کی پردہ پوشی کے بعد لوگوں کی کثیر آمد و رفت کے باعث لوگوں کو کسی مسجد کی ضرورت در پیش ہوئی ہو اور عزیز خان بہادر جو غالباً نواب خاندان ہی کے کوئی مخیر شخص ہوں گے جنھوں نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی ہے جو مسجد عزیز خان بہادر

Marfat.com

سے مشہور ہے۔

آپ کے آستانے پر بڑا سکون ملتا ہے یہ آپ کی بزرگی اور ولایت کی دلیل ہے۔ لوگ کشاں کشاں آپ کے آستانہ پر برابر پہنچ کر مستفیض ہوتے ہیں۔

ترپاتور حضرت سید شاہ رحمت اللہ قادری سہروردیؒ

حضرت سید شاہ رحمت اللہ قادری سہروردیؒ عرف حضرت پہاڑ خان اولیاء قلندر رحمت اللہ علیہ کا آستانہ ترپاتور (ضلع شمالی آرکاٹ) میں مونسپل بس اسٹینڈ کے بالکل پہلو میں واقع ہے۔ آج سے چند سال پیشتر تک اس آستانہ کے اطراف ایک اُونچا مربع چبوترہ تعمیر تھا اور اس چبوترے کے چاروں طرف کشادہ صحن تھا۔ مگر شہر ترپاتور کی آبادی میں اضافہ کے باعث اس کے قریب کی کشادہ خالی جگہ کو مونسپالٹی نے اپنے تحویل کرلیا اور یہاں دکانیں اور بس اسٹانڈ بنائے گئے ہیں۔ حال ہی میں اس آستانہ سے لگی ایک خوبصورت چھوٹی سی مسجد بنام "قصرِ نبوی" تعمیر کی گئی ہے جہاں مسافرین کو سفر کے قلیل قیام میں نمازیں پڑھنے میں بڑی سہولت ہے۔

حضرت پہاڑ خان اولیاء قلندرؒ کا یہ آستانہ بہت پاک اور صاف ہے اور یہاں کا انتظامیہ قابل ستائش ہے۔ درگاہ کے داخلی پھاٹک پر آپؒ کے نام کی تختی کندہ ہے جس پر آپؒ کو 'استنبولی' بتایا گیا ہے اور آپؒ کی تاریخ وفات 550ھ م 1155ء بتائی گئی ہے۔ غالباً آپؒ سلطان قطب الدین ایبک کے دور میں ہندوستان آئے ہوں اور ترپاتور کب آنا ہوا اس کی کوئی تفصیل نایاب ہے۔ جس وقت آپؒ یہاں آئے ہوں گے شہر ترپاتور نام کا وجود بھی نہ رہا ہو۔ چیدہ چیدہ چند مکانات ہی رہے ہوں گے۔ اس شہر کے بالکل قریب ییلگری کے پہاڑی سلسلے ہیں۔ ممکن ہے آپؒ کی بودوباش ان پہاڑی دامنوں میں رہی ہوگی یا یہ بھی ممکن ہے جہاں آپؒ کا آستانہ ہے وہاں پہاڑی قبائل کا قیام رہا ہو۔ بہر حال آپؒ کسی وجہ سے پہاڑی خان قلندرؒ کہلانے لگے تھے۔ عرصہ دراز سے آپؒ کا آستانہ مرکز عقیدت منداں رہا ہے۔ آپؒ صاحب کرامات بزرگ ہیں۔

Marfat.com

حوالہ جات

کتاب	مولف	
۱۔ تزک والا جاہی جلد دوم	مولف محمد حسین نیاز	مطبوعہ 1939
۲۔ بہار اعظم جاہی	غلام عبدالقادر ناظر (انگریزی ترجمہ)	مطبوعہ 1950
۳۔ واقعات اظفری	مرزا علی بخت بہادر	مطبوعہ 1957
۴۔ انور نامہ	میر اسمعیل خاں ابجدی	مطبوعہ 1944
۵۔ بہارستان سخن	مولف سید عبدالوہاب بخاری	مطبوعہ 1958
۶۔ خانوادہ قاضی بدرالدولہ	پروفیسر یوسف کوکن	مطبوعہ 1963
۷۔ کرناٹک میں عربی اور فارسی	پروفیسر یوسف کوکن	مطبوعہ 1974
۸۔ عربک اردو اور فارسی سرندیپ اور ٹمل ناڈو میں	ڈاکٹر شعیب عالم	مطبوعہ 1993
۹۔ ٹمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء	علیم صبا نویدی	مطبوعہ 1996
۱۰۔ مولانا باقر آگاہ کے ادبی نوادر	علیم صبا نویدی	مطبوعہ 1994
۱۱۔ نواب والاجاہ اور مولانا عبدالعلی بحرالعلوم	علیم صبا نویدی	مطبوعہ 1995
۱۲۔ ٹمل ناڈو میں اردو	علیم صبا نویدی	مطبوعہ 1997
۱۳۔ ٹمل ناڈو کے مشاہیر ادب	علیم صبا نویدی	مطبوعہ 1999
۱۴۔ ٹمل ناڈو کے ولیوں اور صوفیوں پر ایک طائرانہ نظر	پروفیسر حسرت سہروردی	مطبوعہ 1999
۱۵۔ انوار اقطاب ویلور	محمد طیب الدین اشرفی مونگیری	مطبوعہ 1963
۱۶۔ دارالعلوم لطیفیہ ویلور کا ادبی منظر نامہ	ڈاکٹر راہی فدائی	مطبوعہ 1997
۱۷۔ باقیات الصالحات کے علمی خدمات	ڈاکٹر راہی فدائی	مطبوعہ 1996
۱۸ قطب ویلور	مولانا بشیرالحق قریشی	مطبوعہ 1989
۱۹۔ قطب مدراس	کاوش بدری	مطبوعہ 1983
۲۰۔ حیات قلندری	حبیب اللہ شاہ	مطبوعہ 1973
۲۱۔ مدراس ڈائرکٹری	مولوی سید سلطان محی الدین بہمنی	مطبوعہ 1935
۲۲۔ جنوب کا شعروادب	علیم صبا نویدی (مرتب ڈاکٹر محمد علی اثر)	مطبوعہ 1993

ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

Marfat.com

Marfat.com

...-E-TAMILNADU

... M.Phil., Ph.D (Urdu), M.A., (Arabic)

1468

Marfat.com